ماہنامہ

پیغام شریعت (دہلی)

کی تاریخ ساز پیشکش

فلاح ونجات نمبر

شمارہ: اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ **پیغام شریعت** (دہلی)

کی تاریخ ساز پیش کش

فلاح ونجات نمبر

شمارہ: اکتوبر، نومبر، دسمبر 2020ء

گیسٹ ایڈیٹر: مولانا محمد شاہد علی مصباحی (باگی: جالون)

سیکشن ایڈیٹر: مولانا اویس رضا قادری (کشن گنج: بہار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت و جماعت کا ترجمان

ماہنامہ **پیغام شریعت** دہلی کا خصوصی شمارہ

ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ 1442 — اکتوبر، نومبر، دسمبر 2020

فلاح ونجات نمبر

جلد 5 — شمارہ 42

مجلس ادارت

ڈاکٹر **سجاد عالم** رضوی کلکتہ
ڈاکٹر **غلام جابر شمس** مصباحی ممبئی
مولانا **کوثر امام** قادری مہراج گنج
مولانا **محمد شاھد علی** مصباحی جالون
مولانا **سید شھباز اصدق** سہسرام
مفتی **حسان المصطفیٰ** قادری
مولانا **فیضان سرور** مصباحی اورنگ آباد

ترتیب و پیشکش

چیف ایڈیٹر:
مفتی فیضان المصطفیٰ قادری
ایڈیٹر: مولانا طارق انور مصباحی
معاون ایڈیٹر: مفتی ازہار احمد امجدی
گیسٹ ایڈیٹر: مولانا محمد شاہد علی مصباحی
سیکشن ایڈیٹر: مولانا اویس رضا قادری
پبلیشر اینڈ پروپرائٹر:
حافظ کمیل احمد امجدی

مجلس مشاورت

مفتی محمد **قمر الحسن** قادری امریکہ
ڈاکٹر **غلام زرقانی** قادری امریکہ
مولانا **نظام الدین** مصباحی انگلینڈ
مفتی **رحمت علی** مصباحی تیغی کلکتہ
مولانا **زاھد علی** مرکزی کالپی شریف
مولانا ڈاکٹر **شفیق اجمل** بنارس
مفتی **وفاء المصطفیٰ** امجدی کلکتہ
مولانا **ابوھریرہ** رضوی مبارک پور

ماہنامہ **پیغام شریعت** دہلی
مکتبہ رضائے مصطفیٰ
مکان نمبر ۴۲۲ پہلی منزل گلی مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

PAIGHAM E SHARIAT
Monthly
House No.422 1st Floor Gali Matia
Mahal Jama Masjid Delhi-110006
+918090753792
Email:Paighamesshariat@gmail.com
IDFC FIRST BANK
A/c Name:Paigham e shariyat
A/c No. 10063056966
IFSC CODE: IDFB0020123

شرف انتساب

بنام نامی اسم گرامی

خاتم الفلاسفہ امام اہل سنت حضرت علامہ **فضل حق خیر آبادی** قدس سرہ العزیز

❁ وہ ایسے بطل حریت تھے کہ جنہوں نے ہندی مسلمانوں کے دلوں میں حریت و آزادی کا صور پھونک دیا۔

❁ وہ ایسے ضیغم ہند تھے کہ جنہوں نے دہلی کی جامع مسجد کے منبر سے انگریزوں کے پنجہ ظلم و جفا کو مروڑ کر رکھ دیا۔

❁ وہ ایسے مقبول رہنما تھے کہ جن کے فتوء جہاد پر اہل ہند سر پہ کفن باندھے بے خوف و خطر میدان جہاد میں کود پڑے۔

❁ وہ ایسے محب وطن تھے کہ جنہوں نے برسہا برس صعوبتوں کی بھٹی میں جلتے ہوئے گزارے اور بالآخر کالا پانی کی سزا جھیلتے ہوئے دار فانی سے کوچ کر گئے مگر وطن کی مٹی سے دغا بازی نہیں کی۔

شرف انتساب

بنام نامی اسم گرامی

صدرالافاضل فخرالاماثل حضرت علامہ سید **نعیم الدین مراد آبادی** قدس سرہ العزیز

وہ ایک ایسے مُفسِّر تھے کہ جنھوں نے قرآن حکیم کی تفسیر فرماکر بے شمار دلوں میں مفہوم قرآنی کی قندیل روشن کردی۔

وہ ایک ایسے مُناظر تھے کہ جنھوں نے اپنی مناظرانہ صلاحیتوں سے آریوں کو دھول چٹا دی، اور چراغ مصطفوی کو پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرنے والوں کی سانسوں کو ان کے حلق میں ھی بند کردیا۔

وہ ایک ایسے مُدبِّر تھے کہ جب ایمان کے لٹیرے نگر نگر اپنے ادارے قائم کرکے ایمان و یقین کی لوٹ مار مچا رھے تھے تو شہر مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ قائم فرماکر امت مرحومہ کو ''**فلاح و نجات**'' کی شاھراہ پر گامزن فرما دیا اور ایمان و عقیدے کا ایک مضبوط قلعہ عطا فرمایا۔

وہ ایک عظیم سیاست داں تھے کہ جنھوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پرچم تلے علما و مشائخ اور مسلمانان ھند کو سیاسی فکر وشعور عطا فرمایا اور ملک و ملت کو جگا دیا۔

طاب اللّٰہ ثراھما وجعل الجنۃ مثواھما

فیضان المصطفےٰ قادری

طارق انور مصباحی

دعائیہ کلمات

شہزادۂ برکات امان ملت سید محمد امان قادری دام ظلہ الاقدس

ولی عہد: خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ (مارہرہ مطہرہ)

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد:فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم::بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں میں ایک بہت بڑی نعمت احساس ہے۔جس کا احساس بیدار ہے، وہی حقیقت میں زندہ ہے۔علمائے حق نے ہر دور میں امت مسلمہ کی فلاح و بقا کے لیے کوششیں کی ہیں اور اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے قوم کے سامنے درپیش مسائل کا حل اور تدابیر پیش کی ہیں۔اس وقت جس دور سے مسلمہ گزر رہی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ضرورت ہے کہ ہر فرد اپنی اپنی جگہ کوشش کرے اور جس سے جو ممکن ہو،عمل کرے۔عمل کرنا ہمارا کام ہے اور اس کی جزا اللہ تعالیٰ کے سپرد۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: {وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ}

ترجمہ: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی،ضرور ہم انہیں اپنی راہ دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ماہنامہ پیغام شریعت جس نے کم وقت میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے وقتاً فوقتاً اہم موضوعات پر کہنہ مشق قلم کاروں کے ذریعہ امت مسلمہ کی رہ نمائی فرمائی۔ایک بار پھر یہ ٹیم ''فلاح ونجات نمبر'' کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

اس نمبر کو چارا اہم حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور باقاعدہ پلاننگ اور محنت سے چار ڈائریکٹرز کے ذریعے ہر عنوان کے تحت ذیلی عنوانات بنا کر ہم سب کی رہ نمائی کے لیے ایک شان دار مسودہ تیار کیا ہے۔

سب سے پہلے میں اپنی اور عوام اہل سنت کی جانب سے پوری پیغام شریعت ٹیم، چیف ایڈیٹر مفتی فیضان المصطفیٰ صاحب، ایڈیٹر علامہ طارق انور مصباحی صاحب، گیسٹ ایڈیٹر جناب مولانا شاہد علی مصباحی صاحب، سیکشن ایڈیٹر مولانا محمد اویس رضا قادری صاحب اور چاروں ڈائریکٹرز جناب مولانا زاہد المرکزی صاحب، مولانا خالد ایوب مصباحی صاحب، مولانا منظر امن قادری صاحب اور مولانا اشرف جیلانی مصباحی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں، کیوں کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ (جس نے لوگوں کا شکریہ نہ ادا کیا، اس نے اللہ کا شکریہ بھی ادا نہیں کیا)۔ امید ہے کہ ڈیجیٹل ایڈیشن شائع ہونے کے بعد جلد ہی اس کا پرنٹڈ ایڈیشن بھی ہمارے ہاتھوں میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور اپنے تمام محبوبین کے صدقے وطفیل اس عظیم کاوش کو قبول فرمائے۔ اسے امت مسلمہ کے لیے دونوں جہاں میں فلاح ونجات کا ذریعہ بنائے اور پیغام شریعت ٹیم کے لیے توشہ آخرت بنائے۔

آخر میں میری گزارش ہے کہ اس نمبر کو حاصل کریں، محفوظ کریں اور دوسروں تک پہنچائیں اور اسے شائع کرانے میں پیغام شریعت ٹیم کا تعاون کریں، کیوں کہ یہ صرف ان کی ذمہ داری نہیں، بلکہ ہم سب کی ذمہ داری تھی جسے پیغام شریعت ٹیم نے نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے: آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سید محمد امان قادری
ڈائریکٹر: البرکت اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، (علی گڑھ: یوپی)

الحمد للہ رب العٰلمین
والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

کلمات سپاس ونقوش تحسین

از: مفتی **فیضان المصطفیٰ قادری** (گھوسی)

اس وقت ملک کے جو حالات ہیں، ان کے پیش نظر ''فلاح ونجات نمبر'' کی ضرورت واہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ضرورت تھی اور ہے کہ ہماری قوم ملکی حالات سے بے بہرہ نہ رہے، اور ان حالات کے اتار چڑھاؤ پر گہری نظر رکھے۔ ملک کا بھگوا کرن کرنے والوں کی سوچ اور منصوبوں سے اچھی طرح واقف ہو، اور ملک کی جمہوریت کو بچانے کے لیے جو کچھ کرسکتی ہے، کرے۔ اس مجموعہ کے قلم کاران اپنے اپنے موضوع میں کس قدر مہارت رکھتے ہیں، تحریر پڑھ کر یہ اندازہ لگ جائے گا۔

اس کے مندرجات سے ملک کے تمام مسلمانوں کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس وقت بھارتی مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں، آزادی کے بعد سے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ملک کی جمہوریت تمام اقلیتوں کی محافظ مانی جاتی تھی، مگر اس جمہوریت پر ایک عرصے سے شب خون مارنے کی تیاری کی جارہی تھی، اور اب چند سالوں سے ان منصوبوں پر بڑی تیزی کے ساتھ عمل ہورہا ہے۔

ملک کا آئین ہر شہری کو برابر حقوق دیتا ہے، مگر عملاً کئی جہتوں سے اسے سبوتاژ کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔ ہر سطح اور ہر پلیٹ فارم پر بھارتی مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے یا بے معنی کرنے کے لیے مضبوط اور طاقت ور لابی تیار کرلی گئی ہے۔

معاشی اعتبار سے مسلمانوں کی کمر توڑی جارہی ہے، اور انھیں ایسے حالات میں زندگی گزارنے پر مجبور کیا جارہا ہے کہ وہ معاشی اعتبار سے سر اٹھانے کے خواب بھی نہ دیکھ سکیں۔ ان حالات میں اس دور کا بھارتی مسلمان اپنے وجود اور بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اگر آج کے بھارتی مسلمانوں نے صحیح راہِ عمل اختیار کرنے میں چوک کردی تو اس کے سفر انحطاط میں اتنی تیزی آجائے گی کہ اس کا نام ونشان مٹنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا ''فلاح ونجات نمبر'' قارئین کی بارگاہ میں پیش ہے۔ چند مہینوں سے اس پر کام ہورہا تھا جو اب تکمیل کو پہنچا۔ دراصل مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات وقت پر قلم بند کردیے، لیکن ان کی کمپوزنگ اور ترتیب میں اور دیگر تاثراتی تحریریں آنے میں دیر ہوئی، پھر یہ تحریریں مختلف فارمیٹ میں موصول ہونے کے سبب ایڈیٹنگ اور سیٹنگ نے بھی کافی وقت لیا۔ ان امور میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ اب ''ماہنامہ پیغام شریعت'' کے ماہانہ شماروں کے آغازِ نو کا وقت قریب آپہنچا۔

اس مجموعہ پر اب تک جس قدر کام ہوسکا، اسی قدر ہم اپنے قارئین کی بارگاہ میں پیش کررہے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ ''فلاح ونجات نمبر'' کے مشتملات پر تنقید وتبصرہ ماہنامہ کے اگلے شماروں میں شامل کیا جائے گا۔

زیر نظر مجموعۂ مقالات میں چار مختلف موضوعات کا انتخاب کیا گیا ہے۔

(1) مسلمانانِ ہند اور سیاست وحکومت	(2) مسلمانانِ ہند اور معیشت وتجارت
(3) مسلمانانِ ہند اور سماجی ضروریات	(4) مسلمانانِ ہند اور فرقہ وارانہ فسادات،

مذکورہ موضوعات پر مختلف جہتوں سے متعدد معلوماتی مضامین شامل ہیں جو ایسے دانشوروں کے نوک قلم سے سینۂ قرطاس پر ثبت ہوئے ہیں جو متعلقہ موضوعات پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم ان تمام اصحاب لوح وقلم کی ان عنایات کے شکر گزار ہیں کہ ان حضرات نے ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے آن لائن ایڈیشن ''فلاح ونجات نمبر'' کے لیے اپنی دستاویزی تحریروں سے ہمیں نوازا، خصوصاً ہم اس نمبر کے گیسٹ ایڈیٹر: حضرت مولانا شاہد علی مصباحی (کالپی شریف) اور ڈائریکٹرس: حضرت مولانا محمد زاہد علی مرکزی، حضرت مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی، حضرت مولانا منظر امن قادری اور حضرت مولانا اشرف رضا جیلانی، حضرت مولانا نوید اختر امجدی (شری لنکا) اور فاضل اہل سنت حضرت مولانا اویس رضا قادری، مدیر: افکار رضا انٹرنیشنل (اردو ویب سائٹ) کے شکر گزار ہیں، جن کی مساعی جمیلہ ومحنت شاقہ اس کی ترتیب وپیش کش میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ گیسٹ ایڈیٹر، ڈائریکٹرس، مقالہ نگاران وجملہ کارکنان کو دارین میں سرخروئی عطا فرمائے۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ حضرات آئندہ بھی اس میگزین کے لیے اپنا قلمی تعاون جاری رکھیں گے۔

فیضان المصطفیٰ قادری

28: دسمبر 2020

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

کلمات تشکر وسوغات تہنیت

از: علامہ طارق انور مصباحی

فلاح ونجات نمبر کے لیے پانچ ابواب منتخب کیے گئے تھے۔ایک باب کے مضامین دستیاب نہ ہو سکے۔اس باب کا عنوان تھا:مسلمانان ہند اور حکومتی ملازمت۔باقی چار ابواب کے مضامین موصول ہوئے۔ اگر احباب وقارئین نے پذیرائی کی اور قلم کاروں نے حوصلہ دکھایا تو ان شاء اللہ تعالیٰ نمبروں کا نمبر لگا رہے گا۔

اس نمبر کے ذریعہ ہم نے قلم کاروں کے نظریہ میں وسعت لانے کی کوشش کی ہے۔نصف صدی قبل مدارس اسلامیہ کے فارغین میں قلم کاروں کی تعداد بہت کم تھی۔رفتہ رفتہ فارغین کی تعداد کے ساتھ قلم کاروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا،لیکن آج تک ان قلم کاروں کا بڑا طبقہ اسلامی موضوعات تک محدود ہے۔میں نے بہت سے قلم کاروں سے عناوین وموضوعات میں وسعت نظری کی گزارش کی ،لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔درحقیقت وہ نونہالان ملت خدمت دین کے وسیع مفہوم سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔

حالات کا تقاضا ہے کہ محررین ومقررین کو ان تمام موضوعات وعناوین پر تحریر وتقریر اور کتاب وخطاب پیش کرنا چاہئے ،جن کی ضرورت جن مقامات واوقات میں محسوس ہو رہی ہو۔ہماری ہر کاوش مقتضی حال کے مطابق ہو۔

تعلیم گاہوں میں علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں ،لیکن عام قارئین وسامعین کو ان کی ضرورت وحاجت کے اعتبار سے باتیں بتانا لازم ہے ، تاکہ وہ اپنی دنیا وآخرت سنوار سکیں۔ہمیں وسیع النظر اور قوی الفکر علمائے کرام ودانشوران قوم وملت کی ضرورت ہے، جو بھارت کے مسلمانوں کی صالح سمت اور صحیح جہت میں دینی ،سیاسی ،سماجی ومعاشی رہنمائی کر سکے۔

افسوس ہوتا ہے کہ علما کی نسل جدید میں چند نوجوان روشن خیال بھی ہوئے تو وہ دین سے بیزار نظر آتے ہیں،

بلکہ بعض تو روشن خیالی کے نام پر قوم کو الحادو دہریت کی راہ پر لگانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ بعض روشن خیال سنی مولوی سنیت سے بیزار اور خاص کر مجدد اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے بغاوت پر اترے ہوئے ہیں۔

ان لوگوں کی روشن خیالی کا خلاصہ دین وسنیت سے بیزاری کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ایسے لوگ قوم کو دشمنوں کی غلامی میں ڈال دیتے ہیں اور اپنی اور اپنوں کی دنیا وآخرت برباد کر دیتے ہیں۔ ان کے یہاں روشن خیالی کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ ہمیں اچھا کہیں اور ہمارے ذاتی مفادات کی تکمیل ہو۔

نوجوان علما کا بڑا طبقہ دیندار ہے تو وہ دنیا سے آنکھیں موندے ہوئے ہے۔ یہ صورت حال بھی مناسب نہیں۔ ہم ایک جمہوری ملک میں رہتے ہیں، جہاں ہمیں اپنے حقوق کی حصول یابی کے لیے لڑائیاں لڑنی ہوں گی۔ مخالفین ہمارے سر پر سوار ہیں۔ ہمیں بدنام کرنے اور ملک کی دیگر قوموں کو ہم سے متنفر کرنے کے لیے مسلسل سازشیں کی جاتی رہی ہیں۔ یہ سلسلہ اب مزید تیز ہو چکا ہے۔ ایسے پرآشوب ماحول میں ہم اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ ہمیں دونوں آنکھیں کھلی رکھنی ہوگی۔

اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی اور ہماری دستگیری کی گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم چند سالوں میں صالح فکر نوجوان علما کی ایک ٹیم تیار کر دیں گے، جو افراط وتفریط کے بغیر اعتدال کے ساتھ ہر محاذ پر قوم کی قیادت کر سکے۔ ہمیں ایسے نوجوان علما کی ضرورت ہے جو محنتی بھی ہوں اور کچھ کرنے کا حوصلہ وجذبہ بھی رکھتے ہوں۔

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) نے اپنی جلوہ گری کے بعد نسل جدید کے اندر مختلف موضوعات پر تحریر وترقیم کا شوق بیدار کیا، تاہم ابھی ہم ابتدائی مراحل میں ہیں۔ سبط صدر الشریعہ مفتی قوم وملت حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفٰی قادری دام ظلہ العالی کی مشقت وجاں فشانی کے سبب میگزین جاری ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اصحاب ثروت بھی ہماری حوصلہ افزائی کریں، تاکہ ہم مزید اہم خدمات کی طرف پیش قدمی کر سکیں۔ ہمارے متعدد منصوبے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حسب موقع قوم کو مطلع کیا جائے گا۔

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا شمارہ: جنوری وفروری 2020 شائع ہوا تھا، اس کے بعد لاک ڈاؤن کے سبب شماروں کی اشاعت نہ ہو سکی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ماہ فروری 2021 سے باضابطہ ماہنامہ کا اجرائے نو ہونے والا ہے۔ ماہ دسمبر 2020 میں ''فلاح ونجات نمبر'' قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اپنے عمدہ تاثرات سے ہمیں مطلع فرمائیں گے۔

فلاح ونجات نمبر کے ذمہ داران وکارکنان:

فلاح ونجات نمبر کے مجوزہ عناوین وابواب پر قلم کاری کرنے والے علمائے کرام کی تعداد بہت کم تھی، اس لیے

ہر باب کے لیے ایک ڈائریکٹر کا انتخاب کیا گیا، تا کہ بحسن وخوبی یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ سکے۔

مختلف کاموں میں مصروفیت کے سبب میرے لیے ایڈیٹنگ کی ذمہ داری نبھانا مشکل تھا، اس لیے نامور فاضل وادیب حضرت علامہ مفتی شاہد علی مصباحی (کالپی شریف) کو ''گیسٹ ایڈیٹر'' منتخب کیا گیا۔ فاضل شہیر حضرت مولانا نوید اختر امجدی (شری لنکا) نے سیٹنگ، تزئین کاری اور پروف ریڈنگ کی خدمات انجام دیں۔ جناب حافظ کمیل امجدی (دھنباد) مینیجر ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) نے بھی ابتدائی مرحلہ میں سیٹنگ وڈیزائننگ میں تعاون کیا، پھر وہ دیگر اہم ذمہ داریوں میں مصروف ہو گئے۔ تاثرات کی جمع وتدوین کی خدمت فاضل اہل سنت حضرت مولانا اویس رضا قادری، مدیر: افکار رضا انٹرنیشنل (اردو ویب سائٹ) نے انجام دی۔

فلاح ونجات نمبر کے ڈائریکٹرس، حضرت علامہ زاہد المرکزی (کالپی شریف)، حضرت علامہ خالد ایوب شیرانی مصباحی (جے پور: راجستھان)، حضرت مولانا اشرف جیلانی مصباحی (گھوسی: یوپی) وحضرت مولانا منظر امن قادری (رفیع گنج، اورنگ آباد: بہار) نے بھی اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ قلم کاروں سے رابطے کیے، ان کو ہدایات دیں، مواد کی طرف رہنمائی کیں اور اپنی نگرانی میں مقالات رقم کروائے۔ ''فلاح ونجات نمبر'' ان تمام مخلص کارکنان کی اجتماعی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ امید ہے کہ مستقبل میں بھی یہ حضرات ہمارا علمی وعملی تعاون فرماتے رہیں گے۔

میں اپنی جانب سے، چیف ایڈیٹر حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی، اور ادارہ پیغام شریعت (دہلی) کی جانب سے تمام مقالہ نگاران، تاثر نویسان، ڈائریکٹرس، گیسٹ ایڈیٹر، سیکشن ایڈیٹر وجملہ معاونین وخدمت گزاران کا بے حد شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اور ہم تمام کو بھی دونوں جہاں کی برکتیں، نعمتیں، سعادتیں اور حسنات وبرکات عطا فرمائے، اور اپنی بھلائیوں کے ساتھ قوم وملت کی بھلائیوں کی فکر پیدا فرمائے:

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

طارق انور مصباحی

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

09: جمادی الاولیٰ 1422 مطابق 25: دسمبر 2020

بروز: جمعہ مبارکہ

فلاح ونجات نمبر اور ادارتی بورڈ

از: مولانا محمد شمس الحق مصباحی (ساؤتھ افریقہ)

فلاح ونجات نمبر کے چار ابواب اوران کے عناوین دیکھ کر اس کی معنویت اور افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔نوجوان قلم کاروں اور متحرک اہل فکر ونظر کی ایک مضبوط ٹیم اہل ادارہ کی رفیق سفر ہے۔اتنے سنجیدہ اور مخلص علمائے کرام کا ساتھ ہی ادارہ کی بڑی کامیابی ہے۔مزید برآں ذمہ داران ادارہ کی ادارت وسرپرستی کا کیا کہنا!!

یہ نمبر اپنے ابواب وعناوین اور مضامین ونگارشات کی اہمیت، ندرت ومعنویت کے ساتھ ساتھ اپنی ساخت اور ادارتی ڈھانچے کے اعتبار سے بھی ایک مثال اور نمونہ ہے۔اہل ادارہ نے مختلف ابواب پر لکھنے والوں کو ان کے باصلاحیت اور لائق وفائق ڈائریکٹرس کے ساتھ جوڑ کر تنظیم اور تقسیم عمل کی ایک نئی اور اہم روایت کی داغ بیل ڈالی ہے۔

علمائے اسلام کی نئی نسل کے لیے یہ ایک بہت بڑا پیغام ہے۔یقیناً اہل سنت وجماعت کا یہ رسالہ ''پیغام شریعت'' اسم با مسمی ہے۔خدا کرے کہ یہ پیغامِ فکر وعمل عام سے عام تر ہوجائے اور ملت کا ہر فرد آمادۂ کار اور برسرِ پیکار ہوجائے: آمین

اس نمبر کے ان اہم عناوین پر اہل علم کے پیش کردہ افکار ونظریات کو اگر ہم نے تحریر کی سیاہی سے نکال کر محراب ومنبر کی ایمانی روشنی دے دی تو یہ ایک جماعتی انقلاب کی صحتمند انگڑائی ہوگی۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کتب ورسائل میں پھیلے ہوئے اہل علم ودانش کے ہزاروں بلیک ڈائمنڈس کو مسجد ومینار کی روشنی میں لائیں۔فکر ونظر کے ان اجالوں کو اپنی شکستہ اور تاریک آبادیوں میں اتاریں۔عوام وخواص میں علم وعمل کی تبدیلی لائیں۔

جملہ خوبیوں کے ساتھ اس بار ایڈیٹوریل بورڈ کا ڈھانچہ بھی قدرے مختلف ہے۔اس میں ایک نئے ذمہ دار ''سیکشن ایڈیٹر'' کا نیا اضافہ ہے،اس لیے ادارتی بورڈ کے ارکان وممبران کا مختصر تعارف اوران کی ذمہ داریاں سپرد قرطاس کی جاتی ہیں۔دراصل کام میں جس قدر وسعت ہوتی ہے،اسی اعتبار سے کارکنان کی تعداد میں اضافہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔چیف ایڈیٹر یا ایڈیٹر تنہا سارے کام انجام نہیں دے سکتا۔

ایڈیٹوریل بورڈ کا تعارف:

بنیادی طور پر کسی میگزین یا جرنل کی کامیابی کا انحصار اس کے ایٹوریل بورڈ پر ہوتا ہے۔اس کا مقصد ادارہ کے اندر ایسی اہم شخصیات کو اکٹھا کرنا ہے جو رسالے کی حکمت عملی کے بارے میں مشورے دے سکیں۔ادارتی بورڈ کے ممبران وقتاً فوقتاً رسالے کی صحت کا جائزہ لیتے ہیں اور مجموعی اہداف پر تبادلہ خیال کرتے ہیں۔

ایڈیٹوریل بورڈ کی میٹنگوں کی تعداد رسالہ کی مخصوص ضروریات کے مطابق مختلف ہوتی ہیں اور اس لحاظ سے اس کے شرکا بھی مختلف ہوتے ہیں۔عام طور سے اس بورڈ میں چیف ایڈیٹر، ایڈیٹر، سب ایڈیٹر، ایسوسی ایٹ ایڈیٹر، مینیجنگ ایڈیٹر اور سیکشن ایڈیٹر کے مناصب ہوتے ہیں۔

چیف ایڈیٹر کی ذمہ داریاں:

چیف ایڈیٹر (مدیر اعلیٰ) کی سب سے اہم پوزیشن ہوتی ہے اور مجموعی طور پر رسالے کے علمی، فکری اور تحقیقی مضامین اور معیاری مشمولات کی تنظیم وتنسیق اور ابلاغ وترسیل کی پوری ذمہ داری اسی کے سر ہوتی ہے۔

کسی بھی ماہنامے کے ایڈیٹر ان چیف کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مجموعی طور پر رسالے کی حکمت عملی کے نفاذ کو یقینی بنائے۔رسالے کے مضامین اور مشمولات کا جائزہ لے اور بروقت اور پائیدار وسائل وذرائع سے رسالے کی اشاعت وترسیل کا پورا اہتمام کرے۔رسالے کے عناوین اور مشمولات کی تعیین اور پھر اس کے لیے قلم کاروں کے مضامین کے مطالبہ اور حصول کے لیے رسالے کے ایک سفیر طور پر کوشاں رہے۔

چیف ایڈیٹر کسی میگزین، اخبار، سالنامہ وغیرہ کے تمام شعبہ جات کا سربراہ ہوتا ہے، اور تمام اسٹاف اور انتظامی ممبران کا ذمہ دار ہوتا ہے۔چیف ایڈیٹر، پبلشر (طابع وناشر)، پروپرائٹر (مالک) اور ادارتی بورڈ کے درمیان سنگ میل ہوتا ہے۔چیف ایڈیٹر اور ایڈیٹر کی ذمہ داریوں میں بہت حد تک یکسانیت ہے۔

چیف ایڈیٹر ہی ایڈیٹوریل بورڈ تشکیل دیتا ہے اور اس کی قیادت کرتا ہے۔وہ پبلی کیشن وایڈیشن کے شعبے کا بھی اہم ذمہ دار ہوتا ہے اور ایڈیٹوریل بورڈ کا بھی قائد ورہنما ہوتا ہے۔

ایڈیٹر کی ذمہ داریاں:

ایڈیٹر کو عربی زبان میں مدیر کہا جاتا ہے۔اس کے معنی ہیں ذمہ دار یا مرکزی حیثیت رکھنے والا شخص، مگر آج یہ لفظ صحافت کے ساتھ زیادہ جڑ گیا ہے۔اس اعتبار سے مدیر وہ شخص ہے جو کسی صحافتی ادارے کی مجموعی ذمہ داریاں انجام دیتا ہے خواہ یہ ادارہ اخبارات کا ہو، ٹیلی ویژن کا ہو، یا کوئی اشاعتی ادارہ ہو، یا پھر کسی دینی اور علمی ماہنامے کا ہو۔

مدیر کی ذمہ داریوں میں جہاں ایک طرف ادارے میں کام کرنے والے کارکنوں کے درمیان مناسب روابط کو قائم کرنا اور ترقی دینا ہے، وہیں ان کی مناسب تربیت کا بندوبست بھی کرنا ہے۔انہیں وہ سہولتیں بھی فراہم کرنی

ہیں جو بدلتے ہوئے حالات میں انہیں مقابلے کی دنیا میں اپنے ہم عصروں کے سامنے سرخرو کرسکیں۔

اس سلسلے میں جہاں ایک طرف ان کی اجرتیں غور طلب ہوتی ہیں، وہیں ان کی پیشہ وارانہ ضروریات کا پورا ہونا بھی مدیر کے لیے ایک اہم موضوع ہے۔ مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والے مواد کا جائزہ لے کر اس کی زبان اور واقعات دونوں کی اصلاح کرنا، اسے اس کے مقام پر رکھنا مدیر کی ذمہ داری ہے۔ اسے یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ جن ذرائع سے خبر یا مواد حاصل کیے گئے ہیں، اس کی صداقت کی کیفیت کیا ہے۔

اسی کے ساتھ اسے یہ بھی خیال رکھنا پڑے گا کہ اخلاقیات کے معیار سے پست ہوکر کوئی بات نہ کہی گئی ہو۔ ملکی اور بین الاقوامی معاملات پر ایک مدیر کی اتنی گہری نظر ہونی چاہیے کہ کسی بہت بڑی غلطی سے صرفِ نظر نہ ہو سکے۔

مدیر کا کام ایک مستقل مشق ہے جو نئے خیالات کو جنم دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مدیر ماحول و معاشرے کو مربوط کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مدیر اپنی توانائیاں کبھی غیر ضروری کاوشوں میں ضائع نہیں کرتا۔

مدیر نورا کشتی کے کھیل سے اپنے رسالے کو محفوظ رکھتا ہے۔ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ مدیر کا رویہ کبھی تعصّبانہ نہیں ہوتا، ورنہ علم وادب اور فکر وفن کے وجود پہ خون کے چھینٹے صاف صفائی دکھائی دینے لگیں۔

سب ایڈیٹر کی ذمہ داریاں:

سب ایڈیٹر (نائب مدیر) رسالے کے مضامین اور میگزین کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ ویب سائٹ کے مواد کی بھی جانچ کرتا ہے، تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ ہجے کی غلطیاں، یا حقائق اور گرامر کی غلطیاں نہیں ہیں۔

وہ حسبِ ضرورت قارئین کے لیے کسی مضمون کے مشمولات و مواد کو آسان بنانے، یا کسی مفہوم کی وضاحت کی خاطر کچھ توضیح وتشریح بھی لکھنے کے مجاز ہوتے ہیں۔

ایسوسی ایٹ ایڈیٹر کی ذمہ داریاں:

ایک میگزین یا جرنل کی جسامت اور اس کی وسعت کی بنیاد پر، ایک جریدے میں ایک یا ایک سے زیادہ ایسوسی ایٹ ایڈیٹر (معاون مدیر) ہوسکتے ہیں۔ چیف ایڈیٹر اپنے ایسوسی ایٹ ایڈیٹرز کے ساتھ کام کرتا ہے۔

رسالوں، اخبارات، نشریاتی اداروں اور ذرائع ابلاغ کی دیگر شکلوں کے ادارتی بورڈس بڑی حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایسوسی ایٹ ایڈیٹرز بھی اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مختلف اداروں اور ان کی پالیسیوں کے اعتبار سے بھی بڑی حد الگ الگ ہوتے ہیں، تاہم یہ دونوں عنوانات بعض اوقات اسی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہیں جو اکثر لکھنے، ترمیم کرنے، منصوبہ بندی کرنے، حقائق کی جانچ پڑتال اور تحقیقی کاموں کے ساتھ قلمکاروں کے مضامین ورشحاتِ قلم کی تائید یا تردید کرتے ہیں۔

بعض اوقات اسسٹنٹ ایڈیٹر اور ایسوسیٹ ایڈیٹر کا مطلب ایک ایسے ثانوی درجے کے ایڈیٹر کا ہوتا جو اپنے

سینئر کے لیے کام کرتا ہے، یا پھر ان کی عدم موجودگی میں کام کو سنبھالتا ہے۔

مینیجنگ ایڈیٹر کی ذمہ داریاں:

مینیجنگ ایڈیٹر (انتظامی مدیر)، ایڈیٹوریل بورڈ کا وہ ذمہ دار ممبر ہوتا ہے جو رسالے کے قلم کاروں، ایڈیٹرز، گرافک ڈیزائنر اور طباعت وغیرہ کے کام اور ورک فلو کو مربوط کرتا ہے۔

سیکشن ایڈیٹر کی ذمہ داریاں:

کسی بھی کامیاب رسالے میں سیکشن ایڈیٹر کا ایک اہم رول ہوتا ہے۔ سیکشن ایڈیٹر صرف کسی مخصوص قسم کے مضامین و نگارشات، جیسے کتاب کے جائزے یا مختصر رپورٹوں کا جائزہ لینے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اکثر مدیر اعلیٰ ہی مضامین و نگارشات، طباعت و ترسیل وغیرہ کے بارے میں حتمی فیصلے کرتے ہیں، لیکن ایڈیٹر ان چیف اپنے تمام کاموں کو اپنی ماتحت ٹیم کے ذریعہ عمل میں لاتے ہیں، اس لیے وہ کسی ایک سیکشن یعنی ایک مخصوص قسم کے مضامین کے لیے ایک خاص ایڈیٹر بھی رکھ لیتے ہیں۔

گیسٹ ایڈیٹر اور اس کی ذمہ داریاں

مہمان ایڈیٹر کسی خصوصی شمارے کی اشاعت کے لیے مشمولات کو حاصل کرنے اور جائزہ لینے کے عمل کی رہنمائی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مہمان مدیر دو طرح بن سکتے ہیں۔ ماہنامہ ان کو تحقیق کے اپنے مخصوص شعبے میں ماہر کی حیثیت سے مدعو کرے۔ مہمان مدیر خود ماہنامے کو خصوصی شمارے کی تجویز پیش کرے۔ سینئر ایڈیٹر، ایڈیٹوریل بورڈ سے مشاورت کے بعد اسے منظور یا مسترد کر سکتا ہے۔ منظوری کی صورت میں مہمان مدیر اس خصوصی شمارے کی ادارت کا انجام دیتا ہے۔

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا یہ ''فلاح ونجات نمبر'' اپنی تمام تر خوبیوں اور معنوی محاسن کے ساتھ مدیران و ذمہ داران کی ایک منظّم اور فعال ٹیم سے بھی آراستہ اور مزین ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کے صدقے وطفیل آپ سب کی جملہ خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور اس رسالے کو دن گیارہویں اور دن بارہویں ترقیوں سے ہم کنار فرمائے: آمین ثم آمین

محمد شمس الحق مصباحی

استاذ: جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات (نیو کاسل: ساوتھ افریقہ)

فہرست تاثر نگاران

۱	حضرت علامہ ومولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری (پنجاب)
۲	حضرت علامہ مولانا سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی (ساؤتھ افریقہ)
۳	حضرت علامہ حافظ وقاری محمد لیاقت رضا نوری (اجین: ایم پی)
۴	حضرت علامہ مفتی افتخار احمد قادری (ساؤتھ افریقہ)
۵	حضرت مولانا شاہ فیصل خان قادری مصباحی (ساؤتھ افریقہ)
۶	حضرت مولانا محمد شمس الحق مصباحی (ساؤتھ افریقہ)
۷	حضرت مولانا ومفتی ڈاکٹر محمد اسلم رضا میمنی تحسینی (ابوظہبی)
۸	حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین مصباحی (یوکے)
۹	حضرت مولانا مفتی یحیٰی رضا نوری مصباحی (ممبئی)
۱۰	حضرت مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی (جے پور)
۱۱	حضرت مولانا مفتی نثار احمد خاں مصباحی (امبیڈکر نگر)
۱۲	حضرت مولانا غلام مصطفٰی نعیمی (دہلی)
۱۳	حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم ابن جماعہ (کیرلا)
۱۴	حضرت مولانا محمد شاہد القادری (کلکتہ)
۱۵	حضرت مولانا مفتی سید شہباز اصدق چشتی (افریقہ)
۱۶	حضرت مولانا سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی (ممبئی)
۱۷	حضرت مولانا شبیر احمد نظامی (مہراج گنج)
۱۸	جناب محمد زبیر قادری (ممبئی)
۱۹	حضرت مولانا محمد طفیل مصباحی (بھاگل پور)

۲۰	حضرت مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی (جھارکھنڈ)
۲۱	حضرت مولانا مفتی فیضان سرور مصباحی (اورنگ آباد)
۲۲	حضرت مولانا مفتی غلام جیلانی مرکزی (گلبرگہ)
۲۳	حضرت مولانا اصغر علی مصباحی (دھام نگر: اڑیسہ)
۲۴	حضرت مولانا مفتی عبید الرحمٰن شاہجہاں پوری (کراچی)
۲۵	حضرت مولانا محمد ارمان علی القادری (کیرلا)
۲۶	حضرت مولانا امین الدین مصباحی (جمشید پور)
۲۷	حضرت مولانا شاداب امجدی برکاتی (گھوسی)
۲۸	حضرت مولانا محمد ریحان رضا نوری (ایم پی)
۲۹	حضرت مفتی سراج احمد قادری مصباحی (احمد آباد)
۳۰	حضرت مولانا محمد یوسف نظامی مصباحی (ایم پی)
۳۱	حضرت مولانا مفتی خبیب القادری (بریلی شریف)
۳۲	حضرت مولانا محمد ظفر رضوی (حیدرآباد: سندھ)
۳۳	حضرت مولانا مفتی محمد مکی القادری الازہری الحنفی (گورکھ پور)
۳۴	حضرت مولانا محمد احمد حسن سعدی امجدی (علی گڑھ)
۳۵	حضرت مولانا قاضی مشتاق احمد رضوی نظامی (کرناٹک)
۳۶	حضرت مولانا نازش مدنی مرادآبادی (ناگور)
۳۷	حضرت مولانا خلیل احمد فیضانی (جودھ پور)
۳۸	حضرت مولانا وزیر احمد مصباحی (بانکا)
۳۹	حضرت مولانا فہیم جیلانی مصباحی (مرادآباد)
۴۰	حضرت مولانا محمد ایوب مصباحی (مرادآباد)

تاثرات اصحاب علم وفن

کلمات تحسین

حضرت علامہ ومولانا **سید صابر حسین شاہ بخاری** قادری
مدیر اعلیٰ: الحقیقہ: ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی
(برھان شریف، ضلع اٹک پنجاب: پاکستان)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللّٰہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

الحمدللہ، پاک و ہند میں چند سالوں سے سنی صحافت میں نہایت تیزی دیکھنے میں آئی ہے۔مختلف رسائل و جرائد مطلع صحافت پر طلوع ہوئے ہیں۔ان رسائل میں دہلی سے ایک ماہ نامہ ''پیغام شریعت'' بھی نمایاں طور پر سامنے آیا ہے۔

اس رسالہ نے گزشتہ تین سالوں میں سنی صحافت میں اپنا مقام اور نام پیدا کیا ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات وتالیفات اور علوم وفنون کے حوالے سے اس نے ''مصنف اعظم نمبر'' منصۂ شہود پر لا کر صحافتی دنیا میں اپنا لوہا منوالیا ہے۔رضویات کے باب میں ''پیغام شریعت'' کا یہ عظیم الشان نمبر اپنی مثال آپ ہے۔

ماہ نام ''پیغام شریعت'' کے مدیر اعلیٰ: علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری زید مجدہ اور مدیر: علامہ طارق انور مصباحی زید مجدہ ہیں۔ان دونوں کی ادارت میں اس کا اجرائے نو کیا جا رہا ہے، اور اس بار اس کا ایک عظیم وضخیم ''فلاح ونجات نمبر'' شائع کیا جا رہا ہے۔''پیغام شریعت'' اس بار اپنے دامن میں سیاسی وسماجی مضامین ومقالات کا ایک حسین گلدستہ لیے قارئین کی نذر ہو رہا ہے۔''پیغام شریعت'' کے ''فلاح ونجات نمبر'' کی ترتیب وتہذیب اور مضامین ومقالات کا حسنِ انتخاب قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید ہے۔

یہ نمبر چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب کا عنوان ''مسلمانانِ ہند اور سیاست وحکومت'' ہے۔اس کے ڈائریکٹر مولانا زاہد المرکزی ہیں۔اس میں مولانا بلال احمد نظامی، مولانا عبداللہ رضوانی مرکزی اور مولانا شاہد (علی

گڑھ) کی نگارشات شامل ہیں۔دوسرے باب کا عنوان''مسلمانانِ ہند اور معیشت وتجارت'' ہے۔ اس کے ڈائریکٹر مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی ہیں۔اس باب میں کل چھ مضامین ہیں۔

تیسرے باب کا عنوان''مسلمانانِ ہند اور سماجی ضروریات'' ہے۔ اس کے ڈائریکٹر مولانا منظر امن قادری ہیں۔اس میں عاکف حیدر، جاوید اسلم اور مولانا انصار الحق مصباحی کے مضامین ومقالات دعوت مطالعہ دے رہے ہیں۔ چوتھے باب کا عنوان''مسلمانانِ ہند اور فرقہ وارانہ فسادات'' ہے اس میں مولانا سید قدیر رضا مصباحی، مولانا زاہد علی مرکزی، مولانا احمد رضا مصباحی اور مولانا تفضّل عالم کے نہایت بصیرت افروز اور معلومات افزا مضامین ومقالات ہیں۔

مجموعی طور پر ماہ نامہ''پیغام شریعت'' کا یہ''فلاح ونجات نمبر'' اپنے موضوع پر ایک انوکھا اور البیلا نمبر ہے۔ اس میں پیغام شریعت ہے اور جادۂ حق کی طرف نشاندہی بھی ہے۔اس میں سیاسی وسماجی مسائل کا حل بھی ہے اور فرقہ وارانہ فسادات کا ازالہ بھی ہے۔ یہ نمبر نہ صرف مسلمانانِ ہند کے لیے، بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔سوئے اتفاق آج دنیا بھر میں مسلم اُمہ معیشت وتجارت، سیاسی وسماجی مسائل میں اغیار کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور اسلام کے سنہری اصولوں کو چھوڑ چکے ہیں۔

ایک منظّم سازش کے تحت مسلمانانِ عالم کے دلوں سے جذبۂ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عناصر نکالے جارہے ہیں اور انہیں سیکولر اور لبرل طبقے کی جانب مائل کیا جارہا ہے۔ان حالات میں ماہ نامہ ''پیغام شریعت'' کا''فلاح ونجات نمبر'' وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل''پیغام شریعت'' کے مدیر اعلیٰ مولانا فیضان المصطفیٰ قادری اور مدیر علامہ طارق انور مصباحی اور دیگر معاونین کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے: آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہٖ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین

معمار ملت حضرت علامہ مولانا سید **محمد علیم الدین اصدق** مصباحی

بانی وسربراہ اعلیٰ: دارالعلوم قادریہ غریب نواز (ساوتھ افریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام شریعت کا فلاح ونجات نمبر......قائدانہ پکار

عہد حاضر میں انڈیا کے مسلمان انتہائی مشکل ترین اور کربناک دور سے گزر رہے ہیں۔اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طاغوتی سازشیں بے لگام ہوچکی ہیں۔قتل وتشدد اور ظلم وبربریت کا ننگا ناچ عروج پر ہے۔تقریباً ہر روز نیوز

کے ذریعہ مسلم مخالف سرگرمیاں دیکھ کر، پڑھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے:

عصر حاضر کے شیاطیں نے منظّم ہوکر	طے کیا ہے کہ مٹادیں گے مسلماں کا نشاں

تصویر کا دوسرا رخ جو اس سے بھی بھیانک ہے، وہ یہ کہ بھارت کی مسلم قیادت خاموش تماشائی ہے، اور بے چارے عوام فکر مستقبل سے بے غم اپنے خانگی مسائل میں مگن ہیں۔ایسے سنگین حالات میں ہر دردمند دل کی پکار ہے کہ

کاش امت کی قیادت کریں اب ایسے لوگ	آستینوں میں ہوں جن کے ید بیضا پنہاں

ماہنامہ پیغام شریعت صرف ایک رسالہ کا نہیں، بلکہ ایک انقلابی تحریک کا نام ہے جو اسلامیان ہند کی دینی، ملی ہفکری اور سیاسی بیداری کے لیے تگ ودو کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے،جس پر ماہنامہ پیغام شریعت میں تسلسل کے ساتھ شائع ہونے والے فکری وسیاسی مضامین شاہد ہیں اور ابھی ماہنامہ کی یہ تازہ فخریہ پیش کش یعنی ''فلاح ونجات نمبر'' اسی سلسلہ کی ایک کامیاب اور قابل ستائش کڑی ہے۔

فلاح ونجات نمبر کے مشمولات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نمبر ایک درد ہے جو لفظوں میں لہو کی طرح دوڑ رہا ہے۔ایک کرب ہے جو حرف حرف سے عیاں ہے۔ یہ نمبر اسلامیان ہند پر ہونے والے ظلم وتعدی وقتل وغارت گری کی صحیح عکاس ہے۔اس کے مشمولات دیکھتے ہی بہت سے کربناک واقعات ذہن کے اسکرین پر دستک دینے لگتے ہیں جو دامن ضبط کو اشکوں سے بھگا دیتے ہیں۔یقیناً ماہنامہ پیغام شریعت کی یہ پیش کش قائدانہ پکار ہے جو امت مسلمہ کی بیداری کی منتظر ہے۔ یہ پکار رائے گاں نہیں جائے گی، بلکہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے اور امت مسلمہ میں بیداری پیدا ہوگی۔

مجموعی طور پر یہ نمبر ایک تاریخی نمبر ہے جو صوری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ ہے۔لاریب یہ ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کی خدمات میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اس تاریخ ساز پیش رفت اور قائدانہ پیش کش پر ہم چیف ایڈیٹر محبّ مکرم حضرت علامہ فیضان المصطفٰے قادری صاحب مدظلہ اور ایڈیٹر عزیز القدر حضرت علامہ طارق انوار مصباحی اور اس نمبر کے جملہ مقالہ نگار حضرات کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیغام شریعت کی خدمات قبول فرمائے اور آپ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

پیر طریقت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ حافظ وقاری **محمد لیاقت رضا نوری**

بانی وناظم اعلیٰ: دارالعلوم رضویہ غریب نواز (رضا نگر، اجین: ایم پی)

چیف ایڈیٹر: ماہنامہ پیغامِ رضا (اجین)

باسمہ تعالٰی وبحمدہ والصلوۃ والسلام علٰی رسولہ الاعلٰی وآلہ

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کا ''مصنف اعظم نمبر'' دوسال قبل منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے دینی علوم وفنون سے متعلق وقیع اور گراں قدر مضامین تھے۔ اب اسی ماہنامہ کی طرف سے ''فلاح ونجات نمبر'' قوم وملت کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اس کے عناوین اور ذیلی عناوین کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان شاءاللہ تعالٰی یہ نمبر بھارتی مسلمانوں کی ایک بڑی ضرورت کو پوری کرے گا اور نسل جدید کو ایک نئی منزل کی طرف رہنمائی کرے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی اصحاب میگزین کو مزید اعلٰی اور بے مثال خدمات کا حوصلہ عطا فرمائے: آمین

حضرت علامہ مولانا مفتی **افتخار احمد** قادری

شیخ الحدیث: دارالعلوم قادریہ غریب نواز (ساؤتھ افریقہ)

اپنے مرکز سے جدا ہونا تباہی ہے شکیل	بوئے گل گل سے جدا ہو کے بھٹکتی ہی رہی

رب تعالٰی کا عظیم فضل واحسان ہے کہ اس نے اہل سنت کے چند ذہین علما وفضلا کو ہند کے دار الحکومت میں متمرکز ہونے کی توفیق ارزانی فرمائی۔ یہ ہماری حرماں نصیبی تھی کہ ہم اپنے مرکز سے دور رہے اور مرکز کے ثمرات و فوائد سے اغیار متمتع ہوتے رہے، مگر رب کائنات نے ہمیں اس جانب متوجہ فرمادیا ہے۔ یہ بس اسی کا کرم ہے۔

اس فضل ربی کی ایک اہم کڑی سرزمین دہلی سے ایک اور معیاری رسالہ کا ظہور وصدور ہے۔ ''پیغام شریعت'' بڑا معنی خیز ہے یہ نام نامی۔ ان شاءاللہ تعالٰی اس نام کی برکتوں اور رحمتوں سے بے شمار افرادامت محظوظ ہوں گے۔

اس رسالہ کا ''فلاح ونجات نمبر'' اپنے صفحات پر بہت سے خوشنما عطر بیز گلہائے رنگارنگ کا گلدستہ لے کر آپ کے ذوق سلیم اور جذبات صادقہ کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ آپ آگے بڑھیں اور اس گلدستۂ محبت کو اپنے سینوں سے لگائیں اور اس کی خوشبو سے ایک جہاں کو متمتع کردیں۔ خود بھی معطر ہوں اور احباب کو بھی اس کی خوشبو سے سرشار کردیں۔

اس عظیم پیش قدمی پر میں علامہ فیضان المصطفٰے صاحب اور ان کے رفقائے عمل کو صمیم قلب سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ یہ حضرات اس مبارک مشن کو آگے بڑھانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کریں گے۔

رب تعالٰی اس تاریخی عمل میں آپ حضرات کو اپنی نصرت وکرم سے نوازتا رہے، اور اہل سنت کو تقویت و توانائی دینے کے لیے اپنی تائید وعون سے ہمیشہ بہرور فرماتا رہے۔

حضرت علامہ ومولانا **شاہ فیصل خان** قادری مصباحی بلرام پوری

استاذ: جامعۃ المدینہ، مسجد امام احمد رضا، خانقاہ چشتیہ صابریہ جہانگریہ (جوہانسبرگ: افریقہ)

مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلما

ابتدائیہ :

بین الاقوامی واٹس ایپ گروپ: ''پیغام بصیرت'' کے توسط سے علامہ طارق انور مصباحی (کیرلا) نے یہ فرحت بخش خبر سنائی کہ اہل سنت و جماعت کا علمی، فکری اور اصلاحی ترجمان ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) ایک تاریخ ساز خصوصی شمارہ بنام ''فلاح ونجات نمبر'' شائع کرنے جارہا ہے اور اس تعلق سے گروپ کے ممبرز سے اپنے تاثرات پیش کرنے کو بھی کہا۔

الحمدللہ! اس قلمی ادارے نے اپنی کم عمری ہی میں بڑی بڑی منزلیں طے کر لی ہیں۔ دو سال پہلے 2018 میں سیدی امام احمد رضا کا جشن صد سالہ عالمی طور پر بڑی آب وتاب کے ساتھ منایا گیا اور اسی مناسبت سے اس ماہنامے نے سرکار اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کا ایک حسین گلدستہ ''مصنف اعظم نمبر'' قوم وملت کی نذر کیا، اور اب ملک وملت کو درپیش مسائل سے نجات دلانے کے لیے اصحاب فکر و ذہن کو سر جوڑ کر بیٹھنے کی دعوتِ عامہ پیش کی۔

اللہ کرے نورِ قلم اور زیادہ

اسلام ایک کامل دین اور مکمل دستور حیات ہے۔ اس کا پیغام آفاقی اور ہمہ گیر ہے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ: اوکما قال۔ مفہوم حدیث یہ ہے کہ علم قرآن حاصل کر کے اپنے سینے میں ہی مت دفناؤ، بلکہ اس کے پیغامِ حیات کو آگے بڑھاؤ، اور اوروں کو پڑھاؤ۔

حجۃ الوداع شریف میں جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تو اس میں بھی اپنے حاضر باش اصحاب کرام کو ہدایت فرمائی کہ جو حاضرین ہیں، وہ میرے اس پیغام کو آگے بڑھائیں۔

یداللہ علی الجماعۃ :

اسلام نے اجتماعیت اور ٹیم ورک پر بڑا زور دیا ہے۔ تفرقہ بازی اور اختلاف وانتشار سے دور ونفور رہنے کا حکم ہے۔ شیطان اور اس کے چیلے یعنی پیشہ ور سیاست دان کب چاہیں گے کہ قومیں یا افراد متحد ہوں، ان کا آئین اور سلوگن تو یہی ہے کہ پھوٹ ڈالو، اور ان پر حکومت کرو۔ بڑا قلق ہوتا ہے کہ اب تو ہم مشرب وہم مسلک احباب ہی

باہم دست وگریباں ہیں ایک دوسرے کی کھینچا تانی اور پگڑیاں اچھالنے میں وقت اور قوتیں ضائع کررہے ہیں، اور کچھ ہیں جو ظاہری رسومات تک دین کو محدود کیے ہیں اور کچھ سفید پوشوں نے تو دین کا لبادہ اوڑھ کر ماحول سے آنکھیں ہی موندلی ہوئی ہیں اور ہمچوں ماغیرے نیست کی شراب سے مست ہیں۔

دین اسلام، دین رزم وبزم ہے۔اس کی رسم وراہ سیدھی اور بےلوث ہے۔ ہر محروم، مجبور اور مظلوم کی مدد کے لیے کھڑا ہے. **خیر الناس من ینفع الناس** ۔بہترین حضرات وہ ہیں جو اوروں کے کام آئیں نہ کہ اپنے نمبرز اور تعداد کا نعرہ لگائیں۔

اصحاب حل وعقد کو قوم وملت کی فلاح و بہبود کے لیے آگے آنا ہوگا۔قربانیاں دینی پڑیں گی۔اختلافات کو بھلا کر سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا۔ بہت زیادہ قیل وقال، کثرت سوال اور اضاعت مال پر لگام لگانا پڑے گا۔قوم کے مرد وزن کو اور بہت سارے مسائل کی خبر گیری کرنی ہے: ع/ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

افراد کی ذہن سازیاں کی جائیں۔ ہم تو فلسفے میں حکمتِ عملیہ کے تحت پہلی چیز جو پڑھتے ہیں، وہ تہذیب اخلاق ہے۔جب ہمارے اخلاق سیدھے اور اچھے ہوں گے تو اگلی منزلیں خود بخود طے ہوتی جائیں گی۔

حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا: اے علی! اگر تیرے واسطے اور تیری محنت سے اللہ تعالیٰ ایک فرد کو راہِ راست پہ لگا دے تو یہ سرخ اونٹوں اور قیمتی صدقات و خیرات سے بھی بدرجہا تیرے لیے بہتر ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز	چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حق و باطل کی جنگ ہر دور میں رہی ہے اور یہ جنگ چلتی رہے گی۔ایسی ہی نازک حالت، خلافتِ عثمانیہ کے زوال کے وقت پیدا ہوئی۔اس وقت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ایک علمی، فکری اور اصلاحی رسالہ قلم بند فرمایا: ''تدبیر فلاح ونجات و اصلاح'' اس، مبارک رسالہ کا اجتماعی درس اور مطالعہ ہونا چاہیے۔اس کی افادیت بعینہ برقرار ہے۔

اے رضا! ہر کام کا اک وقت ہے

عالم اسلام پر بالعموم اور اسلامیان ہند پر بالخصوص وہی نازک وقت آگیا ہے۔آج پھر اسی فکر رضوی کی ضرورت ہے۔الحمد للہ ہمارے فاضل اور بے باک علمائے کرام کی ایک مبارک ٹیم سامنے آئی ہے اور اصحاب قلم و قرطاس کو دعوتِ تحریر دی ہے کہ آگے بڑھیں اور اس مشکل وقت میں قوم کی ڈوبتی نیا کو بچائیں اور راہ فلاح ونجات کو قوم کے سامنے پیش فرمائیں۔

تبریک وتہنیت:

ہم نہایت ادب اور خلوص دل سے اس مبارک مستطاب اور مؤقر ماہنامے کی پوری ٹیم کو اور بالخصوص ایڈیٹر حضرات علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی، علامہ طارق انور مصباحی، اور گیسٹ ایڈیٹر علامہ شاہد علی مصباحی اور سیکشن ایڈیٹر علامہ اویس رضا قادری کو مبارک باد پیش کرتے ہیں:

ع/ یادیں رہ جاتی ہیں، انسان چلا جاتا ہے

فقط والسلام

ادیب ہفت رنگ حضرت علامہ مولانا **محمد شمس الحق** مصباحی

استاذ: جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات (نیوکاسل: ساؤتھ افریقہ)

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام

برادر عالی قدر، محبّ مکرم حضرت علامہ طارق انور مصباحی صاحب قبلہ ایڈیٹر: ماہنامہ ''پیغام شریعت'' دہلی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حفظکم اللہ جل شانہ ورعاکم: آمین

محبتوں کا بہت بہت شکریہ۔ یقین فرمائیں کہ آج کے اس شکستہ اور وائرس زدہ ماحول میں بھی آپ نے اپنے انقلاب آفرین اور سحر انگیز قلم سے پیغام شریعت کے معزز قارئین کو علمی، فکری، ایمانی اور روحانی قوتوں سے تازہ دم رکھا ہے۔ تالا بندی کے سبب ماہنامہ تو وقتی طور پر بند ہوگیا، مگر آپ کا قلم اور تیز گام ہوگیا۔ پہلے لوگ ماہانہ آپ کی تحریریں پڑھتے تھے، مگر اب ہر صبح ان کی آنکھیں آپ کی فکر ونظر سے سرشار ودوچار ہوتیں ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مضمون کی پیشانی پر جلی حرفوں والی اس عبارت ''از: طارق انور مصباحی'' مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) سے روز ناموں اور سوشل میڈیا کا پورا پیراہن معطر ہوجاتا ہے۔ اہل علم اور اہل محبت آپ کے نغمات قلم کے منتظر رہتے ہیں اور صبح وشام مختلف ذرائع ابلاغ پر بکھری ہوئی آپ کی علمی، فکری، اخلاقی، سماجی اور سیاسی انمول نگارشات کو پڑھ کر اپنی اپنی منزل کی راہ لیتے ہیں۔ اس وقت آپ کی زود نویسی، فکر وخیال کا ورود اور جذب ومستی کا بہاؤ بتاتا ہے کہ آپ کو قرطاس وقلم سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔

عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک	عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کاس الکرام

اللّٰہم زد وزد وبارک فیہ: آمین

الحمدللہ! یہ آپ حضرات کے اخلاص، لگن اور بے نفسی کی برکت ہے کہ ماہنامہ ''پیغام شریعت'' نے بڑے ہی

کم عرصے میں اپنا ایک منفرد مقام بنالیا ہے۔اس وقت اس کا شمار بین الاقوامی سطح پر اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نمائندگی کرنے والے اہم علمی اور فکری ماہنامہ کے طور پر ہوتا ہے۔ بڑے پیمانے پر سرکولیشن اور تقسیم کے سبب اس وقت یہ ماہنامہ ایک رجحان آفرین اور ٹرینڈ سیٹر کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

اس کے موضوعات معلوماتی، پرمغز اور فکر انگیز ہوتے ہیں۔ لاک ڈاؤن کے اس مرحلے میں اور ملکی حالات کے تناظر میں حسبِ حال فلاح ونجات کے ایک اس بروقت فکری اور معیاری نمبر کے ساتھ ماہنامہ پیغام شریعت کا دوبارہ اجرا ایک بڑا ہی مبارک اور لائق تحسین اقدام ہے۔ میں حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفٰے صاحب قبلہ اور آپ کی پوری ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ماضی میں کتنے ہی سنی جرائد شروع ہوئے، مگر چند سالوں کی ایک اچھی کارکردگی کے بعد بھی اکثر دم توڑ گئے، یا پھر بیدم اور بے جان ہوکر رہ گئے۔

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام	جس کو کِیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

مفکر اسلام حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر **محمد اسلم رضا** میمنی تحسینی

مفتی حنفیہ: آفیشیل فتویٰ سنٹر (ابوظبی)

الحمد للّٰہ والصّلاۃُ والسّلامُ علی رسولِ اللّٰہ وعلی آلہٖ وصَحْبِہٖ ومَن والاہ

أمّا بعد: فأعوذُ باللّٰہ مِنَ الشّیطانِ الرَّجیم::بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ہر گزرتے دن کے ساتھ، بھارتی مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، سماجی، سیاسی اور مُعاشرتی سطح پر انہیں طرح طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ بھارت کی مین سٹریم (Mainstream) جماعتیں، مسلمانوں کے ووٹ بینک کو استعمال کر کے انہیں غربت اور پسماندگی کے دلدل کی طرف دھکیل رہی ہیں۔

اپنی تمام ترحُب الوطنی اور وفاداری کے باوجود، بھارتی حکومتی ادارے مسلمانوں پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ چالیس 40 کروڑ کی مسلم آبادی ہونے کے باوجود، قومی سطح پر مسلمانوں کی ایک بھی سیاسی جماعت کا وُجود آج تک ناپید ہے۔ سکیورٹی فورسز (Security Forces) اور دیگر انتظامی اداروں میں بھی مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ ''بھارتی سینسز ڈیپارٹمنٹ'' نے اپنی ایک تازہ رپورٹ میں یہ تسلیم کیا کہ مسلم آبادی کے تناسُب سے پولیس فورس میں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک برابر ہے۔

("بھارتی پولیس میں مسلمانوں کی بھرتی روک دی گئی" روزنامہ امّت، 24 نومبر 2018)

"اسٹیٹس آف پولیسنگ انڈیا رپورٹ" 2018 میں 15 ہزار 562 امیدواروں سے انٹرویو میں، جب یہ سوال کیا گیا کہ: ''ریاستوں کی پولیس میں مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم کیوں ہے؟ تو ہندو امیدواروں نے اس

سوال کے جواب میں مسلمانوں کی حب الوطنی میں کمی کو اس کا سبب قرار دیا، لیکن مسلمانوں اور سکھوں نے اس کی وجہ ہندوؤں کا تعصب قرار دیا کہ وہ مسلمانوں کو آگے نہیں آنے دینا چاہتے‘‘۔

("بھارتی پولیس میں مسلمانوں کی بھرتی روک دی گئی" روزنامہ امّت، 24 نومبر 2018)

بھارتی جریدے " نیشنل ہیرالڈ " (National Herald) نے ایک سنسنی خیز رپورٹ میں بھارتی مسلمانوں کی پولیس میں ریکروٹمنٹ (Recruitment) اور تناسب پر سیر حاصل بحث کی ہے، اور بتایا ہے کہ: "مسلمانوں کو جان بوجھ کر پولیس فورس میں شامل نہیں کیا جاتا، جس کی بنیادی وجہ اس غلط تاثر کا پایا جانا ہے کہ مسلمان "بھارت دیش" کے اس طرح وفادار نہیں ہو سکتے، جس طرح ہندو شہری ہوتے ہیں، اور امن کے قیام سمیت دہشت گردی کے خلاف ہندو سپاہی جس طرح کام کرتے ہیں، اس طرح مسلمان پولیس اہلکار اور افسران کام نہیں کر سکتے۔

(بھارتی پولیس میں مسلمانوں کی بھرتی روک دی گئی" روزنامہ امّت، 24 نومبر 2018)

تقسیمِ ہند کو ستّر 70 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود، بھارتی مسلمانوں کی وفاداری پر شک وشبہ کا اظہار کرنا، اور انہیں سکیورٹی کلیئرنس (Security Clearance) نہ دینا افسوس ناک اَمر ہے!

مسلمانوں کے ساتھ یہ امتیازی سُلوک، بھارت کے سیکولر جُمہوری چہرے پر کسی بدنما دھبے سے کم نہیں ہے! اور اس سے چھٹکارہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ مسلم نوجوانوں کو بھی سیاسی اور انتظامی اُمور میں اپنا کردار ادا کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے!

مسلمانانِ ہند کو درپیش متعدد مسائل میں سے، ایک بڑا مسئلہ فرقہ وارانہ فسادات ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ بھارت میں جب بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے، سکیورٹی فورسز (Security Forces) نے اپنے فرائض سے مجرمانہ غفلت برتتے ہوئے، ہمیشہ مذہب کی بنیاد پر جانبداری کا مظاہرہ کیا، اور مسلمانوں کی سب سے زیادہ اَموات ہونے کے باوجود، انتظامیہ نے بھی مسلمانوں کے ساتھ بدسُلوکی، ناانصافی اور توہین آمیز رویہ اختیار کیا۔ مسلمانوں کے گھروں اور اَملاک کو نقصان پہنچایا گیا۔ متاثرہ فریق ہونے کے باوجود مسلمانوں کو ہی گرفتار کیا گیا۔

علاوہ ازیں مسلمان گھرانوں کی تلاشی کے بہانے، چادر اور چار دیواری کے تقدّس کی پامالی بھی معمول کی بات ہے! کشمیری مسلم خواتین کی عصمت دری کے واقعات تو آئے دن میڈیا کی زینت بنتے ہی رہتے ہیں، لمحہ فکریہ یہ ہے کہ بھارت کے مسلمان اپنی ماؤں، بہنوں اور بہو، بیٹیوں کے ساتھ ہونے والے اس ناروا سُلوک پر آخر کب تک یونہی خاموش رہیں گے؟

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!	تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟

لہٰذا ہمارے بھارتی مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ اپنے آئینی اور قانونی حق کے لیے آواز بلند کریں۔ تعلیم کی

اَہمیت کو سمجھیں اور اسے اُجاگر کریں۔ معیشت اور تجارت کے عالمی اصول وقوانین اور اَسرار ورُموز کو سیکھ اور سمجھ کر، ملکی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ بے روزگاری اور غربت سے نَجات کے لیے ای کامرس (E.Commerce) ،ای ٹیچنگ (E-Teaching)، بلاگنگ سسٹم (Blogging System) اور مارکیٹنگ (marketing) جیسے ڈیجیٹل (Digital) ذرائع آمدنی بھی اپنائیں۔

ظلم وزیادتی اور بے گناہ مسلمان قیدیوں کی رہائی اور سماجی برائیوں کو قانونی جنگ کے ذریعے ختم کرنے کے لیے قانون کی تعلیم ضرور حاصل کریں، تاکہ ملکی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے، آپ اپنا حق حاصل کرسکیں۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (print media) میں بھی اپنا اثر ورُسوخ پیدا کریں۔ پڑھے لکھے مسلمان نوجوان اس کی باقاعدہ تعلیم حاصل کریں، اور اسے پروفیشن (profession) کے طور پر بھی اپنائیں، کیوں کہ موجودہ دَور کا یہ ایک ایسا طاقتور ہتھیار ہے، جس کی اَہمیت سے کسی طور پر انکار ممکن نہیں۔

بہرحال من حیث القوم ہم مسلمان اس وقت تک ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہیں ہوسکتے، جب تک سماجی، مُعاشی اور سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ، اپنے اندر علمی وفکری شُعور بیدار نہ کرلیں، اسی فکری شُعور کو بیدار کرنے کے لیے ماہنامہ "پیغامِ شریعت" عرصہ تقریباً چار 4 سال سے مصروفِ عمل ہے، ان کا ہر شمارہ اور خصوصی نمبر اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ زیر نظر خصوصی شمارہ "فلاح ونَجات نمبر" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس پر چیف ایڈیٹر حضرت مفتی فیضان المصطفٰی اعظمی صاحب ؟ دامت برکاتہ العالیہ ? اور ادیبِ شہیر حضرت مولانا طارق انور مصباحی صاحب سمیت، تمام ادارتی ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے! ان کے اس تحقیقی کام اور شبانہ وروز محنت کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے! تمام موضوعات اچھوتے، لاجواب اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں! ہر مقالے کا اندازِ تحریر شاندار اور مواد جاندار ہے! ہر مقالہ نویس نے لکھنے کا حق ادا کیا ہے، اللہ کریم ان کے قلم میں سلاست ورَوانی کو سلامت رکھے، اور ماہنامہ "پیغامِ شریعت" کے جملہ اراکین کو دِین ودنیا کی بھلائیاں اور خیر وبرکت نصیب فرمائے، آمین!۔ وصلّی اللہُ تعالیٰ علیٰ خیرِ خَلقِہٖ سیِّدِنا محمدٍ، وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اَجمعین، والحمد للہ ربّ العالمین!

مفتی قوم وملت حضرت علامہ مفتی **محمد نظام الدین** مصباحی (یوکے)

السلام علیکم ورحمۃ االلہ وبرکاتہ

قارئین کرام! ''فلاح ونجات نمبر'' جو محبّ گرامی علم کلام کے ماہر، فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ ومولانا طارق انور مصباحی صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ اور ان کی ٹیم نے تیار کیا ہے، وہ مسلمانان عالم اور مسلمانان ہند کے لیے بالخصوص ایک مینارۂ نور ہے۔

جہالت اور مایوسیوں کی ظلمتوں میں اس مینارۂ نور سے جو بھی روشنی حاصل کرے گا، اس کے لیے کام یابی کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے احباب کو اس طرح کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین

مبلغ اسلام حضرت علامہ ومولانا **یحییٰ رضا** نوری مصباحی

استاذ: جامعۃ المدینہ فیضان کنز الایمان (ممبئی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نبیرۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی وحضرت مولانا طارق انور مصباحی ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے ذریعے دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اب ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا ''فلاح ونجات نمبر'' شائع فرمارہے ہیں۔ ان میں جن عناوین کو منتخب فرمایا گیا ہے، وہ ہند کے حالات کے پیش نظر بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے پیغام شریعت کے فیضان کو عام وتام فرمائے۔ اس کے ذریعے مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ حاصل ہو: آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

معمار قوم وملت حضرت علامہ مولانا مفتی **خالد ایوب** مصباحی شیرانی

چیرمین: تحریک علمائے ہند (جے پور: راجستھان)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے ارباب بست وکشاد "فلاح ونجات نمبر" کے لیے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ یہ نمبر جہاں ملت کے مسائل کے حل کی طرف مبارک پیش رفت ہے، وہیں مذہبی ارباب قلم کے لیے ایک نئی جولان گاہ کا ڈائریکشن بھی ہے۔ ایک مدت ہوئی شخصیات پر خامہ فرسائیاں اور شخصی نمبر ہی جماعت کی پہچان سے بن چکے ہیں۔ شاید پیغام شریعت اس روایت شکنی میں سرفہرست جگہ پانے والے رسالوں میں سے ایک ہے، جس نے محض خانقاہی اور بڑے خاندانوں کے ہاں پذیرائی یا تقرب کے لیے روایتی شمارے کی بجائے ڈائریکٹ ملت کے مسائل پر توجہ دی اور وہ بھی ان مسائل پر جو براہ راست اسلامیان ہند کی سب سے بڑی ضرورت ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ رسالہ کے ذمہ داروں کو اس بت شکنی کی سزا یہ ملے کہ یہ نمبر روایت پسندوں کے ہاں وہ مقام نہ حاصل کر پائے جو اس کا قرار واقعی حق ہے، لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ یہ نمبر نوجوان اصحاب فکر ونظر اور دردمند علما کے یہاں بے پناہ مقبولیت حاصل کرے گا۔

ماہنامہ پیغام شریعت کی اس روایت سے یہ بھی امید ہے کہ بالخصوص نئی راہوں کے متمنی نوجوان اصحاب قلم اس مبارک پیش رفت سے نصیحت حاصل کریں گے۔اسی طرح خود ماہنامہ پیغام شریعت سے بھی امید کی جاتی ہے کہ ملت اسلامیہ کے وہ درجنوں مسائل جو ہنوز پوری بے اعتنائی کے ساتھ فراموش کردہ ہیں، ان پر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کوئی خصوصی شمارہ نظر نواز ہوگا۔

ارباب فکر وقلم کو چاہیے کہ وہ برننگ ایشوز پر گہری نظر رکھیں، معتدل اور سنجیدہ تحریریں لکھیں اور پھر ان تحریروں کی ترسیل عام تر کرنے کے لیے علاقائی، نیشنل اور انٹرنیشنل لینگویجز میں بالخصوص ٹرانسلیٹ کریں، تاکہ مذہبیات اور سماجیات کے بیچ کی خلیجیں پاٹی جاسکیں اور تحریروں کا اصل مدعا حاصل ہو۔

فقیر راقم الحروف فلاح ونجات نمبر کا روزِ اول سے مشیر کار اور اپنی تمام تر غفلتوں کے ساتھ تھوڑا موڑا معاون بھی رہا ہے۔اس حیثیت سے کھلے دل سے یہ اعتراف کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ حضرت مولانا طارق انور مصباحی صاحب نہ صرف ماہنامہ پیغام شریعت کے لیے، بلکہ پوری جماعت اہل سنت کے لیے نعمت بے بہا کا درجہ رکھتے ہیں۔

فعال آدمی بجائے خود متحرک رہ کر دوسروں کو کس قدر متحرک رہ سکتا ہے، مولانا موصوف اس کی بہترین مثال ہیں۔متکلمانہ حزم واحتیاط کے ساتھ مولانا مصباحی ملی، مسلکی، فلاحی، سیاسی اور سماجی مسائل کے متعلق بے باکانہ رائے رکھتے ہیں اور قابل رشک حد تک متحرک رہتے ہیں۔ یہ تازہ دستاویز دراصل مولانا موصوف کی اسی فکر رسا اور حرکت عمل کا عطر ہے۔اللہ رب العزت اسے اپنے مقصد سے ہم کنار کرے اور بامراد فرمائے: آمین

فاضل شہیر حضرت علامہ مفتی **نثار احمد خان** مصباحی

رکن: تحریک ''روشن مستقبل''

استاذ ومفتی: مدرسہ برکت العلوم (نواری، جہاں گیر گنج، امبیڈکر نگر: یوپی)

گرامی قدر علامہ طارق انور مصباحی زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماہ نامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) کے ''فلاح ونجات نمبر'' کی اشاعت ایک ضروری اقدام اور ایک بہت بڑے خلا کو بھرنے کی چھوٹی، مگر-ان شاء اللہ تعالیٰ- کامیاب کوشش ہے۔یقیناً یہ اردو رسائل کے خصوصی شماروں کی دنیا میں ایک منفرد اور ممتاز نمبر ثابت ہوگا جو مسلمانان ہند کی فلاح وترقی، اصلاحِ احوال اور نجات واستحکام کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔

ہمارے وطن میں قوم مسلم کی اجتماعی حالت ہر صاحبِ نظر پر آشکارا ہے۔ ہماری کشتی جس منجدھار میں ہے،

اس سے نکالنے کے لیے بالغ نظر اور روشن فکر ناخداؤں کو حق قیادت ادا کرنے کی ضرورت ہے، مگر ہر طرف جو جمود ہے، وہ نہایت حوصلہ شکن اور مایوس کن ہے، اور افسوس تو یہ ہے کہ یہ جمود ٹوٹتا بھی نظر نہیں آتا۔

یقیناً ایسے ماحول میں ''پیغام شریعت'' کی ادارتی مجلس نے بروقت اقدام فرما کر قوم کو نہ صرف سہارا دیا ہے، بلکہ ماضی کے تجزیے کے ساتھ کشتی کو منجدھار سے نکال کر روشن ساحل نجات سے ہمکنار کرنے کا سلیقہ وشعور بھی دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس خصوصی شمارے کو مسلمانِ ہند کی فلاح وترقی اور نجات واستحکام کا ایک ذریعہ بنائے اور آپ حضرات جیسے مخلص مفکرین وقائدین کثرت سے قوم مسلم کو عطا فرمائے۔

آخر میں ''پیغام شریعت'' کے مدیر اعلیٰ: علامہ فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی، مدیر: علامہ طارق انور مصباحی ،مہمان مدیر: مولانا شاہد علی مصباحی اور اس شمارے کی جمع وتدوین میں شامل سبھی حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا **غلام مصطفیٰ** نعیمی

مدیر اعلیٰ: سواد اعظم (دہلی)

''فلاح ونجات نمبر علامہ طارق انور کی وسعت نظری کا آئینہ''

حضرت علامہ طارق انور مصباحی ایک جہاں دیدہ اور حقیقت پسند آدمی ہیں۔آپ کی نگاہ جہاں اندرونی مسائل پر رہتی ہے تو خارجی مسائل بھی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتے۔آپ قوم مسلم کی ہمہ جہت فلاح و بہبود کے متمنی اور اس کے لیے ہر وقت متحرک وفعال رہتے ہیں۔بات چاہے عقائد ونظریات کی ہو، یا رسوم ورواج کی۔آپ دونوں جہات پر یکساں نظر رکھتے ہیں۔عقائد پر شب خون مارا جارہا ہو تو آپ سیف قلم لیے تیار ملتے ہیں۔تہذیب وثقافت خطرے میں ہو تو سچے سپاہی کی طرح مستعد نظر آتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے۔نہ تو عبادت کے نام پر رہبانیت کی اجازت ہے، نہ ہی ضرورت دنیا کے نام پر آوارگی کی گنجائش۔ہمارے دین کا بنیادی فلسفہ دین ودنیا کی بھلائی حاصل کرنا ہے، اسی لیے رب تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَّفِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَاعَذَابَ النَّارِ (سورہ بقرہ: آیت 102)

''اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا''۔

یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے دین کی طرح دنیا کی بھلائی بھی طلب کریں۔دنیوی تنگ دستی بہت ساری آزمائشوں کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے۔کئی بار یہ آزمائشیں انسان کے عقیدہ ونظریہ پر حملہ آور ہوتی ہیں۔اگر انسان مضبوط فکر ونظر کا مالک نہ ہو تو گمراہ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔اسی لیے آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے غریبی سے پناہ مانگی:

أَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6889)

''میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے......
اور ہمیں فقر سے غنا عطا فرما''۔

بھارت جیسے ملک میں غریب مسلمانوں کے ایمان وعقیدے پر مال ودولت کے ذریعے حملے ہوتے رہتے ہیں۔ کئی بار اچھی تعلیم یا نوکری کے نام پر مسلم نوجوانوں کو بہکانے کی کوشش ہوتی ہے، اس لیے دنیوی تعلیم اور روزگار کے اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے علامہ طارق انور مصباحی نے کچھ عرصہ قبل ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کی جانب سے ایک ایسے خصوصی نمبر کا خاکہ پیش کیا جس میں مسلمانوں کی تعلیم، روزگار اور حکومتی ملازمت کے بارے میں ٹھوس حقائق اور پیش آنے والی مشکلات کا حل موجود ہو۔

اس خاکے پر دیگر اہل قلم نے اپنی کاوشوں سے رنگ وروغن کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک شاندار ضخیم نمبر تیار ہو گیا۔ یہ نمبر اس لحاظ سے منفرد وممتاز ہے کہ مذہبی صحافت میں عموماً ایسے موضوعات خال خال ہی زیر بحث آتے ہیں، مگر جن کی نگاہیں عقابی ہوں اور پرواز شاہین سی، وہ ہمیشہ قوم کے ضروری مسائل پر نگاہ رکھتے ہیں۔

یہ نمبر مسلم نوجوانوں کے لیے ایک بیش بہا خزانہ ثابت ہوگا۔ اس سے قبل بھی موصوف اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی کے عرس صد سالہ کے موقع پر ''مصنف اعظم نمبر'' نکال کر اہل علم سے داد وصول کر چکے ہیں۔ امید ہے کہ یہ نمبر بھی مقبولیت کی اعلیٰ منزلیں طے کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور مدیر محترم کو مزید بلندیاں عطا فرمائے۔

14: جمادی الاول 1442 مطابق 30: دسمبر 2020 - بروز چہار شنبہ
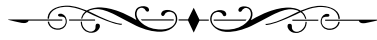
مفتی اسلام حضرۃ العلام **محمد ابراهیم ابن جماعه** القادری العلیمی
مفتی مذاہب اربعہ: دارالافتا: جامعہ مرکز الثقافۃ السنیۃ الاسلامیہ (کارندور، کالی کٹ: کیرلا)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) نے 2016 سے اب تک کی ایک قلیل مدت میں نماں، پُرعزم اور قابل تقلید کامیابی حاصل کی ہے۔ ''مصنف اعظم نمبر'' کے بعد عادی تسلسل سے ہٹ کر عصر حاضر کے سیاسی مباحث، تجارتی تجاویز، سماجی نظم وضبط اور فرقہ وارانہ فسادات پر مہمیز لگانے کے آئیڈیاز کے علاوہ مسلمانان ہند کی مختلف قسم کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''فلاح ونجات نمبر'' مرتب کیا ہے۔

مفتی فیضان المصطفیٰ امجدی،علامہ طارق انور مصباحی اور تمام قلمکاران وکارکنان اورنشرواشاعت میں تعاون کرنے والوں کومبارک باد پیش کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سب کواجرعظیم عطافرمائے (آمین)

اللہ تعالیٰ ’’فلاحونجات نمبر‘‘ کوتمام مسلمانان ہنداورخصوصاً ملت اسلامیہ کے بااثر افراد، اور سیاسی ،سماجی ، معاشی ،قومی وملکی محاذپرخدمات انجام دینے والے قائدین کے لیے رہنماوگائیڈ بنائے:(آمین)

ذرادیکھ اس کو جو کچھ ہورہا، ہونے والا ہے　　دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں

مورخہ:30 :دسمبر 2020:بروز پنج شنبہ

حضرت علامہ ومولانا **محمد شاھد** القادری

جنرل سکریٹری:مجلس علمائے اسلام بنگال (کلکتہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم::نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محقق عصرحضرت مفتی فیضان المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالیٰ

چیف ایڈیٹر:ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج عالی بخیر ہوں گے!

مکرمی!

آئے دن روزنامہ ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہنامہ،سہ ماہی،ششماہی اورسال نامہ کےنمبرات نکلتے ہی رہتے ہیں۔جماعت اہل سنت کے رسائل کے بھی نمبرات شائع ہوتے ہیں،لیکن شخصیاتی نمبرات غالب رہتے ہیں۔

تعلیمات،سماجیات،ماحولیات،سائنسیات،حالات حاضرہ پرنمبرات کا نکلنا شاذ ہے۔باعث مسرت و شادمانی ہے کہ آپ کی قیادت میں "پیغام شریعت دہلی" کا بہت ہی اچھوتا اورعلمی شاہ کار "فلاح ونجات نمبر" پوری شان وشوکت کےساتھ شائع ہورہا ہے۔

فہرست مضامین دیکھنے کے بعد شاداں وفرحاں ہوا کہ جن عناوین کومرکزیت حاصل ہیں۔ایسے مضامین حالات حاضرہ کےموافق ہیں اور مسلمانوں کے لیےمشعل راہ اور مستقبل کے لیے رہ نما ہیں، نیز ہمارا ملک عزیز جن ناگفتہ بہ حالات سے گزررہا ہے،ان حالات کی بھرپورعکاسی کی گئی ہےاورایسے تشویس ناک حالات میں مسلمانوں کو کس قدرحکمت وتدبر سے کام لینا چاہے،ان خطوط کا بھی تعین کردیا گیا ہے۔گویا تاریک مستقبل کوتابناک بنانے

میں یہ نمبر کلیدی رول ادا کرے گا: ان شاء اللہ عزوجل۔

الحمدللہ! یہ عظیم شاہ کار صوری ومعنوی ہر دو اعتبار سے اپنے اندر انفرادیت لیے ہوے ہے۔ امید قوی ہے کہ "مصنف اعظم نمبر" کی طرح یہ نمبر بھی مقبول خاص وعام ہوگا۔

رب قدیر آپ کی پوری ٹیم کو اجر جزیل عطا فرمائے: والسلام مع الخیر

حضرت مولانا مفتی **سید شہباز اصدق**

استاذ ومفتی: دارالعلوم قادریہ غریب نواز (ساؤتھ افریقہ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سنی دنیا کا ممتاز رسالہ ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

اہل سنت و جماعت کا ترجمان ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) ایک ممتاز رسالہ ہے۔ ابھی چار سال پہلے کی بات ہے کہ اپریل 2016 میں اس رسالہ کا اجرا عمل میں آیا تھا۔ ان چار سالوں میں آخری سال یعنی 2020 موجودہ عالمی وبا کوڈ 19 کے نذر رہا۔ گویا ماہنامہ پیغام شریعت کے خدمات کی کل مدت تین سال ٹھہری۔ اس مختصر سی مدت میں ماہنامہ پیغام شریعت نے جس برق رفتاری سے رسائل کی دنیا میں اپنے نام اور کام کا لوہا منوایا ہے۔ وہ لائق رشک اور قابل داد ہے۔

فکر وفن، نقد ونظر، تحقیق وتفحص اور زبان وادب ہر لحاظ سے یہ ماہنامہ کامل واکمل ہے۔ دینی، ملی وسیاسی محاذ پر ملت اسلامیہ کی تحریری قیادت کرنا اور دینی، ملی، فکری وسیاسی بیداری کے لیے امت مسلمہ کو مسلسل مہمیز کرتے رہنا اس رسالہ کا وہ منشور ہے جو کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے۔

تین سال کی مختصر سی مدت میں یہ ماہنامہ کثیر الاشاعتی رسالہ بن چکا ہے اور اب یہ مجلّہ بھارت کی سرحد سے آزاد ہوکر دنیا کے مختلف مما لک میں پہنچ کر داد تحسین حاصل کر رہا ہے۔ میں نے ساؤتھ افریقہ کے اردو داں طبقے سے اس رسالہ کی تعریف سنی ہے اور انھیں اس رسالہ کو قدر کی نگاہ سے پڑھتے دیکھا ہے یقیناً یہ اس رسالہ کی عالمگیر مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

2019 میں صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر ماہنامہ پیغام شریعت نے ''مصنف اعظم نمبر'' کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ یہ نمبر انتہائی مقبول ہوا، دنیا بھر کے اصحاب علم وفضل نے اس نمبر کی عظمت کو خراج پیش کرتے ہوئے ماہنامہ پیغام شریعت کی خدمات جلیلہ کو سراہا۔ ابھی یہ سطور لکھ ہی رہا تھا کہ واٹس ایپ پر اس ماہنامہ کے روح رواں و

ایڈیٹر،ادیب شہیر حضرت علامہ طارق انور مصباحی صاحب زید مجدہ کا یہ میسیج نظر نواز ہوا کہ ماہ دسمبر میں ماہنامہ پیغام شریعت کا ''فلاح ونجات نمبر'' شائع ہونے جا رہا ہے جس میں نامور صاحبان لوح وقلم کے فکر انگیز تحقیقی مقالے شامل ہیں۔

اس مبارک خبر سے بے حد مسرت ہوئی۔ یقیناً یہ ایک تاریخ ساز پیش رفت ہے اور ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔اس پیش رفت پر راقم الحروف ماہنامہ پیغام شریعت کی متحرک وفعال ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔

یہ جہد مسلسل اور سعی پیہم ادارہ کے لیے خوش آئند اور مبارک ہے۔ ماہنامہ پیغام شریعت کے عزائم اور کام کی رفتار کو دیکھ کر شاعر کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں	وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیغام شریعت کی خدمات کو قبول فرما کر اسے عمر خضر عطا فرمائے۔

حضرت مولانا سید **محمد اکرام الحق** قادری مصباحی

پرنسپل: دارالعلوم محبوب سبحانی (کرلا: ویسٹ ممبئی)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتابِ حکمت میں امتِ مسلمہ کو خیرِ امت کے لقب سے نوازا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس امت کو دنیا میں اسی لیے بھیجا گیا ہے، تاکہ وہ تمام بنی نوعِ انسانی کی ہدایت وقیادت کا جذبہ اور ان کی دنیوی واخروی فلاح وبہبود کی فکر لیے ہوئے زندگی گزارے۔

یقیناً یہ دعوت الی الخیر ایک ایسی عظیم ذمہ داری اور اہم منصبی فریضہ ہے جس کا بارِ گراں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے کاندھوں پر ڈالا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ''خیرِ امت'' کا مختصر سا لقب پوری انسانیت کی فلاح وبہبود کی تمام تر ذمہ داریوں کو اپنے اندر سموے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک یہ امت دعوت الی الحق کے تقاضوں کو پورا کرتی رہی، فلاح وبہبود اور قیادت وحکمرانی اس کی مقدر بنی رہی۔

لیکن افسوس کہ جو قوم، دیگر اقوامِ عالم کی رشد وہدایت اور عظمت وارتقا کے لیے معرضِ وجود میں آئی تھی، آج وہی خود اپنے مقصدِ حیات اور سمتِ زندگی کو فراموش کر بیٹھی ہے اور نتیجۃً قعرِ مذلت کے دلدل میں روز بروز پھنستی چلی جا رہی ہے۔ جس طرح دنیا کے دیگر ممالک میں مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو اور دینی وملی تشخص سب داؤں پر لگے ہوئے ہیں، ٹھیک اسی طرح کے حالات سے بھارت کے مسلمان بھی بری طرح دوچار ہیں۔

زندگی کے ہر شعبے میں ان کو دانستہ طور پر پستی کی طرف ڈھکیلا جا رہا ہے۔ کہیں ان کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا جا رہا ہے تو کہیں سیاسی اور مذہبی طور پر ان کا استحصال ہو رہا ہے، یہاں تک کہ اب ان کی جان ومال بھی

محفوظ نہیں رہے۔ اللہ قادر مطلق اس قومِ مسلم کا حامی وناصر ہو!

ایسے پرخطر حالات میں کہ جب بھارت کے مسلمان تاریخ کے ایک نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں اور روز بروز ان کا جینا دوبھر کیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیغامِ شریعت (دہلی) کا یہ ''فلاح ونجات نمبر'' مایوسی کی شکار امتِ مسلمہ کے لیے امید کی کرن کا کام کرے گا، نیز ان کی ہمہ جہتی ارتقا و بلندی اور فلاح و بہبود کے لیے ایک سنگ میل بھی ثابت ہوگا۔

بندۂ احقر وقت کی قلت اور طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اس نمبر کے مضامین کا بغور مطالعہ تو نہ کر سکا، البتہ ان پر طائرانہ نظر ضرور ڈالی اور واقعی انھیں بہت خوب پایا۔ یقیناً یہ نمبر ایسے حسین اور گراں قدر مشمولات سے مزین ہے جو قومِ مسلم کی بیماریوں کا مداوا، ان کو درپیش پریشانیوں کا حل اور ان کی ترقی کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں سے نبرد آزما ہونے کی تدابیر فراہم کرتے ہیں۔

بندۂ ناچیز اس نمبر کے تمام قلم کاروں، معاونین، مشاورین اور اہل ادارہ کو اس زبردست اور مثالی پیش رفت پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک بادی پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ رب قدیر اس نمبر کے پیغام عام وتام کو امت کے حق میں خوب مفید ونفع بخش بنائے: آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

صحافی ملت حضرت مولانا **شبیر احمد** نظامی

خصوصی نمائندہ: روزنامہ شان سدھارتھ

میڈیا انچارج: آل انڈیا ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اتر پردیش

چیئرمین: القرآن ٹرسٹ: موضع چھتونا، پوسٹ: میگھولی کلاں، ضلع: مہراج گنج (یوپی)

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وجنودہ

رات کی تاریکیوں میں چمکتا ستارہ، نبیرۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیضان المصطفیٰ امجدی مصباحی چیف ایڈیٹر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ اور آپ کی ٹیم کے تمام ارکان وممبران بخیر وعافیت ہوں گے!

موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا	یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کوئی کام کریں

ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) فی الحقیقت ایک ممتاز رسالہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہے۔ جو امت

مسلمہ کی ایک بڑی ضرورت کو پوری کرر ہاہے،اورنسل جدید کوایک نئی منزل کی طرف رہنمائی کرر ہاہے۔

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کوقلیل مدت میں جوشہرت حاصل ہوئی ہے، اتنی شہرت کسی رسالے کو حاصل نہیں ہوئی ۔ جب بھی مجھے ممبئی و گجرات ، پونہ، بھیونڈی وغیرہ جانا ہوتا ہے تو میں اکثر دہلی سے ہوکر ہی نکلتا ہوں ۔ اتفاق سے ایک مرتبہ میں ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے آفس میں گیا اور وہاں سے کچھ ماہنامے اپنے سفر کے لیے میں نے لے لیا۔حسن اتفاق اس وقت میں بھیونڈی بھی ماہنامہ کو لے کر گیا، اور بھیونڈی میں موجود خلیفہ حضور سید اجمل میاں (کچھوچھہ شریف) حضرت علامہ مولانا امام علی صاحب قبلہ نعیمی اشرفی کے آفس روشن باغ میں پہنچا۔

میں نے ان کو ماہنامہ دکھایا، موصوف نے دیکھنے کے بعد برجستہ کہا کہ مولانا! یہ ماہنامہ (ماہنامہ پیغام شریعت) بہت سارے ماہناموں میں ایک اہم مقام رکھتا ہے ۔ یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی ۔فوراً میں نے چھ ماہ کا رسالہ انہیں دکھایا۔ دیکھنے کے بعد حضرت مولانا موصوف برجستہ کہنے لگے کہ مولانا !اِس ماہنامے میں مولانا طارق انور مصباحی کے جومضامین ہیں، شاید درجنوں ماہنامے میرے یہاں آتے ہیں ،مگر کسی بھی ماہنامے میں ان کے مضمون کی طرح کوئی مضمون نہیں ہوتا ہے۔آپ ماہنامے کا جوخرچ ہے، بتائیں اور میرے ایڈریس پر جاری کرادیں۔اسی وقت فوراً میں نے دہلی فون کر کے ماہنامہ جاری کروادیا۔

میں ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کی خدمات جلیلہ سے بہت مطمئن ہوں، کیوں کہ اس بگڑتے ہوئے دور میں یہ ماہنامہ جوخدمات انجام دے رہا ہے، اس کی اشد ضرورت ہے۔ یہ رسالہ مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کو سنوارنے اور محفوظ رکھنے میں بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔

بڑی ہی خوشی کی بات ہے کہ ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے زیراہتمام ’’فلاح ونجات نمبر‘‘ شائع ہورہا ہے۔ یہ ہمارے ہی لیے نہیں، بلکہ ساری قوم کے لیے ایک حسین گلدستہ کی طرح ہے۔ ہر کسی کو ایسے خصوصی شماروں کا مطالعہ کرنا چاہیے ،تاکہ اصحاب فکر ونظر قلم کاران کے نظریات سے آشنائی حاصل ہو،اور ہماری مصیبتوں کا حل نکل آئے۔

امت مسلمہ کو فلاح و بہبود، تعلیم وتربیت، عمدہ اخلاق وکرداراور سیاسی امور کے لیے ابھارتے رہنا اس رسالے کا نصب العین ہے۔ یہ رسالہ ہر طرح سے اپنے آپ میں عدیم المثال ہے۔

مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ: اللہ تعالیٰ اس رسالے کو عوام وخواص میں مزید قبولیت عطا فرمائے اور اصحاب میگزین کو عمر خضر واجر جزیل عطا فرمائے: آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم

ادیب شہیر جناب **محمد زبیر** قادری

سابق مدیر اعلیٰ: افکار رضا (ممبئی)

مسلمانوں کی فلاح و نجات کی کوششیں کیا ہی خوب ہیں

حضرت علامہ مولانا طارق انور مصباحی صاحب صحیح معنوں میں بھارت کی ان اہم اور نمایاں شخصیات میں سے ہیں جنھوں نے اپنے قلمی جہاد سے اہلِ سنّت کی مذہبی، فکری، سیاسی، سماجی اور معاشرتی بیداری کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور یہ سلسلہ زریں جاری ہے۔آپ حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں، اور روزانہ اپنے اصلاحی مضامین سے قوم وملت کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی آپ ردِّ بد مذہباں اور ردِ صلح کلیت کی بیش بہا خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

ان دنوں سوشل میڈیا پر اہل سنّت کی صفوں سے ہی فتنے اُٹھ رہے ہیں، جو مسلکِ اہل سنّت کے لیے سخت نقصان دہ ہیں۔علامہ طارق انور مصباحی ان کالی بھیڑوں کی سرکوبی میں بھی لگے ہوئے ہیں۔جب سے آپ کو ''پیغامِ شریعت'' کا بہترین پلیٹ فارم میسر آیا تو آپ کو اپنے کام کو وسعت دینے کا نادر موقع میسر آ گیا۔

مختصر سی مدّت میں اس ماہ نامہ نے برسوں پرانے مشہور رسائل کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، اس لیے کہ اس رسالے کے مشمولات عام نوعیت سے ہٹ کر مسلمانوں کی مذہبی، فکری، سیاسی، سماجی تعمیر کا کام انجام دے رہے ہیں۔

ماہ نامہ ''پیغامِ شریعت'' کا خصوصی شمارہ ''فلاح و نجات نمبر'' بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے۔اس کے مشمولات نظر نواز ہوئے۔تمام ہی موضوعات وقت کی ضرورت ہیں، جو قوم وملت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دے گا۔

مدیر محترم نبّاضِ قوم وملت ہیں، اس لیے موصوف نے اہم عناوین پر خصوصی نمبر تیار کیا، جسے ان کے رفقا نے محنت ومشقت سے مکمل کیا اور منظر عام پر لائے۔

اللہ کریم بطفیل حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس ''فلاح و نجات نمبر'' کے ذریعے ملک وملت کو خوب فائدہ پہنچائے اور مسلمانوں میں ''فلاح و نجات'' کا ذریعہ بنائے: آمین

شاعر خوش فکر حضرت مولانا **محمد طفیل** مصباحی بھاگل پوری

سابق مدیر: ماہنامہ اشرفیہ (مبارک پور)

سعادتِ لوح وقلم حضرت مفتی فیضان المصطفٰے قادری وحضرت مولانا طارق انور مصباحی صاحبان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بے پناہ مسرت حاصل ہوئی کہ ماہنامہ پیغامِ شریعت (دہلی) کا خصوصی شمارہ "فلاح ونجات نمبر" شائع ہونے والا ہے۔آپ حضرات نے وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل فرمائی ہے، جس کے لیے آپ سب پوری جماعت کی طرف سے ہدیہ تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔آج عالمی سطح پر مسلمان ابتلا وآزمائش اور اضطراب و کسمپرسی کے دور سے گزر رہا ہے۔تعلیم وتربیت، صحافت وسیاست اور تجارت ومعیشت کے اعتبار سے جو قوم پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھی، آج وہی ان شعبہ ہائے حیات میں دیگر اقوام کے مقابل کافی پیچھے ہے۔

سچر کمیٹی کی رپورٹ نے مسلمانانِ ہند کی مجموعی افسوس ناک صورت حال پیش کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔اس تلافیِ مافات کی بس ایک ہی صورت ہے کہ مسلمان اپنا قبلہ بدلیں اور سمتِ سفر درست کریں اور غفلت و کاہلی کی تنگ کوٹھریوں سے نکل کر محنت ومشقت کا مظاہرہ کریں۔تعلیم، تجارت، صنعت وحرفت، سیاست وحکومت اور صحافت ومعیشت میں اپنی گرفت مضبوط کریں۔

الحمدللہ، ماشاءاللہ! آج اربابِ فکر ونظر اپنی قوم کے جن مسائل کو لے کر بہت زیادہ فکر مند ہیں اور جن اعمال و مشاغل کو بہت زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت ہے، پیغامِ شریعت کے ذمہ داروں نے انھیں مسائل وموضوعات کو عمدہ پیرائے میں عوام کے سامنے پیش کرنے کی سعیِ مشکور کی ہے اور قومِ مسلم کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ ان پر غور وفکر کرنے اور نتیجہ خیز لائحہ عمل تیار کرنے کی دعوت دی ہے۔

اربابِ فکر وقلم نے اس گراں قدر اور تاریخ ساز نمبر میں جن اہم نکات پر روشنی ڈالی ہے، میرا وجدان کہتا ہے کہ اگر ہماری قوم ان پر کما حقہ عمل پیرا ہو جائے تو نا امیدی کی شبِ دیجور میں امید کی نئی کرن نمودار ہو سکتی ہے۔بس غور وفکر اور حرکت وعمل شرط ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقیع نمبر کے مندرجات ومشمولات پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق بخشے اور اس کے مرتب کرنے والے تمام ذمہ داروں کو دین ودنیا کی سعادتوں سے ہمکنار فرمائے: آمین

آخر میں تمام مسلمانوں اور بالخصوص علمائے کرام سے گزارش کروں گا کہ کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن نے معاشی اعتبار سے ہمیں بہت مشکلات سے دوچار کیا ہے، اس لیے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم ملازمت سے زیادہ تجارت کو اہمیت دیں کہ تجارت سنت اور باعثِ خیر وبرکت ہے: فقط والسلام مع الاکرام

حضرت مولانا **محمد ابوھریرہ** رضوی مصباحی

(رکن: مجلس علماے جھارکھنڈ)

''فلاح ونجات نمبر''، تعمیری مضامین کا حسین گلدستہ

''فلاح ونجات نمبر'' کے بارے میں مضامین کی تیاری سے ہی سنتا رہا۔اس کی شاندار آمد سے بھی اچھی طرح

واقف ہوں۔ مجھے بھی لکھنے کی دعوت ملی تھی، مگر کچھ مصروفیات کی وجہ سے شرکت نہیں ہوسکی۔''فلاح ونجات نمبر'' کے عناوین دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

یہ نمبر مختلف جہتوں سے اہمیت کا حامل ہوگا۔اس میں سیاسی، معاشی، سماجی اور حالات حاضرہ وغیرہ پر امت مسلمہ کی بہترین رہنمائی کا سامان ہے۔ بڑے حسین انداز میں وقیع مضامین کا ایک خوبصورت گلدستہ تیار کیا گیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اس نمبر کو ہم سب پڑھیں اور اس پر عمل کرنا شروع کردیں۔

اس نمبر کے لانے کا مقصد ہی مسلمانوں میں بیداری اور ان کی بہتر رہنمائی کرنا ہے،اس لیے پڑھے لکھے طبقے سے گزارش ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ جو جس فن سے دلچسپی رکھتا ہو،اس پر کام شروع کریں اور قوم کی فلاح و بہبودی کے لیے کچھ کر گزریں۔

فلاح ونجات نمبر کی اشاعت پر ماہنامہ پیغام شریعت کے مدیر اعلیٰ: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری اور حضرت علامہ طارق انور مصباحی، گیسٹ ایڈیٹر: مولانا شاہد رضا مصباحی، نیز تمام مضمون نگاران اس کارنامہ کے سبب قابل مبارک باد ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کے علم وعمل اور رزق وعمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے،اور''فلاح ونجات نمبر'' کو قوم مسلم کے لیے حقیقی طور پر فلاح ونجات کا ذریعہ بنائے: آمین یارب العٰلمین

حضرت مولانا مفتی **فیضان سرور** مصباحی

ساکن: بدھول: رفیع گنج،اورنگ آباد(بہار)

''فلاح ونجات نمبر'' فلاح وکامرانی کا عظیم نسخہ

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) اپنی عظیم پیش کش''مصنف اعظم نمبر'' کے بعد ایک اور زبردست اور ضخیم مجموعہ ''فلاح ونجات نمبر'' کے نام سے شائع کرنے جارہا ہے۔اس پر حضرت مفتی فیضان المصطفیٰ قادری، حضرت علامہ طارق انور مصباحی اور ان کی پوری ٹیم مبارکبادی کی مستحق ہے۔

آج کا المیہ یہ ہے کہ لوگ ملی مسائل پر باتیں کرتے ہوئے بہت دور نکل جاتے ہیں،اور وہ بھی اتنی دور کہ پھر ایمان وعقیدے سے وابستگی مشکل ہوجاتی ہے۔شرعی احکام سننا سنانا بھی فرسودہ ذہنیت کی علامت سمجھا جانے لگتا ہے: نعوذ باللہ من ذلک۔ جب کہ فلاح وترقی کے نام پر ایمان وعقیدے کے اصول ومبادی سے سمجھوتہ کرلینا حد درجہ تشویشناک امر ہے۔ایسی ترقی،ترقی نہیں، بلکہ سراسر تنزل وانحطاط کا اشاریہ ہے۔

مگر یہ اس رسالے کی خوش قسمتی ہے کہ یہ ایمان وعقیدے میں پختگی اپناتے ہوئے دنیاوی ترقی وعصری فلاح وکامرانی کا داعی ہے۔اس کے مشمولات جہاں ایک طرف مغربی افکار وخیالات سے مرعوبیت کے شکار لوگوں کی صحیح

رہنمائی کرتے ہیں۔ وہیں محدود روایتی انداز سے ہٹ کر موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کی احسن رہنمائی اور ان کے سیاسی وسماجی فلاح کی راہیں تجویز کرتے ہیں۔ رسالے کے قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسالہ اپنے دور آغاز سے ہی اعتدال وتوازن کے ساتھ ملت کی رہ نمائی اور اسلامیان ہند کی مثبت ذہن سازی میں مصروف عمل ہے۔

مجھے ''فلاح ونجات نمبر'' کی تیاری کے مراحل کو بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کے مشمولات ومضامین بہت اہم، لائقِ مطالعہ، قابلِ عمل ہیں۔ امید ہے کہ جب یہ مجموعہ زیور طباعت سے آراستہ ہوکر مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کے ذمہ داران تک پہنچے گا، تو وہ فکری طور پر مزید مستعد ہوں گے۔ اور حسبِ حیثیت قوم مسلم کی فلاح ونجات کے لیے باضابطہ عملی نفاذ کی کوششیں شروع کردیں گے۔ فقط۔

حضرت مولانا مفتی **غلام جیلانی** مرکزی

(گلبرگہ شریف: کرناٹک)

اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب اور پسندیدہ دین مذہب اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو عین انسانی فطرت کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی حاجت وضرورت کو پورا کرتا ہے، بس ضرورت اس بات کی ہمیشہ رہی اور رہے گی کہ افکار وتخیلات کی دنیا کا کوئی سپہ سالار اس کی رہ نمائی کے لیے رہبر بنے۔

ابتدائے اسلام سے اب تک پیغبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی بارگاہ کے پروردہ صحابہ کرام، پھر تابعین عظام، بعدہ تبع تابعین اور اب علمائے دین اس عظیم فریضہ کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھ کر ہم کم عقلوں اور بے ہنر انسانوں کو ہمیشہ صحیح سمت دکھاتے آئے ہیں۔ آج کے اس مطلبی دور میں کہ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں اور بلاضرورت کوئی رشتہ رکھنے کو تیار نہیں۔ ایسے وقت میں ماہ نامہ پیغام شریعت (دہلی) کے کارکنان نے فکر فردا لیے یہ عزم مصمم کیا ہے کہ مسلمانوں کو سیاسی، سماجی، معاشی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے احوال وکوائف سے آگاہ کرکے ماضی کی خامیوں کو دور کرنے اور مستقبل میں بہتر کارگردی کی سعی کے لیے تیار کرنے کو بہتر قدم اٹھایا ہے۔

ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) کے ''فلاح نجات نمبر'' کے مشمولات دیکھ کر ہی مجھے احساس ہوگیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آنے والے وقت میں یہ کارنامہ اسم بامسمی ہوکر مسلمانان ہند کی فلاح ونجات کا ذریعہ بنے گا۔

علامہ طارق انور مصباحی کی ذات محتاج تعارف نہیں، اس لیے اِس پر کچھ لکھنا میں سمجھتا ہوں کہ تحصیل حاصل اور سورج کے سامنے چراغ رکھنے کے سوا کچھ نہیں۔

رب قدیر کی بارگاہ میں اس ناچیز وحقیر بندہ کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے اس اشاعت

خاص کو مقبول عوام وخواص بنائے اور علامہ طارق انور مصباحی کی پوری ٹیم جو اس کام کے لیے قابل رشک اور لائق صد مبارک باد ہے، ان تمام کو اس کار عظیم پر اجر عظیم عطا فرمائے۔

شرط یہ ہے کہ سلیقے سے تراشا جائے	ایک پتھر کی بھی تقدیر سنور سکتی ہے

خطیب اہل سنت حضرت مولانا **اصغر علی** مصباحی

استاذ: دارالعلوم مجاہد ملت (دھام نگر شریف: اڑیسہ)

ملک ہند کی راجدھانی دہلی سے نکلنے والا ماہنامہ ''پیغام شریعت'' ایک معیاری ماہنامہ ہے جو کئی سالوں سے قوم مسلم کی خوابیدہ فکر وشعور کو بیدار کرنے میں مصروف ہے۔ اس ماہنامہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ رسالہ دیگر رسائل کی طرح سوانحی مضامین یا کشف وکرامات کے بیان پر مشتمل مضامین تک محدود نہیں، بلکہ ان مضامین کو ترجیح دیتا ہے جو معیاری اور فکری ہوتے ہیں۔ اس سے قبل بھی ''مصنف اعظم نمبر'' شائع کرنے کا شرف اسے حاصل ہے۔ مصنف اعظم نمبر نے بین الاقوامی سطح پر شہرت وقبولیت حاصل کی۔

اہل ادارہ سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے پھر ایک معیاری نمبر بنام ''فلاح ونجات'' نمبر شائع کرنے جا رہے ہیں۔ یہ نمبر چار ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ نمبر مسلمانان ہند کی سماجی ضروریات، ان کے معاشی حالات، فرقہ وارانہ فسادات اور سیاست وحکومت میں بھارتی مسلمانوں کی پسماندگی، اس کے اسباب وعلل اور ان مشکلات سے بچنے کے طریق کار کی وضاحت پر مشتمل ہے۔

اس نمبر میں ایسے مضامین شامل کیے گئے ہیں جو مسلمانوں کی خوابیدہ فکر اور ان کے شعور کو بیدار کرسکیں۔

ماہنامہ پیغام شریعت کے چیف ایڈیٹر علامہ فیضان المصطفٰی مصباحی وایڈیٹر علامہ طارق انور مصباحی کی بارگاہ میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ آپ حضرات قوم مسلم کے مستقبل کو تابناک بنانے میں شب وروز انتھک جد وجہد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیغام شریعت کے تمام اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور نمبر کو قبول انام بنائے: آمین

حضرت علامہ مفتی **عبید الرحمٰن** شاہ جہاں پوری (کراچی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم:: بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

مغربیت و استعماریت کے غلبہ میں جہاں معاشرت اسلامی کی اقدار کو سرمایہ دارانہ ریاست و بازار

"Market&State Capitalist" نے مسخ کیا، وہیں علمائے اسلام کو بھی منصبِ امامت سے اتار کر سرمایہ دارانہ ریاست کا غلام بنا دیا گیا، جس کا کام جدیدیت ولادینیت کو سندِ جواز فراہم کرنا ہے۔

ماڈرن اسٹیٹ نے لا کو Codify (قانونی تدوین) کر کے خود اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے کہ قاضی اب اجتہاد نہیں کر سکتا، کیوں کہ حد بھی کوڈ اور تعزیر بھی کوڈ تو فطری شرعی اجتہاد کہاں گیا! تقلیدِ جامد تو لبرل قانونی منہج میں چلتی ہے کہ یہاں نظائر (Common Law) پر فیصلے کئے جاتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ کا جب تک تہذیبی و معاشرتی غلبہ تھا، قاضی اجتہاد کرتا تھا۔ جدیدیت ولادینیت نے اجتہاد کا مطلب یہ بتایا کہ مارکیٹ کی ضروریات کو پورا کرنا، ایسے میں ریاست، معاشرت و مذہب کے مسائل کا حل نکالتی ہے یا ریاستی مسائل کا حل نکالتی ہے؟ اس جابرانہ لبرل نظام کے نتیجہ میں اسلامی علمیت کی وسعتیں بُری طرح متاثر ہوئیں اور اصحابِ علم کے علوم میں وہ وسعت و تنوع نہیں رہا، جو وسعت و تنوع ایک تہذیبی عالم کا عہدِ ماضی میں خاصہ ہوا کرتا تھا!

تاہم اس عہد زوال و انحراف میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے تہذیب تسنّن میں ایسے رجال کار مہیا ہوئے ہیں جن کی تحریروں کو پڑھ کر سرور و فرحت محسوس ہوتی ہے کہ اس عہد تنزلی میں بھی علوم کی وسعت و تنوع اب بھی ہمارے اصحابِ علم و فضل میں موجود و متحرک ہے: الحمدللہ۔ اسی تناظر میں فاضل محتشم علامہ طارق انور صاحب مصباحی کے مقالات کو جستہ جستہ مختلف مقامات سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو عقائد، کلامیات، تہذیب، سیاست، معاشرت، اسلامیات، ریاست، مغربیت اور دیگر معنی خیز عناوین سے لبریز پایا، (گو طبیعت و مصروفیات کے سبب بالاستیعاب یا تفصیلی مطالعہ نہیں کر سکا)۔

قوی اُمید ہے کہ عالمی استعمار اور مکتبِ تو ہب نے تہذیب تسنّن اور ہمارے اکابرین کے متعلق جو سطحی و شطحی، اختراعی و عامیانہ تاثر سماج میں عام کیا ہے، یہ دھول ہمارے اصحابِ علم و فضل کی ان علمی دستاویزات کے نتیجہ میں بہت جلد چھٹ جائے گی (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

احقر فاضل دعا گو ہے کہ خدا تعالیٰ "فلاح و نجات نمبر" میں موجود خیر کو ملت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ ہم سب کو سیاست اسلامی و تہذیب اسلامی کا سچا داعی بنائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت عطا فرمائے: آمین

احقر امامِ اہل سنت نور اللہ مرقدہ الشریف کی مندرجہ ذیل نصیحت پر تبصرہ ختم کرے گا۔

امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں قندھاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے گروہ علما! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے تو عوام مکروہات پر گریں گے، اگر تم مکروہ کرو گے تو عوام حرام میں پڑیں گے، اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے تو عوام کفر میں مبتلا ہوں گے"۔

یہ ارشاد نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''بھائیو! للہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہ کرو تو اُمت مصطفیٰ **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ** پر رحم کرو، چرواہے کہلاتے ہو بھیڑیئے نہ بنو''۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ: جلد 24 ص 133-132)

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے	ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

شاعر اسلام حضرت مولانا **محمد ارمان علی** القادری

سابق استاذ: جامعہ سعدیہ عربیہ (کاسرگوڈ: کیرلا)

نحمدہ و نصلي ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

ہندو پاک سے بے شمار اردو ماہنامے، رسائل وجرائد اشاعت پذیر ہوتے ہیں اور الا ماشاء اللہ سبھی رسائل یا تو شخصیات پر ہوتے ہیں، یا پھر ان میں صرف آیات قرآنیہ کی تفسیر، احادیث مبارکہ کی تشریح اور مسائل شرعیہ بیان کیے جاتے ہیں اور حالات حاضرہ کے مسائل اور ان کے حل نہیں پیش کیے جاتے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ "فلاح ونجات نمبر" کی فہرست پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ سبھی مضامین ومسائل، حادثات و واقعات حاضرہ پر مشتمل ہیں اور ساتھ ہی ان کا حل اور مستقبل کی رہنمائی بھی پیش کی گئی ہے۔ ایسے مضامین کی عالم اسلام کو بالعموم اور بھارتی مسلمانوں کو بالخصوص سخت ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ تمام مضمون نگاروں کو دارین کی بھلائی سے سرفراز فرمائے اور ہم تمام قارئین کو ان مضامین میں پیش کیے گئے تدابیر پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العٰلمین بجاہ سید الانبیا والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

حضرت مولانا **امین الدین** مصباحی (رام گڑھ)

استاذ: مرکزی دار القراءت (جمشید پور) وامین المکتبہ: عزیزی لائبریری (جمشید پور)

باسمہٖ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

گرامی وقار! زبان وادب اور قرطاس وقلم کی اہمیت وافادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ صاحبان لوح وقلم، ارباب علم ودانش دین کی تبلیغ وترسیل کے سلسلے میں تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کو بھی استعمال میں لاتے رہے ہیں۔ یہ زمینی سچائی ہے کہ جس طرح پیغام اسلام کو عام کرنے اور علم دین کو پھیلانے میں کتابوں کا اہم رول رہا ہے۔ یوں ہی

رسائل وجرائداور دینی لیٹریچرس کی خدمات بھی ہمیشہ نمایاں رہی ہیں۔اسی پاکیزہ سلسلے کی سنہری کڑی جریدۂ حمیدہ ''ماہ نامہ پیغام شریعت دہلی'' کا ''فلاح ونجات نمبر'' بھی ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہ ماہ نامہ اپنی تمام تر گل افشانیوں، رعنائیوں اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ قارئین کی توجہات اپنی جانب مبذول کرتا رہتا ہے۔نازش لوح وقلم حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری وحضرت مولانا طارق انور مصباحی دام ظلھما کی شاندار ادارت میں یہ ماہ نامہ قوم کی دینی، سماجی اور قلمی خدمات کے لیے شبانہ روز کوشاں رہتا ہے، اسی لیے اہل فکرنظر کے لیے درمیان اس کی پزیرائی بڑھتی جارہی ہے۔

مدیران بزم تاریخی دستاویز وعظیم الشان نمبر ''مصنف اعظم نمبر'' شائع کرنے کے بعد دوسرا قلمی شاہ کار، خصوصی شمارہ، علمی ادبی گلدستہ بنام ''فلاح ونجات نمبر'' منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کررہے ہیں۔اس نمبر کے مشمولات سے یہ واضح ہے کہ اس میں ''سیاست وحکومت، معیشت وتجارت اور سماجی وہنگامی معاملات'' میں مسلمانان ہند کی مناسب رہنمائی کی کوشش کی گئی ہے اور انھیں مذکورہ امور سے متعلق رہنما اصول فراہم کیے گئے ہیں۔

میں اس تاریخی اور تحقیقی نمبر کی اشاعت پر ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے مدیران، اراکین وجملہ اہل قلم کو صمیم قلب کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ کریم کاروان ماہ نامہ ''پیغام شریعت'' اور تمام قلم کاروں کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے: آمین

حضرت مولانا محمد شاداب امجدی برکاتی

استاذ: جامعہ احسن البرکات (مارہرہ شریف)

ہندی مسلمان اس وقت جن مشکل حالات سے گزر رہے ہیں، شاید ہی اس سے پہلے کبھی ایسے حالات سے نبرد آزما رہے ہوں۔یوں تو آزادی ہند اور تقسیم ہند بھی ہندی مسلمانوں کے حق میں نیک فال ثابت نہ ہوئی، اور اس طویل عرصے میں ہر محاذ اور ہر سطح پر مسلمانوں کو ڈھکیل کر پیچھے کیا گیا اور تہتر سال سے مسلمانان ہند ابھرنے کی کوشش کررہے ہیں، لیکن ناکام ہیں اور اب مستقبل بھی ہولناک نظر آرہا ہے، کیوں کہ ایسے قوانین لائے جارہے ہیں کہ قوم مسلم اپنے گھر میں بے گھر ہونے کی کگار پہ آگئی ہے۔اللہ ہی حافظ وناصر ہے۔

مسلمانان ہند کے بربادی کے اس مقام پر آنے کے بہت سے اسباب ہوسکتے ہیں، اس میں ایک اہم سبب ہماری باہمت، باحوصلہ اور مخلص قیادت کا فقدان بھی ہے، اس لیے موجودہ ملکی حالات میں جو امر سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، وہ یہ ہے کہ قوم مسلم کی صحیح رہ نمائی کی جائے اور انہیں خواب غفلت سے جھنجھوڑ کر جگایا جائے۔

الحمد للہ! ہمیں بے پناہ خوشی ہورہی ہے کہ استاذ گرامی قدر حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری اور مجاہد

سنیت علامہ طارق انور مصباحی ادام اللہ فیوضھما کی قلمی سرپرستی وقیادت اور دیگر نوجوان قلم کاروں کی انتھک محنتوں اور کوششوں سے ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) اپنا تاریخ ساز ''فلاح ونجات نمبر'' شائع کرنے جا رہا ہے۔

یہ کوئی رسمی نمبر نہیں، بلکہ خواب غفلت میں پڑی قوم کے لیے الارم اور اندھیرے کے مسافروں کے لیے مینارۂ نور ودستاویز نجات ہے جو قارئین کی بصیرتوں کو جلا بخشے گا: ان شاء اللہ تعالیٰ

''فلاح ونجات نمبر'' کی فہرست پر نافہ مشک کا واہمہ گزر رہا ہے۔ چاروں ابواب اور ابواب کے مشمولات ہی یہ بشارت دے رہے ہیں کہ اس کی خوشبو دور اور دیر تک پھیلے گی اور پڑھنے والے کی فکر کو گلزار بنا دے گی۔

''فلاح ونجات نمبر'' کی پوری ٹیم جماعت اہل سنت کی طرف سے صد مبارکباد کی مستحق ہے کہ انہوں نے موجودہ وقت اور حالات کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عزائم میں استحکام بخشے اور اس نمبر کو واقعی مسلمانان ہند کے واسطے فلاح ونجات کا ضامن بنائے: آمین

13: جمادی الاولیٰ 1422 مطابق 29: دسمبر 2020

حضرت مولانا **محمد ریحان رضا** نوری

(مونگاولی: ایم پی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم:: نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا لکھئے

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا جامع ومبسوط اعلیٰ معیار کا خصوصی شمارہ بنام ''فلاح ونجات نمبر'' کی فہرست مضامین دیکھ کر بے حد فرحت ومسرت ہوئی۔ جماعت اہل سنت کی جانب سے شاید یہ پہلا شمارہ ہے جو ان خاص عناوین پر جامع مواد فراہم کرنے جا رہا ہے۔

زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا	وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے

اہل علم وفضل نے جمیع اعصار وامصار میں اپنے علم وعمل سے زندگی کے ہر ہر شعبے میں عوام الناس کی مکمل شرعی رہنمائی فرمائی ہے، خواہ وہ سیاسیات کے قبیل سے ہو، یا معاشیات وسماجیات کے، لیکن دورِ حاضر میں علما وفضلا انتہائی محدود موضوعات کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جہاں سیاست وریاست کا باب کہ جس پر اقامتِ دین موقوف ومنحصر ہے، سے یکسر بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ ایسے وقت میں ''فلاح ونجات نمبر'' جہاں عوام کے لیے چشم کشا وبصیرت افروز ہے، وہیں خواص کے لیے بھی نعمت عظمیٰ کا درجہ رکھتا ہے۔ اس شمارے کے جملہ مضامین ان شا اللہ تبارک وتعالیٰ عوام و

خواص کے لیے بے حد مفید ثابت ہوں گے اور اکسیر کا کام دیں گے۔

یہ شمارہ سیاسی بصیرت رکھنے والے اہل علم و مفکرین کی بہترین تحریروں سے مُرَصَّع اور مقالات سے مُلَمَّع ہے جو حالات حاضرہ کے تناظر میں مسلمانانِ ہند کو باخبر کرنے ،غفلت سے بیدار کرنے اور آئے دن انہیں جو مسائل پیش آ رہے ہیں، ان کے لیے رہنما کی طرح کام انجام دے گا اور ساتھ ہی ان کی سیاسی، تجارتی، اور سماجی بے سمتی میں صحیح سمت کا تعین کرے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل یہ نمبر ہر خاص و عام کے لئے مشعل راہ بنے گا اور ہر طبقہ کے لیے باعث انقلاب وسبب اصلاح ثابت ہوگا۔

منزلیں ہی منزلیں ہیں اب نظر کے سامنے	راستے کٹتے گئے عزم سفر کے سامنے

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کے بدلے اُن تمام حضرات کو اجر جزیل و جزائے جلیل عطا فرمائے جو اس ماہنامہ کو آگے بڑھانے کی کوشش میں دن رات لگے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی **سراج احمد** قادری مصباحی

استاذ و مفتی: دارالعلوم شاہ عالم (احمد آباد: گجرات)

ہماری جماعت کے ایک عظیم متکلم وکارآمد مصنف حضرت علامہ مفتی محمد طارق انور مصباحی صاحب قبلہ نے مسرت بھری خبر سنائی کہ ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا ''فلاح ونجات نمبر'' نکل رہا ہے، جو عنقریب اپنی شان وشوکت کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والا ہے۔

یہ سن کر خوشی کے مارے مچل اٹھا اور حیرت واستعجاب میں ڈوب کر دل ہی دل میں کہا کہ یا خدا! یہ کیا سن رہا ہوں ، ابھی دو سال قبل اسی پیغام شریعت (دہلی) کی جانب سے ''مصنف اعظم نمبر'' شائع کیا گیا تھا، اور اب'' فلاح ونجات نمبر''۔ واقعی یہ نمبر نکالنا کوئی آسان کام نہیں، بلکہ اچھوں اچھوں کے حوصلے پست ہوتے نظر آتے ہیں۔

جن کے اوپر خدا وحدہ لاشریک کا فضل خاص ہوتا ہے، وہ یقیناً اس طرح کے مشکل ترین امور کی انجام دہی میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ حضرت علامہ مفتی محمد فیضان المصطفیٰ قادری وعلامہ مفتی محمد طارق انور مصباحی مدظلھما علینا پر خدا کا خاص فضل، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی مدد شامل ہے، کیوں نہ ہو کہ ان صاحبان کا خلوص، حسن نیت اور جہد مسلسل، کمال کا ہے۔

''فلاح ونجات نمبر'' کے ذیلی موضوعات ومشمولات کو پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ نمبر آج کے چیلینجز کے لیے سیف مہند، اور آنے والی نسلوں کے لیے حجت بیضا ثابت ہوگا۔

قابل مبارک باد ہیں حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری ومفتی محمد طارق انور مصباحی اور ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کی پوری ٹیم۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے، اس کی پوری ٹیم کو خدمات کا بہترین بدلہ عطا کرے، اور ''فلاح ونجات نمبر'' کو قبولیت عامہ سے سرفراز فرما کر اپنا خاص فضل فرمائے: آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت مولانا **محمد یوسف** نظامی مصباحی

استاذ: دارالعلوم غریب نواز (مالیہ کھیڑی مندسور: ایم پی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادر گرامی حضرت مولانا بلال احمد نظامی صاحب قبلہ مندسوری کے توسط سے ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) برابر موصول ہوتا رہتا ہے، جس کے مشمولات آج کے پرآشوب دور کے تقاضوں کے مطابق ہوتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اس ٹیم کے ذریعے حالات حاضرہ میں امت مسلمہ کو پیش آمدہ مختلف الانواع مسائل کے حل کی صحیح رہنمائی ملتی رہتی ہے۔

موقر رسالے کی ادراتی ٹیم کی تازہ پیش کش ''فلاح ونجات نمبر'' ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا، جس میں مسلمانان ہند کے سیاسی، سماجی، تجارتی، معاشی، ملی اور ملکی مسائل کا باریک بینی سے جائزہ لے کر ان کے عملی حل کی صورت پیش کی گئی ہے۔

عاصی پر معاصی رسالہ مذکورہ کی پوری ٹیم کو اس انقلاب آفریں کارنامے پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ مولا تعالیٰ پوری ٹیم کو جزائے خیر سے نوازے اور حالیہ نمبر کے مضمون نگاروں کی تدابیر وتجاویز پر ملت اسلامیہ کے اربابِ نظر کو عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے: آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت مولانا مفتی **خبیب القادری** مدناپوری

(بریلی شریف: یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم::الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ

محقق عصر مجاہد دوراں حضرت مفتی فیضان المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی والنورانی

چیف ایڈیٹر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید قوی ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

مکرمی!

مذہب اسلام کے ماننے والے ساری دنیا میں پائے جاتے ہیں اور ہر ذی علم اپنے طریقے سے اسلام کی خدمت تبلیغ کرتا ہوا نظر آتا ہے مثلاً خطبا اپنی خطابت کے ذریعہ، علمائے کرام ومفتیان عظام اپنے فتاویٰ وتصانیف اور پندونصائح کے ذریعے، شعرائے کرام اپنی شاعری کے ذریعہ، مشائخ عظام خلافت اور بیعت کے ذریعہ، قلم کار حضرات اپنے مضامین وتحاریر کے ذریعہ تبلیغ اسلام کرتے ہیں۔

جس ملک میں ہم پیدا ہوئے ہیں اور جہاں ہم زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ ملک ہمیں بہت پیارا ہے۔ اس ملک میں بھی علمائے کرام اپنے اپنے طریقے سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ آج ہر دن روزنامہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ، سترہ روزہ، ستائیس روزہ، ماہنامہ، سہ ماہی، ششماہی، اور سالنامہ کے نمبرات نکلتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور ہر ایک کے ذریعہ علمائے کرام اپنے اپنے انداز میں تبلیغ دین وخدمت شرع متین کرتے نظر آتے ہیں، اور امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے ہی پیدا کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے روکے، کیوں کہ امت محمدیہ خیر الامم ہے۔

بہت سارے رسائل ونمبرات کا مطالعہ کیا۔ ابھی حال ہی میں میرے محسن، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، عالمِ نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ اویس رضا قادری کشن گنجوی مدظلہ العالی نے مجھ فقیر کو آگاہی دی کہ "مصنف اعظم نمبر" کے بعد پیغام شریعت (دہلی) کا بہت ہی اچھوتا اور علمی شاہکار پندونصاح، وطرق تجارت وصنعت اور معیشت وغیرہ پر مشتمل "فلاح ونجات نمبر" عنقریب منظرِ عام پر آنے والا ہے یہ سننے کے بعد میں بہت شاداں وفرحاں ہوا۔ بعدہ فہرست مضامین دیکھنے کو ملی، دل باغ باغ ہو گیا۔ اس کے ابواب یہ ہیں:

(۱) مسلمانان ہند اور سیاست وحکومت (۲) مسلمانان ہند اور معیشت وتجارت

(۳) مسلمانان ہند اور سماجی ضرریات (۴) مسلمانان ہند اور فرقہ وارانہ فسادات

سونے کی چڑیا کہے جانے والے ہمارے پیارے وطن بھارت میں آج کل کرونا مہاماری کی وجہ سے حالات بہتر نہیں چل رہے ہیں، اور اہل ایمان کے حالات تو اور بھی زیادہ خستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ "ماہنامہ پیغام شریعت دہلی" کی تاریخ ساز پیشکش "فلاح نجات نمبر" کو مقبول خاص وعام بنائے اور اس میں کام کرنے والے علمائے کرام ودانشمندان اسلام کے علم وعمل، عقل وعمر، اور رزق میں خوب خوب برکتیں، وسعتیں، فرحتیں ورحمتیں عطا فرمائے، اور حاسدین کے حسد، مشرکین کے شر، ظالمین کے ظلم، جابرین کے جبر، جاہلین کے جہل سے محفوظ فرمائے: آمین یارب العالمین

حضرت مولانا **محمد ظفر** رضوی

مہتمم: اویس رضا لائبریری و اسلامک سینٹر (حیدرآباد: پاکستان)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

پڑوسی ملک بھارت میں چیف ایڈیٹر: مفتی فیضان المصطفٰے زید مجدہ اور ایڈیٹر: علامہ طارق انور مصباحی زید شرفہ کے زیرادارت ماہنامہ "پیغام شریعت" علم اور عرفان کے موتی بکھیر رہا ہے۔اسی ماہ دسمبر میں ماہنامہ پیغام شریعت کی جانب سے ''فلاح ونجات نمبر'' شائع ہو رہا ہے جس پر ہم اہل ادارہ کو مبارک بادی پیش کرتے ہیں۔

اس مجلّہ میں بالخصوص علامہ طارق انور مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ کے چند مضامین مسئلہ تکفیر سے متعلق پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔مضامین کیا ہیں، گنجینہ عرفان ہیں گویا۔

سطر سطر سے مسلک اعلیٰ حضرت کا فیضان جاری ہوتا نظر آتا ہے۔سوشل میڈیا کے اس دور میں جہاں کچھ لوگوں نے ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' پر رکیک حملے جاری کرر کھے ہیں، اور اہل سنت و دیابنہ کے درمیان حد فاصل کو مٹانے کے درپے ہیں، طرفہ یہ کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو اہل سنت بھی کہتے ہیں اور مصباحی بھی، مگر درحقیقت ''ذیاب فی ثیاب'' کے مصداق ہیں۔ایسے میں علامہ طارق انور مصباحی کے تحقیقی مضامین کسی نعمت سے کم نہیں ہیں۔ آپ نے تمام ایرادات کا بخوبی جواب دیا ہے اور اپنے مصباحی ہونے کا حق ادا کیا ہے۔اللہ کریم مولانا کے قلم کی جولانیوں میں مزید اضافہ فرمائے اور اسے کلک رضا بنائے۔

دعا ہے اللہ جل وعلی مولانا طارق انور مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ کو مزید توفیق وہمت عطا فرمائے اور پیغام شریعت کا پیغام ساری دنیا میں عام فرمائے: والسلام مع الاکرام

حضرت مولانا مفتی **محمد مکی** القادری الازہری الحنفی، گورکھپوری

پرنسپل: دارالعلوم اہل سنت نورالاسلام (بلرام پور: یوپی)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا شمارہ بابت: اکتوبر، نومبر، دسمبر 2020ء بذریعہ واٹس ایپ مولانا اویس رضا قادری سلمہ نے اِرسال کیا۔اول تا آخر شمارہ بصارتوں اور بصیرتوں کی نذر رہوا: **مَا شَاءَ اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ**

ماہنامے کے جملہ مشمولات دعوت واصلاح اور تزکیہ وتربیت کے حوالے سے نہایت پُر مغز اور جامع ہیں۔ حالات حاضرہ کے موافق مضامین، پند ونصائح کے گل بوٹے، قلوب واَذہان کو متاثر کرنے والی دل پذیر تحریریں، حسین وجمیل اور خوب صورت کمپوزنگ اور خطاطی کے دل کش نمونے ''ماہنامہ پیغام شریعت'' کے ورق ورق پر مسطور

دامن دل کو اپنی طرف کشش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: جا ایں جا است

پرنٹ میڈیا کے بعد دور حاضرہ میں برقی دنیا نے ذرائع ابلاغ میں انقلاب برپا کردیا ہے۔ جو سہل، تیز رفتار، اور ارزاں ترین ہے۔ اسی وجہ سے قلیل عرصہ میں سوشل میڈیا نے مقبولیت حاصل کرلی۔ یوں تو مختلف ادارے، اور ادبی گروپس لاسلکی میگزین نکال رہے ہیں جن میں وہ جاذبیت، وہ انفرادیت، وہ بوقلمونی، وہ گلہائے رنگارنگ کی دلکشی جو ہر تشنہ مقری کو سیراب کرتی ہے، جس میں تقریباً ہر صنف سخن کے آبدار موتی جڑے ہیں۔ وہ گنج ہائے گراں مایہ جو ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ بے شک وہ جگمگاتا ہوا ستارہ ماہنامہ پیغام شریعت دہلی ہے۔ ماہنامہ پیغام شریعت کی تاریخ ساز پیش کش: فلاح ونجات نمبر کی دیدہ زیب اور جمالیاتی ذوق کے مطابق مُرَصَّع اِشاعت پر ناچیز ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے، اور پیغام شریعت کے مذہبی صحافت کی دنیا میں ہمیشہ قائم ودائم رہنے کے لیے دعا گو ہے۔

حضرت مولانا **محمد احمد حسن** سعدی امجدی

ریسرچ اسکالر: جامعۃ البرکات (علی گڑھ)

دور حاضر میں امت مسلمہ کی دینی، ملی، فکری اور سیاسی طور پر قیادت ورہنمائی اور بیداری کے لیے ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہانہ، سہ ماہی وغیرہ میگزینس اور مجلّات کا ایک اہم رول ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ صحیح، سالم اور مسلم ہے۔

بلا مبالغہ ماہنامہ پیغام شریعت بھارت کے تمام میگزینس اور مجلّات میں ایک نمایاں اور اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔ ویسے تو اس میگزین کا ہر حصہ اور ہر ایڈیشن اپنے گراں قدر اور قیمتی مضامین کے باعث قابل عمل ہے، لیکن دو سال قبل پیغام شریعت کی جانب سے شائع کردہ ''مصنف اعظم نمبر'' کو عوام وخواص میں جو مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی، اس کی دور دور تک کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اب ایک بار پھر پیغام شریعت کی جانب سے علم وحکمت، تدبر ودانائی اور فکر وسیاست کا ایک حسین سنگم اور ایک اچھوتا شاہ کار بنام ''فلاح ونجات نمبر'' بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا اور زینت مطالعہ بن کر عوام وخواص کی ڈھیر ساری مبارک بادیاں اور دعائیں سمیٹنے میں کامیاب ہوگا۔

خوبی کی بات یہ ہے کہ مذکورہ نمبر اپنے نوعیت کے اعتبار سے ایک الگ ممتاز اور جداگانہ شان کا حامل ہے جس میں بھارت کے معروف اصحاب لوح وقلم حضرات کے تجارت، صنعت وحرفت، معیشت اور پند ونصائح کے حوالے سے ڈھیر سارے قیمتی مضامین شامل ہیں۔

یہ بات تو ہر صاحب عقل سلیم پر واضح ہے کہ دور حاضر میں مسلمانوں کے جو ناگفتہ بہ احوال ہیں، اس کی درستگی

اورازسرنوتعمیر وترقی کے لیے ایک ایسے میگزین کی اشد ضرورت تھی، جواپنے حیرت انگیز اور مفید مضامین سے ہماری تاریک زندگیوں میں ایک روشنی اور ہماری مایوسیوں کے لیے امید کی ایک نئی کرن بن کرا بھرے۔

لہٰذا ہمیں امید ہے کہ ''فلاح ونجات نمبر'' ان شاءاللہ تعالیٰ ہماری امیدوں پر ہر جہت سے کھرا اترے گا اور عوام وخواص اس سے حددرجہ مستفید ہوسکیں گے۔

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے تمام ممبران، اس نمبر میں شرکت کرنے والے تمام اصحاب قلم وقرطاس اور اس کی نشر واشاعت میں حصہ لینے والے تمام احباب اس عظیم کارکردگی پر قابل صد تحسین اور لائق مبارک باد ہیں اور خصوصیت کے ساتھ میں ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرتا ہوں استاد محترم مفکر اسلام حضرت علامہ طارق انور مصباحی (مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت) اور فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا اویس رضا صاحب قبلہ (کشن گنج: بہار، ایڈیٹر افکار رضا انٹرنیشنل اردو ویب) کو جنہوں نے اس ناچیز کو اس لائق سمجھا اور فلاح ونجات نمبر پر اپنا تاثر پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ ''فلاح ونجات نمبر'' کو مقبول عام بنائے اور اس کے تمام ممبران کو اجر عظیم عطا فرمائے: آمین یارب العالمین

حضرت مولانا قاضی **مشتاق احمد** رضوی نظامی (کرناٹک)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے اجرائے نو کی خبر ملی۔ اس ماہنامہ سے متعلق میرے پاس جو معلومات فراہم ہوئیں ہیں، ان سے ظاہر ہوا کہ ماہنامہ پیغامِ شریعت کی اشاعت کسی ادارہ یا کسی مخصوص تنظیم وتحریک کی ترجمانی کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس پُرآشوب دور میں دین وسنیت کی خدمت کے لیے ہے۔

ماہناموں میں جن موضوعات پر مضامین شائع ہوتے ہیں، ان موضوعات پر بے شمار کتابیں منظر عام پر آچکی ہوتی ہیں، مگر اس وقت لوگوں کی مصروفیات اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ ضخیم کتابیں الماریوں سے نکال کر پڑھنے میں عوام وخواص کو دشواری نظر آتی ہے، مگر ماہنامہ چند صفحات کا ہوتا ہے اور وہ بھی ایک ماہ میں صرف ایک بار آتا ہے۔

میری پچاس سالہ زندگی کے تجربے سے جو میری ناقص معلومات ہیں اور جو ہم دیکھتے آرہے ہیں کہ چند صفحات کا رسالہ ہر آدمی اطمنان سے پڑھ لیتا ہے اور اس کام کی ضرورت تھی، جسے اس ماہنامہ کے ذمہ داروں نے پورا کرنے کا عزم کرلیا ہے۔ فی الحال ماہنامہ کی جانب سے ''فلاح ونجات نمبر'' شائع ہورہا ہے۔ میں اس نمبر کے تمام ذمہ داروں کو مبارکباد دیتا ہوں خصوصاً مفتی فیضان المصطفیٰ قادری، مولانا طارق انور مصباحی، مولانا شاہد علی مصباحی، مولانا اویس رضا قادری کو۔ ان تمام حضرات کی محنتوں کے طفیل ہمیں ایک نادر گلدستہ فراہم ہورہا ہے۔

ان حضرات پر ہمیں بھروسہ ہے۔ ان حضرات کے قلم میں ایک طرح کی لچک ہے۔ یہ حضرات قوم مسلم کی ضرورتوں کو محسوس کرسکتے ہیں۔ سیاسی، مسلکی، مذہبی، معاشی، غرض کہ ہر میدان میں ان حضرات کو دسترس حاصل ہے

،اور مریضوں کے لیے وہی صحیح معنوں میں دوا کر سکتے ہیں جو مریض کی نبض پکڑ کر بیماری کا پتہ لگالیں اور یہ صلاحیتیں ان حضرات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔

عرصۂ دراز سے سوشیل میڈیا میں ان حضرات کی فکر و آگہی کو ہم پڑھتے آرہے ہیں۔ ہمیں امید ہی نہیں، بلکہ یقین ہے کہ بہت جلد اس ماہنامہ کو آفاقی سطح پر ترقی ملے گی ،جس سے عام سے عام اور خاص سے خاص لوگ بھی اس ماہ نامہ کے ذریعے فکری، علمی ،اور معنوی طور پر بہرہ مند ہوں گے۔

حضرت مولانا **نازش مدنی** مرادآبادی

استاذ: جامعۃ المدینہ آن لائن باسنی (ناگور: راجستھان)

متعلم: تحصص فی االفقہ الاسلامی: جامعۃ المصطفٰی (حیدرآباد: دکن)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا ایک انتہائی اہم اور معیاری ماہنامہ ہے۔ عرصہ قلیل میں جس زود رفتاری کے ساتھ یہ بام عروج پہ پہنچا ،اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور نہ فقط ہند، بلکہ بیرون ممالک کے قارئین کرام کی نظر کا مرکز و محور بن چکا ہے۔ آئے دن مختلف عناوین پر اس کے شمارے اور نمبرات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ صد سالہ عرس رضوی کے مبارک و مسعود موقع پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیفی و تالیفی خدمات کو سراہتے ہوئے ''مصنف اعظم نمبر'' منظر عام پر آیا جس نے پورے آفاق عالم میں مقبولیت حاصل کی۔ اب اسی طرح امسال ''فلاح و نجات نمبر'' منظر عام پر آرہا ہے۔ رب کعبہ کی بارگاہ سے امید ہے کہ یہ شمارہ بھی مسلمانوں کے لیے بیداری کا باعث ہوگا۔

لائق صد تحسین ہیں وہ احباب جو یہ اہم کام سرانجام دیتے ہیں، بالخصوص نبیرۂ صدالشریعہ محقق اہل سنت ماہر اصول و فروع حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفٰی قادری حفظہ اللہ تعالیٰ اور ادیب شہیر علامہ طارق انور مصباحی زید مجدہ اور مولانا شاہد علی مصباحی زید شرفہ۔ گزشتہ شب علامہ طارق انور مصباحی زید شرفہ نے بذریعہ واٹس ایپ تاثرات لکھنے کا حکم فرمایا تو یہ چند کلمات حضرت والا کے حکم پر سپرد قرطاس کیے ہیں۔ اللہ جل شانہ تمام کارکنان کی ان گراں قدر کاوشوں کو قبول فرمائے: آمین بجاہ طہٰ و یٰسٓ۔

حضرت مولانا **خلیل احمد** فیضانی

(جودھ پور: راجستھان)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) اہل سنت و جماعت کا ایک معتمد و مستند ماہنامہ ہے جس مختصر عرصہ میں اس نے

مقبولیت ومرجعیت کی منازل طے کی ہیں ،قابل فخر وداد تحسین ہے اس کا دائرہ کار صرف بھارت میں منحصر نہیں رہا، بلکہ سرحدوں کوعبور کرتے ہوے بیرونی ممالک میں بھی اپنی ایک جداگانہ شناخت بنا چکا ہے۔اس کی نمایاں خاصیت یہ ہے کہ وقت کی نزاکتوں اور شرعی تقاضوں کوملحوظ خاطر رکھتے ہوے مسلسل بیداری امت میں کوشاں رہتا ہے۔

منفرد عناوین پر شمارے اور مختلف مواقع پر نمبرات اس کی طرف سے منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔صد سالہ عرس رضوی کے مسعود و مبارک موقع پر مصنف اعظم امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیفی و تالیفی خدمات کو متعارف کرواتے ہوے ''مصنف اعظم نمبر'' کومنظر عام پر لاکر امام عشق ومحبت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا گیا ،جس نے ایک قابل ذکر مقبولیت حاصل کی ۔اب اسی طرح امسال ''فلاح ونجات نمبر'' منظر عام پر آرہا ہے۔رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کو بیداری امت کا ذریعہ بنائے: آمین

قابل مبارک باد ہیں وہ حضرات جو اس نازک اور پرفتن دور میں امت کو جگانے کے لیے صداے مدینہ بلند فرمارہے ہیں، خصوصاً نبیرۂ صدرالشریعہ عالم باعمل حضرت علامہ مولانا مفتی فیضان المصطفی قادری دامت برکاتہ اور عالم جلیل حضرت مولانا طارق انور مصباحی زید مجدہ اور مولانا شاہد مصباحی اطال اللہ عمرہ اوران کے دیگر رفقاے کار۔

مولانا طارق انور صاحب مصباحی نے بذریعہ واٹس ایپ تاثرات لکھنے کا حکم فرمایا تو یہ چند ٹوٹے پھوٹے کلمات سپرد خدمت کردیے۔ اللہ تعالیٰ ان کی انتھک کاوشوں کومقبول انام فرمائے اور ہم سب کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے والا بنائے: آمین بجاہ النبی المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
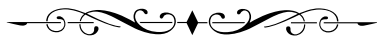
حضرت مولانا **وزیر احمد** مصباحی (بانکا)

ریسرچ اسکالر: جامعہ اشرفیہ (مبارک پور)

ماہنامہ پیغامِ شریعت (دہلی) کا ''فلاح ونجات نمبر'': ایک تاریخی پیش کش

بیتے چند ماہ پہلے کی بات ہے جب کورونا مہاماری کی وجہ سے پوری دنیا پریشان تھی ،لوگ ڈرے سہمے اپنی جان ومال کے بچاؤ کی تدبیر میں لگے ہوئے تھے۔ایسے وقت میں ایک شام ''پیغام شریعت'' کے ارکان میں سے کسی نے جہاں راقم الحروف کو جلد از جل ''فلاح ونجات نمبر'' کے منصۂ شہود پر آنے کی خوشخبری سنائی ،وہیں اس وقیع نمبر کے لیے ایک عدد مضمون تحریر کرنے کی بھی گزارش کی ،لیکن افسوس کہ تنگی وقت کے سبب مجھے معذرت کرنی پڑی۔

مگر آج جب یہ گراں قدر نمبر دیکھ رہا ہوں تو مجھے بے انتہا خوشی محسوس ہورہی ہے کہ ماہنامہ ''پیغامِ شریعت'' کے ارکان وممبران نے امت مسلمہ کی بہتر رہنمائی اور قوم کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کا عمدہ کام کیا ہے۔

سیاست وحکومت اور معیشت وتجارت جیسے اہم موضوعات پر جس طرح درجن بھر قلم کاروں نے خامہ فرسائی کی

ہیں، وہ تمام مضامین معلوماتی اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ماہناموں کی طرف سے اس طرح کے سلگتے ہوئے عناوین پر خصوصی نمبرات کی تعداد آٹے میں نمک برابر ہے۔یقیناً ادارہ ''پیغامِ شریعت'' کا یہ عمل لائق تقلید وتحسین ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اہل علم اس خصوصی نمبر کو بنظر تحسین دیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے مطالعہ کی زینت بھی بنائیں گے: ان شاء اللہ تعالیٰ

ہم اس موقع پر پیغام شریعت کی پوری ٹیم خصوصاً مدیر محترم مولانا طارق انور مصباحی کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی مولانا زاہد المرکزی، استاد محترم مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی، مولانا منظر امن مصباحی و مولانا اشرف جیلانی مصباحی کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ ان حضرات نے اپنی اپنی ذمہ داری بحسن وخوبی نبھانے کا کام کیا اور ہم قارئین کے لیے یہ تاریخ ساز علمی گلدستہ منصۂ شہود پر لانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اللہ کریم آپ حضرات کو جزائے خیر سے نوازے: (آمین)

حضرت مولانا **فہیم جیلانی** مصباحی معصوم پوری

ایڈیٹر: آفیشل ویب سائٹ "ہماری فکر" (مرادآباد)

الحمد للّٰہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) عوام وخواص میں اس قدر مقبول ہو چکا ہے کہ اب یہ محتاج تعارف نہیں۔ اس رسالہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کو نہ صرف ہندو پاک میں، بلکہ ساؤتھ افریقہ، ابو ظہبی، یوکے اور بہت سے ملکوں میں سراہا گیا۔

اس رسالہ کے اجرا کو عمل میں آئے ہوئے ابھی تین سال بھی نہ ہوئے تھے کہ ماہنامہ پیغام شریعت نے میدان میں آگے بڑھتے ہوئے صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر ''مصنف اعظم نمبر'' کی اشاعت فرما کر عاشقان اعلیٰ حضرت کی تشنگی کو دور کیا۔ اس کے شائع ہونے پر جہاں ارباب اہل سنت نے اس کی عظمتوں کو خراج عقیدت پیش کی تو وہیں اردو داں طبقہ نے بھی اس کو کافی حد تک سراہا اور اس کے عناوین نے مقبولیت کے اعلیٰ مقام پر اپنے جھنڈے جا لہرائے۔

اب عصر حاضر میں مسلمانوں کی زبوں حالی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی فلاح و بہبودگی کے لیے ماہنامہ پیغام شریعت کا ''فلاح ونجات نمبر'' شائع ہونے جا رہا ہے۔ یقیناً یہ امت مسلمہ کے حق میں نفع بخش ثابت ہوگا، اس لیے کہ ماہنامہ پیغام شریعت کی متحرک و فعال ارکان قوم کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کو شروع کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت اس کو پائے تکمیل تک پہنچائے۔

مجھ تک جب خبر پہنچی کہ اب فلاح ونجات نمبر شائع ہونے والا ہے تو میری خوشی کے ٹھکانے نہ رہے۔آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک پڑے کہ اس وبائی دور میں جہاں لوگوں کو اپنی اپنی پڑی ہے، وہیں دوسری جانب ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ جو آج بھی قوم کا درد اپنے سینوں میں لیے ہوئے ہیں۔

قابلِ مبارکباد ہیں چیف ایڈیٹر مفتی فیضان المصطفیٰ قادری اور ایڈیٹر علامہ طارق انور مصباحی حفظہما اللہ تعالیٰ۔

اللہ رب العزت آپ کے اور ادارہ کے تمام افراد کے اقبال کو بلند فرمائے۔تمام زمینی وآسمانی بلاؤں سے محفوظ فرمائے: آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم: فقط والسلام

حضرت مولانا محمد ایوب رضوی مصباحی (مرادآباد)

حامدا ومصلیا ومسلما

قارئین! ماہنامہ پیغامِ شریعت (دہلی) کی جانب سے "فلاح ونجات نمبر" کی اشاعت کے بارے میں جب سنا تو دل فرحت وانبساط سے مچل اٹھا۔یقیناً یہ امت کا گراں قدر سرمایہ ہے جس میں متعدد قلم کاروں کی تحریریں عصرِ حاضر کے مسائل،مسلمانوں کی اصلاح حال اور انھیں صنعت وتجارت کے لیے موزوں طریقوں کی ارشاد و رہنمائی کے لیے مندرج کی گئی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''فلاح ونجات نمبر'' کے مدیرِ اعلیٰ اور اس کارِ خیر کے تئیں ہمہ وقت متحرک وفعال اور کوشاں رہنے والے جملہ معاونین کی عمروں میں اپنے حبیب علیہ افضل الصلوات والتسلیم کے تصدق وتوسل سے بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور اس جریدے کو قبولِ عام وخاص بنائے: آمین

اداریہ

گیسٹ ایڈیٹر

مولانا **محمد شاہد علی** مصباحی (جالون، یوپی)

حضرت مولانا محمد شاہد علی مصباحی بن محمد اصغر علی برکاتی 29: دسمبر 1991 کو موضع باگی، تحصیل کالپی شریف (ضلع جالون: یوپی) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی عربی وفارسی کی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد اکبر علی برکاتی سے حاصل کی۔

اس کے بعد شیخ العلما حضرت مفتی رحمت اللہ قادری بلرامپوری شاگرد خاص صدر العلما حضرت غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔

سال 2008 میں جامعہ رضویہ گلشن برکات (کدورہ: جالون) سے مولویت کی تکمیل کی، اور 2010 میں دار العلوم وارثیہ (لکھنو) سے عالمیت کی سند حاصل کی۔ سال 2012 میں جامعہ اشرفیہ (مبارک پور، اعظم گڑھ: یوپی) سے شعبہ فضیلت کی تکمیل کی۔ متعدد مدارس میں تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

فی الوقت جامعہ رضویہ گلشن برکات (کدورہ: جالون) میں صدر مدرسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ 2012 سے 2016 تک سہ ماہی ''خدمت'' (ہندی) بھلائی (چھتیس گڑھ) کے ایڈیٹر رہے۔ چند تصانیف بھی آپ کی مطبوعہ ہیں۔ تادم تحریر پچاسوں مضامین ومقالات آپ نے رقم فرمائے۔ ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) کے مستقل مضمون نگار ہیں۔

مولانا موصوف کی تحریر وفکر میں انقلابی جہات نمایاں نظر آتی ہیں۔ اہل سنت وجماعت کو ایسے قلمکاروں کی ضرورت ہے۔

موصوف ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ رابطہ نمبر: +919039778692

اپنے کعبے کی حفاظت تمھیں خود کرنی ہے

اداریہ

حضرت مولانا محمد شاہد علی مصباحی
(باگی، جالون: یوپی)

لك الحمد یا اللّٰہ عز وجل

والصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارك وسلم

''فلاح ونجات نمبر''، محض یہ نام سنتے ہی ذہن اس جانب متبادر ہوجاتا ہے کہ اس نمبر میں کن چیزوں پر توجہ دی گئی ہوگی۔ یقیناً اس نمبر کا پروگرام بناتے وقت تمام شرکا کے ذہن وفکر اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ کس طرح سے بھارتی مسلمانوں کے موجودہ مسائل کا مستقل حل نکالا جاسکے، کیوں کہ آج بھارتی مسلمان ہر طرح سے پریشان ہے۔ خواہ معاملات سیاسی ہوں، سماجی ہوں، معاشی ہوں یا عائلی ہوں۔ کسی بھی محاذ میں مسلمان سکون میں نہیں ہے۔

اس کے علاوہ 2014 کے بعد سے مسلمانوں کو کچھ زیادہ ہی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کیوں کہ اب حکومت کھلم کھلا مسلم دشمنی کا کارڈ کھیل رہی ہے، جس کا جیتا جاگتا ثبوت گزشتہ چند سالوں میں قوانین میں ترمیم و نئے قوانین کا بننا ہے۔ معاملہ 370 اور 35A کا ہو، بابری مسجد کا ہو، تین طلاق کا ہو، CAA کا ہو، NRC کا ہو، NPR کا ہو یا Love Jihad جیسے قانون کا ہو۔ ہر طرف مسلم مخالفت صاف طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

(یہ موٹے موٹے قوانین ہیں۔ اس علاوہ بھی بہت کچھ ہوا ہے۔)

ان قوانین کی آمد و رفت اور موجودہ حکومت کے سیاسی لیڈروں کے زہریلے بیانات نے ہر سنجیدہ اور فکر مند مسلمان کی راتوں کی نینداور دنوں کا چین اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہر دن ہی نہیں، دن میں کئی مرتبہ مختلف علاقوں کے راج نیتاؤں کے ذریعے زہریلے اور مسلم کشی پر ابھارنے والے نعرے اور بیانات سننے کو ملتے رہتے ہیں۔

جب سے یہ حکومت آئی ہے، ہمارے مدارس، مقابر اور مساجد کو تختۂ مشق بنالیا گیا ہے۔ کوئی بھی تہوار یا فنکشن ہو، ان کا ڈی جے ہمارے مدارس یا مساجد کے دروازے پر ہی رکتا ہے اور گھنٹوں ناچ گانے کے ساتھ ایسی نعرے بازی کی جاتی ہے کہ خون کھول اٹھے، اور یہ سب اسی لیے کیا جاتا ہے کہ یہ بولیں اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کردیا جائے۔ یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جارہا ہے، اور مستقبل قریب میں اس کے رکنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

ساتھ ہی کہیں بھی ان معاملات سے ابھرنے کی کوئی خاص کوشش ہوتی نظر نہیں آ رہی ہے۔

ایسے وقت میں ''ماہنامہ پیغام شریعت دہلی'' کے ذمہ داران نے ان مسائل پر غور وفکر کرتے ہوئے ان مسائل کے حل کی کوشش کی اور مفکرین کو دعوت دی کہ آج بھارت کے مسلمانوں کی جو حالت ہے، اس کی وجوہات کا درست تجزیہ کرتے ہوئے ان موجودہ مسائل کا مستقل حل نکالنے کی کوشش کی جائے۔

ان حالات تک پہنچنے کی بنیادی وجوہات جہاں ہماری سیاسی وحکومتی، معاشرتی وتجارتی زبوں حالی ہے، وہیں سماجی ضروریات کی عدم تکمیل اور روز اول سے ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کو نظر انداز کرنا اور ان سے سبق نہ سیکھنے کے ساتھ ان کے سدباب کی کوشش نہ کرنا بھی ہے۔

ایک دنگا کے بعد دوسرا ہوتا گیا، ایک جگہ خونریزی کے دھبے سڑکوں سے مٹے بھی نہ تھے کہ دوسری زمین ہمارے خون سے سرخ کردی گئی، مگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے یہی انتظار کرتے رہے کہ کوئی کرشمہ ہوگا اور ہم پر کیے گئے ایک ایک ظلم کا ظالموں سے حساب لے گا، مگر وہ دن نہ کل آیا اور نہ کل آئے گا۔ انتظار، انتظار ہی ہوتا رہا۔

مرحوم معراج فیض آبادی یہی سمجھاتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے کہ:

اپنے کعبے کی حفاظت تمھیں خود کرنی ہے	اب ابابیلوں کا لشکر نہیں آنے والا

مگر ہم نے تو سبق نہ سیکھنے کی قسم کھا رکھی ہے اور یہ قسم نہ توڑنے کی بھی قسم کھا رکھی ہے۔ قسم بالائے قسم مثل ستم بالائے ستم ہمیں نہ سدھرنے پر مجبور کیے ہوئے ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر عام شخص یہی کہے گا کہ ؎

اب خدا ہی مری کشتی کو بچائے تو بچے

وہیں اس خونریزی سے چھٹکارا نہ مل پانے کی ایک وجہ ہمارا سیاست سے دور ہونا بھی ہے اور ہم ہیں کہ ہم نے سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور اغیار نے اسی سیاست کو ہتھیار کی طرح استعمال کر کے حکومتی اعتبار سے ہمیں دھیما زہر دینا شروع کر دیا اور اب جبکہ ہم سیاسی طور پر بالکل پیدل ہوگئے تو دشمن کھل کر سرعام ظلم وبربریت کا ننگا ناچ کر رہا ہے اور ہم بے بس تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

وہ سیاست جو مسلمان کے در کی لونڈی ہے، اسی سیاست کو ایسا چھوڑا کہ اس کے قریب بھی بھٹکنے کو معیوب گرداننے لگے، نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

یہیں ایک اور بڑی غلطی ہم نے کی تعلیم کو چھوڑ کر، سب سے پہلے تو ہم نے تعلیم کو دینی اور دنیاوی میں تقسیم کر دیا اور پھر دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا اور ادارے بھی الگ کر لیے، نتیجتاً اہل دونوں اداروں کے لوگ ایک دوسرے کے علم وفن سے ناواقف اور اسی ناواقفیت نے ہماری سماجی ترقی کی راہ میں ایک گہری خلیج پیدا کر دی۔

اہل مدارس نے تب بھی اپنے حصہ کا کام بخوبی نبھایا کہ آزادی کے بعد مدارس کی دنیا اجڑ چکی تھی مگر اس طبقے نے پوری لگن اور محنت سے ساتھ اپنے مشن کو حرز جاں بنائے رکھا اور گاؤں گاؤں، محلے محلے مکتب یا مدرسہ تعمیر کر کے آپ کی دینی ضروریات تو پوری کر دیں، لیکن اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فارغین نے اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کا قیام نہیں کیا جس کا نقصان صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

کل ملا کر ہم نے تعلیمی میدان میں خاطر خواہ کام نہیں کیا، جس کے نتیجہ میں آج نہ صرف تعلیمی اداروں، بلکہ تمام سرکاری محکموں میں ایسے لوگ قابض ہیں جو ہمیں پھوٹی آنکھ دیکھنا نہیں چاہتے، اور جو ہمارے لوگ ہیں، انہیں نہ دین سے مطلب ہے، نہ دین کی سمجھ ہے تو ان کے اندر مسلمانوں کی ہمدردی کیوں ہو: الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

وہ تو بھلا ہو رشوت جیسی بلا کا کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے کام ہو جاتے ہیں، ورنہ کوئی ہمارا کسی طرح کا کام کرنے کو راضی نہیں ہے۔ رشوت خود ایک جرم ہے۔ ہماری مجبوریوں نے ہمیں اس جرم تک پہنچا دیا۔

تعلیم اور سیاسی قوت کے فقدان کی بنا پر ہم تجارتی میدان میں اوروں کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے، جبکہ ہمارا تجارتی نظام سب سے ایڈوانس اور سب سے صاف وشفاف ہے، پھر بھی ہم عدم علم کی بنیاد پر نا کام و نامراد ہیں۔ اغیار نے تعلیم اور سیاسی قوت کا استعمال کرتے ہوئے ہمارے بڑے بڑے کاروباروں کو ایک جھٹکے میں ختم کر دیا۔

عدم تعلیم ہی کی بنا پر ڈیفنس میں ہماری شمولیت نا کے برابر ہے، جبکہ کسی بھی سیکولر کہے جانے ملک میں اگر آپ کو اپنے حقوق حاصل کرنے ہیں اور اپنی قوم کو ظلم سے بچائے رکھنا ہے تو کم از کم آبادی کے تناسب سے ڈیفنس میں شمولیت نہایت ضروری ہے، مگر ہم تعلیمی میدان میں پیچھے ہونے کی بنا پر ڈیفنس میں بھی کچھ نہ کر سکے جس کا خمیازہ ہماری پوری قوم کبھی موب لنچنگ اور کبھی فرقہ ورانہ فسادات میں یک طرفہ کارروائیوں کی شکل میں بھگت رہی ہے۔

بھارتی مسلمانوں کے انہیں پیچیدہ مسائل کے حل کی ایک ادنیٰ کوشش کا نام ہے: ''فلاح ونجات نمبر''۔

اس کے مشمولات ہی سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ نمبر کتنا اہم ہے۔

اس رسالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول: مسلمانان ہند اور سیاست وحکومت:

اس باب کے ڈائریکٹر ہیں حضرت مولانا محمد زاہد علی مرکزی (کالپی شریف ضلع جالون اتر پردیش)

حضرت قوم کا درد رکھنے والے صاحب بصیرت عالم دین ہیں۔

آپ ہی کی نگرانی میں اس باب کے مضامین ترتیب پائے ہیں۔ اس باب کے تحت کل تین مضامین ہیں۔

اول: بھارتی سیاست میں مسلمانوں کا کردار

مضمون نگار: حضرت مولانا بلال احمد نظامی (رتلام: ایم پی)

دوم: بھارتی سیاسی پارٹیاں، ماضی وحال اور مسلمان
مضمون نگار: حضرت مولانا عبداللہ رضوانی مرکزی (سیتامڑھی: بہار)
سوم: سیاسی سطح پر مسلمانوں کو بیدار کیسے کیا جائے؟
مضمون نگار: ڈاکٹر محمد شاہد خان (علی گڑھ)

باب دوم: مسلمانان ہند اور معیشت وتجارت:

اس باب کے ڈائریکٹر ہیں حضرت مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی۔
چیئرمین: تحریک علمائے ہند و بانی: ادارۂ قرآن جے پور۔
حضرت گوناگوں صلاحیتوں سے لبریز اور نہایت ہی فعال شخصیت کے مالک ہیں۔
اس باب میں چھ مضامین ہیں۔ایک مضمون خود حضرت مفتی صاحب قبلہ ہی نے قلم بند فرمایا ہے۔
عنوان: عصر حاضر میں روزگار کے کچھ نئے پرانے ذرائع

باب سوم: مسلمانان ہند اور سماجی ضروریات:

اس باب کے ڈائریکٹر ہیں حضرت مولانا منظر امن مصباحی (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)۔
حضرت اچھے قلم کار ہیں۔آپ کی ادبی کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔
اس باب کے تحت کل تین مضامین ہیں۔
اول: وکالت کی تعلیم: ضرورت واہمیت
مضمون نگار: جناب عاکف حیدر: کالج آف ٹیچر ایجوکیشن (بھوپال)
دوم: میڈیا: ضرورت واہمیت اور تقاضے
مضمون نگار: جاوید اسلم: آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدرآباد)
سوم: محکمہ پولیس اور انتظامیہ میں مسلمانوں کی نمائندگی
مضمون نگار: مولانا انصار الحق مصباحی: الفلاح یونیورسٹی (ہریانہ)

باب چہارم: مسلمانانِ ہند اور فرقہ وارانہ فسادات:

اس باب کے ڈائریکٹر ہیں حضرت مولانا اشرف جیلانی مصباحی (گھوسی ضلع مئو: یوپی)۔
اس کے تحت کل چار مضامین ہیں۔
اول: فرقہ وارانہ فسادات سے حفاظت ونجات کی موثر تدابیر
مضمون نگار: حضرت مولانا سید قدیر رضا مصباحی (بنارس)

دوم: اقلیتوں پر حملے اوراس کے قانونی تدارک کی صورتیں
مضمون نگار: حضرت مولانا محمد زاہد علی مرکزی (کالپی شریف)
سوم: ماب لنچنگ اور حکومت کی غفلت شعاری
مضمون نگار: حضرت مولانا احمد رضا مصباحی (اکبر پور)
چہارم: فرقہ وارانہ فسادات اور جانچ ایجنسیوں کا غیر ذمہ دارانہ رویہ
مضمون نگار: حضرت مولانا تفضّل عالم: آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدرآباد)
نوٹ: تمام مضمون نگاران کا تفصیلی تعارف ان کے مقالوں کے ساتھ منسلک ہے۔

ان ابواب اوران کے ذیلی عناوین کو دیکھ کر آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ نمبر کیسی اہمیت کا حامل ہے، خاص کر ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں۔

ہم صمیم قلب سے اپنے تمام ڈائریکٹرز اور مضمون نگاران کے بے حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر ''فلاح ونجات نمبر'' کے لیے بیش بہا مضامین رقم فرمائے، اور ہمارے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔

اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل مذکورہ جملہ حضرات و جملہ احباب ادارہ کو سلامت وباکرامت رکھے اوراس نمبر کو بھارتی مسلمانوں کے لیے فلاح ونجات کا سامان بنا دے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد شاہد علی مصباحی

(باگی، جالون: اتر پردیش)

shahidqadri2@gmail.com

باب اول

مسلمانان ہند اور سیاست وحکومت

ڈائریکٹر : مولانا زاہد علی مرکزی

جواہر پارے

سیاست انسانی معاشرے کومنظّم اور رواں دواں رکھنے، عدل وانصاف کی فضا قائم کرنے اور انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک قانونی نظام وضع کرنے کا نام ہے۔سیاست انسانوں کے لیے ہر جگہ اور ہر ماحول میں ضروری ہے۔ سیاست سے الگ تھلگ رہ جانا خود کو بے نشان اور فنا کردینا ہے۔ بھارتی مسلمانوں کو یہاں کی ملکی سیاست میں دلچسپی لینا اور اس میں موثر کردار ادا کرنا ہے، اس کے لیے بھارتی سیاست کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ لینا لازم ہے، اس کے لیے اس باب کے مضامین کا مطالعہ ضروری ہے۔

(چیف ایڈیٹر)

باب اول

مسلمانان ہند اور سیاست وحکومت

ڈائریکٹر: مولانا زاہد علی مرکزی (کالپی شریف)

مقالہ اول

بھارتی سیاست میں مسلمانوں کا کردار

مضمون نگار کا تعارف

حضرت مولانا بلال احمد نظامی مندسوری بن عبدالستار چشتی صاحب بادہ کھیڑی گاؤں ضلع مندسور (مدھیہ پردیش) کے متوطن ہیں۔آپ نے دارالعلوم معینیہ فیضان غریب نواز (بادہ کھیڑی ضلع مندسور) میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔تجوید وقرأت کی تعلیم دار العلوم فیضان اشرف (باسنی ناگور شریف: راجستھان) میں پائی۔

درس نظامی کی تعلیم دارالعلوم تنویرالاسلام (امرڈوبھا)، دارالعلوم گلشن طیبہ (مندسور) دارالعلوم فیضان اشرف (باسنی ناگور: راجستھان) حاصل کی۔وکرم یونیورسیٹی (اجین: مدھیہ پردیش) سے آپ نے بی اے (B.A.) کیا۔آپ سنی شمسی مسجد (قریشی منڈی: رتلام: مدھیہ پردیش) کے خطیب وامام ہیں۔

رابطہ:+919755775853

بھارتی سیاست میں مسلمانوں کا کردار

از: مولانا بلال احمد نظامی مندسوری

(رتلام: مدھیہ پردیش)

وطن عزیز بھارت سے مسلمانوں کا ہمیشہ سے اٹوٹ رشتہ رہا ہے۔آٹھ سو سال تک اس ملک پر مسلمانوں نے نہایت شان وشوکت اور پرامن طریقہ سے حکومت کی ہے۔مسلم حکمرانوں کے دور میں بھارت تعلیمی، اقتصادی، معاشی ہر اعتبار سے روشن وتابناک رہا ہے۔مالی اعتبار سے خوش حالی اور کامیابی کا عالم یہ تھا کہ بھارت کو ''سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا''۔

جب اس ملک پر انگریز قابض ہوئے تو اس کی آزادی کے لیے مسلمانوں نے ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں اور جدوجہد آزادی کی صف اول میں کھڑے رہے۔مسلم لیگ اور کانگریس کی کوششوں سے وطن عزیز دو آزاد خود مختار مملکتوں میں تقسیم ہوگیا: ''بھارت''، ''پاکستان''۔آزادی کا سورج طلوع ہوتے ہی برصغیر ہند و پاک میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

یوپی، دہلی، بہار، بنگال اور پنجاب سے بڑی تعداد میں مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے۔مشرقی پنجاب سے تقریبا تمام مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے اور وہ علاقہ اذان ونماز کی برکتوں سے محروم ہوگیا۔مہاجرین میں تعلیم یافتگان، سرکاری ملازمین، سیاست داں اور تاجر حضرات کی اکثریت تھی۔جن کی ایک طویل فہرست ہے۔

تقسیم وطن کے بعد جنوبی ہند فرقہ وارانہ فسادات سے محفوظ رہا اور جنوبی ہند کے مسلمانوں نے ہجرت بھی نہیں کی۔آزادی کے بعد فرقہ وارانہ فسادات اور نمایاں شخصیات کا پاکستان ہجرت کر جانا بھارت میں اقامت گزیں بقیہ مسلمانوں کے لیے کسی خون آشام دور سے کم نہیں تھا۔طرفہ تماشا یہ کہ ہجرت نہ کرنے اور بھارت ہی کا انتخاب کرنے والے مسلمانوں کو ہراساں کرنے کے لیے یہ طعنہ بھی دیا جارہا تھا کہ تمہیں تمہارا ملک (پاکستان) دیدیا گیا ہے، اب تمہارا یہاں کچھ نہیں ہے۔

گویا اس وقت مسلمان مکمل طور پر کانگریس کے رحم وکرم پر تھے۔شاید یہی وجہ تھی کہ آزادی کے بعد دیوبندی جمعیۃ العلما ہند کے زیر اہتمام ایک کنونش (جو لکھنو میں منعقد ہوا تھا) میں ابوالکلام آزاد (سابق صدر کانگریس وسابق وزیر تعلیم) نے کہا: ''آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنی علیحدہ سیاسی جماعت باقی نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ

سیکولر جماعتوں میں شامل ہو جانا چاہیے‘‘۔

ان کی اس رائے کو علماے دیو بند نے بہ سر وچشم قبول کیا اور جمعیۃ العلما ہند کی سیاسی حیثیت کو ختم کر کے اسے مذہبی تنظیم بنا دیا، نیز جو بھی سیاسی جماعتیں تھی، انھیں ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ ابوالکلام آزاد اور ان کے ہمنواؤں کی اس سیاسی غلطی کی سزا آج بھی بھارتی مسلمان جھیل رہا ہے۔

مسلم سیاسی پارٹیاں:

مسلمانان ہند کے باشعور سیاسی افراد کو اس بات کا ادراک تھا کہ جب تک مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والی اپنی سیاسی پارٹی نہ ہو، تب تک مسلمان نہ تو اپنے حقوق کی بازیابی کرا سکتے ہیں اور نہ کوئی ان کی درست نمائندگی کرے گا، اسی سوچ وفکر کے تحت بہت سے اہل علم، سیاسی حضرات نے میدان سیاست میں قدم رکھا، لیکن پورے ملک کے مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والی کسی پارٹی کو منصۂ شہود پر نہ لا سکے۔ ابوالکلام آزاد کے سیاسی افکار کے سبب جمعیۃ العلما ہند کو غیر سیاسی مذہبی تنظیم بنا کر کانگریس کے ٹکڑوں پہ پلنے کے لیے چھوڑ دیا۔ علاوہ ازیں شمالی ہند میں جو بھی سیاسی جماعتیں تھی، سب کو تحلیل کر دیا۔

مسلم لیگ جو غیر منقسم ہند کی اہم سیاسی جماعت تھی۔ 1906 میں ڈھاکہ کے مقام پر مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی اور تحفظ کے لیے اس جماعت کو تشکیل دیا گیا تھا۔ ابتدا میں اس جماعت نے کانگریس کے ساتھ مل کر کام کیا، لیکن جب کانگریس اور لیگ کے درمیان مفاہمت کا سلسلہ بند ہوا تو مسلم لیگ نے کانگریس سے ناطہ توڑ کر آزادی کی جدوجہد میں کوشاں ہوئی۔

قیام پاکستان کا مطالبہ آل انڈیا مسلم لیگ نے کیا تھا، اس کا وجود تین فریقوں کے معاہدے کے تحت عمل میں آیا۔ انڈین نیشنل کانگریس، آل انڈیا مسلم لیگ اور حکومت برطانیہ۔

تقسیم وطن کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ بھی تقسیم ہوگئی۔ کراچی میں غیر منقسم مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس کی صدارت محمد علی جناح نے کی اور ہندوستانی وفد کی قیادت مدراس صوبے کی مسلم لیگ کے صدر محمد اسماعیل نے کی۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ مسلم لیگ کو بھی تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ پاکستان مسلم لیگ اور انڈین مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

محمد اسماعیل صاحب مدراسی انڈین مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ جمعیۃ العلما ہند کے زیر اہتمام کنونشن میں قرارداد پالیسی پر عمل کرتے ہوئے یوپی بہار، بنگال راجستھان وغیرہ پورے شمالی ہند میں مسلم لیگ کو تحلیل کر دیا گیا۔ مولانا آزاد نیز کانگریسی رہنما پنڈت نہرو، ولبھ بھائی پٹیل وغیرہ نے محمد اسماعیل مدراسی پر بھی دباؤ ڈالا کہ جنوبی ہند سے بھی مسلم لیگ کو تحلیل کر کے کانگریس میں شمولیت اختیار کر لیں، لیکن محمد اسماعیل نے مولانا آزاد اور ان

کے ہمنواؤں کی غلطی کا اعادہ کرنے سے انکار کردیا۔

جب محمد اسماعیل مدراسی مسلم لیگ کے صدر اس سے بھی باز نہ آئے تو تینوں کانگریسی رہنما، پنڈت نہرو، ولبھ بھائی پٹیل اور مولانا آزاد نے محمد اسماعیل کو ڈرایا دھمکایا، لیکن موصوف نے استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے مسلم لیگ کو جنوبی ہند میں زندہ رکھا۔ کیرلا، تامل ناڈو اور مہاراشٹر میں مسلم انڈین لیگ کا پرچم بلند رہا۔ انڈین مسلم لیگ کے قائد کی فہم وفراست کی بنیاد پر کیرلا میں مسلم لیگ کانگریس اور کمیونسٹ پارٹیوں کے ساتھ باری باری مخلوط وزارتوں میں شریک ہوئی۔ محمد کویا وزیر اعلی کے عہدے تک پہنچے۔

تمل ناڈو اور کیرلا سے مسلم لیگی اراکین منتخب ہوکر بھارتی پارلیمان میں پہنچے۔ مہاراشٹر، کرناٹک، تمل ناڈو، اور کیرلا میں مسلم لیگ کے اراکین منتخب ہوکر ریاستی اسمبلی میں پہنچتے رہے ہیں۔ مسلم لیگ سے پارلیمان پہنچنے والوں میں ممبئی کے مشہور لیڈر غلام محمود بنات والا بھی ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ غلام محمود بنات والا سات مرتبہ مسلسل کیرلا سے لوک سبھا کے لیے منتخب ہوئے، حالاں کہ بنات والا مہاراشٹر کے رہنے والے تھے، لیکن مہاراشٹر سے انھیں لوک سبھا جانا مشکل لگ رہا تھا، اس لیے مسلم لیگ کے رہنماؤں نے انھیں کیرلا سے پارلیمنٹ پہنچایا۔

جنوبی ہند میں مسلم لیگ نے بہتر کارکردگی کرنے کے بعد شمالی ہند میں بھی مسلم لیگ کا احیا کیا گیا۔ بعدازاں مغربی بنگال میں کانگریس اور مسلم لیگ کی مخلوط وزارت قائم ہوئی اور سدھارتھ شنکر رے کی وزارت میں حسن الزماں وزیر مقرر ہوئے۔ مغربی بنگال ہی سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ایک رکن پارلیمنٹ میں بھی پہنچے۔

1969 میں میرٹھ میں مسلم لیگ کا احیا ہوتے ہی برق رفتاری سے دہلی، یوپی، بہار، بنگال اور راجستھان میں اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ تین سالہ جدوجہد اور کوششوں کے بعد کافی حد تک مسلم لیگ نے ترقی کی۔ مسلم لیگ کے ٹکٹ سے دہلی میں ڈاکٹر محمد احمد حلقہ بلی ماران سے کامیاب ہوئے۔ اس وقت دہلی میں ریاستی اسمبلی نہیں تھی، بلکہ اس کے قائم مقام میٹروپولٹین کونسل تھی۔

بہت ساری تنظیموں، تحریکوں کے زوال کی تاریخ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو ان میں ایک بات قدر مشترک ہوتی ہے کہ اس کے اولین قائد اور لیڈر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد وہ تحریک یا تنظیم انتشار اور افتراق کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں، لیکن سب سے اہم سبب یہ ہے کہ بعد والوں کے پاس تنظیمی مزاج، بردباری اور دور اندیشی نہیں ہوتی اور نہ ان میں صحیح طور پر قائدانہ صلاحیت ہوتی ہے، اور جو صاحب صلاحیت ہوتے ہیں، ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اسی بنا پر بہت ساری تنظیمیں اپنے حقیقی قائد کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ کم وبیش یہی حال انڈین یونین مسلم لیگ کا ہوا۔

تقسیم وطن کے بعد اس کے اولین قائد محمد اسماعیل صاحب کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد انڈین یونین

مسلم لیگ اپنا اثر ورسوخ قائم نہیں رکھ پائی اور ہر جگہ سے پسپا ہو کر کیرالا تک محدود ہو گئی۔

محمد اسماعیل مدراسی کے انتقال کے بعد لیگ کی صدارت ابراہیم سلیمان سیٹھ کے پاس آئی۔ انھوں نے یہ کہہ کر یوپی مسلم لیگ کے پانچ ٹکڑے کر دیے کہ یوپی بہت بڑا صوبہ ہے، اس کو ایک صدر اور ایک جنرل سیکریٹری نہیں سنبھال سکتا ہے۔ چنانچہ یوپی میں لیگ کے پانچ زون بنا کر ان کے علیحدہ علیحدہ صدر اور جنرل سیکریٹری مقرر کر دیے۔ اس سے لیگ کی کو بہت نقصان ہوا۔ ہوسکتا ہے سلیمان سیٹھ کی نیت محمود ہو، لیکن ان کی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی کے فقدان نے مسلم لیگ کو اچھے خاصے نقصان سے دوچار کیا۔

حالاں کہ 1974 میں یوپی میں لیگ کی بہتر کارکردگی کے سبب یوپی کے اسمبلی انتخابات میں فیروزآباد سے ایک رکن ریاستی اسمبلی پہنچے، نیز سہارنپور، مرادآباد سے مسلم لیگی امیدوار سو، اور پینتیس ووٹوں کے معمولی فرق سے ہار گئے۔ علاوہ ازیں میرٹھ، کانپور، آگرہ، بریلی، بجنور، رامپور، لکھنو وغیرہ اضلاع میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو کثرت سے ووٹ ملے۔

1974 میں یوپی کی 425 میں سے 51 نشستوں پر مسلم لیگ کے امیدوار کھڑے ہوئے۔ مسلم لیگ کی وجہ سے کانگریس نے تقریباً 35 نشستوں پر شکست کھائی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر اندرا گاندھی مسلم لیگ سے انتخابی معاہدہ کرنے کے لیے راضی ہو گئیں، لیکن مسلم لیگ کے صدر سلیمان سیٹھ نے یوپی میں کانگریس سے معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

یہاں ایک بات یہ بھی قابل غور وفکر ہے کہ جب مسلمانوں نے اپنا سیاسی اتحاد دنیا کے سامنے پیش کیا تو سب سے بڑی سیاسی جماعت انتخابی معاہدے پر آمادہ ہو گئی۔ اس دستور پر آج بھی عمل کیا جائے تو کوئی بعید نہیں کہ مسلمانوں سے اتحاد کیے بغیر کوئی پارٹی اپنی سرکار تشکیل نہ دے سکے۔ یوپی میں یادو سماج 8 فیصدی ہے، پھر بھی وہ حکومت سازی کر لیتے ہیں اور مسلمان جو تقریباً 20 فیصدی ہے، وہ دوسری پارٹیوں کے سہارے بمشکل چند نشستوں پر کامیاب ہوتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ سیاسی اتحاد کا فقدان ہے۔

یوپی میں مسلم لیگ کو پانچ زون میں تقسیم کرنا خلفشار کا سبب بنا اور لیگ رفتہ رفتہ حاشیہ سے غائب ہوتی گئی۔ لیگ کے صدر سلیمان سیٹھ کسی سیاسی پارٹی سے انتخابی معاہدے کے لیے تیار نہیں ہوئے اور اس طرح آل انڈیا یونین مسلم کیرالا تک محدود رہ گئی۔

کچھ لیڈران، مسلم لیگ کے صدر کی سیاسی غلطیوں سے نالاں ہو کر ایک الگ سیاسی پارٹی نیشنل لیگ کے نام سے تشکیل دی۔ نیشنل لیگ نے یوپی میں کانگریس سے انتخابی معاہدہ کر کے انتخابات میں قدم رکھا، لیکن مسلم لیگ نے نیشنل لیگ کی زبردست مخالف کر کے نیشنل لیگ کے امیدواروں کے مقابل اپنے امیدوار کھڑے کیے، نتیجہ یہ نکلا کہ

دونوں کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔

عمومی طور پر دیکھا جائے تو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں صبر وتحمل اور ایثار کا فقدان ہے، نیز بغض وحسد اور انتقامی جذبہ اس قدر کارفرما ہے کہ اپنوں کا بھی بھلا دیکھا نہیں جاتا ہے۔اسی وجہ سے بنے بنائے کھیل بگڑ جاتے ہیں۔ کامیابی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد اپنوں ہی کی ریشہ دوانیوں کے سبب ناکام ونامراد لوٹنا پڑتا ہے۔

1978 میں نیشنل لیگ اور مسلم مجلس (مسلم مجلس کے تعلق سں یمعلومات آگے درج ہے) کا انتخابی معاہدہ جنتا پارٹی سے ہوا، اور نیشنل لیگ نے انتخابات میں حصہ لیا، لیکن یہاں بھی مسلم لیگ نے نیشنل لیگ کے امیدوار کے سامنے اپنا امیدوار کھڑا کر دیا۔ نتیجے میں دونوں ہی ہار گئیں، اور نیشنل لیگ نے سیاسی دم توڑ دیا۔

جنوبی ہند میں لیگ کے صدر سلیمان سیٹھ نے کیرلا میں لیگ کو کانگریس کی مخلوط وزارت سے باہر کرنے کی کوشش کی تو نتیجہ میں لیگی کارکنان ولیڈران نے سلیمان سیٹھ کو عہدہ صدارت سے برطرف کرکے بنات والا کو صدر بنا دیا۔سلیمان سیٹھ نے انتقامی جذبہ کے تحت نیشنل لیگ کی بنیاد رکھی (جیسے پہلے یوپی میں مسلم لیگ سے علیحدہ ہونے والے کچھ لیڈروں نے اسی نام سے سیاسی جماعت بنائی تھی جس کی مخالفت سلیمان سیٹھ نے کی تھی) نیشل لیگ بھی کامیاب نہیں ہوئی اور تمل ناڈو میں سمٹ کر رہ گئی۔

مسلم مجلس:

آزادی کے بعد جو فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکی، وہ ہر سال کسی نہ کسی خطہ کو جلا کر خاکستر کرتی رہی۔ان فسادات میں زیادہ تر نقصان مسلمانوں کا ہوتا رہا۔مسلمانوں کے تحفظ اور بقا کے لیے 1964 میں ڈاکٹر سید محمود کی قیادت میں مسلم مجلس مشاورت کا قیام عمل میں آیا۔اس تنظیم نے مسلم مسائل کے حل اور تحفظ کے لیے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔اس کے اجلاس میں سیاسی شخصیات ودیگر مذاہب کی اہم شخصیات بھی شریک ہوتی رہیں۔ جلد ہی اس تنظیم نے مسلم حلقوں میں اعتماد ویقین کا ماحول بنانے میں موثر کردار ادا کیا۔ 1967 کے عام انتخابات میں اس نے نمایاں کردار ادا کیا۔

1968 میں اسی مسلم مجلس مشاورت کے بطن سے مسلم مجلس کا وجود عمل میں آیا۔جو ایک سیاسی پارٹی کی شکل میں سامنے آئی۔مسلم مجلس کے بانی وقائد ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی تھے۔مسلم مجلس کے بانی اور مسلم مجلس کی کارکردگی کے تعلق سے مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب قبلہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی اس کے بانی وروح رواں تھے۔

جو مخلص وباکردار اور صاحب ایثار مسلم قائد تھے، مسلم مجلس اترپردیش کے مشرقی حصہ میں خاصی بااثر ثابت ہوئی۔اس کے ٹکٹ پر ایم ایل اے بھی منتخب ہوئے، اور چرن سنگھ کی یوپی وزارت میں مسلم مجلس شریک اقتدار بھی

ہوئی۔اس کے پلیٹ فارم سے مطلع سیاست پہ نمودار ہونے والے کئی سیاست داں پارلیمنٹ تک پہنچے اور منسٹر بھی بنے۔(نقوش فکر۔ص:۸۱۶)

مسلم مجلس ڈاکٹر فریدی صاحب کے دم قدم سے آباد تھی۔ان کے بعد یہ بھی زوال کی نذر ہوگئی۔

مجلس اتحاد المسلمین

مجلسِ اتحاد المسلمین کی بنیاد 1927 میں پڑی۔اس کے بانی محمود نواز خان تھے۔اس کا ہیڈ کوارٹر، دارالسلام حیدرآباد ہے۔اس کے تحت روزنامہ اردو اخبار''اعتماد'' شائع ہوتا ہے۔آزادی کے بعد مجلس کا نام آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین (Aimim) سلطان صلاح الدین اویسی نے رکھا جو کہ اسد الدین اویسی کے والد تھے۔وہ 6 بار ممبر آف پارلیمنٹ چنے گئے۔

حیدرآباد کے اسمبلی الیکشن 1983 میں انھیں 64.5 فیصد ووٹ ملے تھے، جب کہ 1998 کے ایم پی الیکشن میں 44.65 فیصد ووٹ ملے۔سلطان صلاح الدین اویسی نے اپنے علاقے میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے بے شمار کام کیے۔انہوں نے انجینئرنگ کالج، میڈیکل کالج، فارمیسی، ڈگری کالج اور اسپتال قائم کئے ،جہاں پر بہت ہی کم خرچ میں علاج ہوتا ہے۔

صلاح الدین اویسی کے بعد ان کے بیٹے اسد الدین اویسی نے آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین کی باگ ڈور سنبھالی۔مسلسل جدوجہد کے ذریعہ سیاست میں اپنا ایک الگ مقام بنایا۔آج مسلمانوں کا خیال ہے کہ پورے بھارت میں مسلمانوں کی بیباک ترجمانی کرنے والے اسد الدین اویسی ہی ایک واحد لیڈر ہیں۔

اویسی صاحب حیدرآباد سے ایم ایل اے ہوئے اور 2004، 2009 اور 2014، 2019 میں ایم پی ہوئے۔انھیں 15 ویں لوک سبھا میں اچھی کارکردگی کے نتیجہ میں''سنسد رتن ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔اسد الدین اویسی صاحب جہاں پارلیمنٹ میں مسلمانان ہند کی بیباک ترجمانی کر کے مقبولیت کا درجہ حاصل کر چکے ہیں، وہیں ان پر شدید تنقید بھی ہوتی ہے، انھیں بی جے پی کا ایجنٹ کہا جاتا ہے، یہ بات کانگریسیوں یا کانگریس نواز حضرات کی جانب سے کی جاتی ہے، اس لیے کہ ایک عرصہ سے جو بھی مسلم قائد میدان سیاست میں آتا ہے، کانگریس مسلمانوں کو اس کی طرف سے بدگمان اور شکوک وشبہات پیدا کر کے مسلمانوں کو دور کر دیتی ہے۔

ایک عام شوشہ یہ بھی چھوڑا جاتا ہے کہ اگر اویسی صاحب کی پارٹی کو ووٹ دیا تو بی جے پی جیت جائے گی۔بی جے پی کے نام سے کانگریس ہمیشہ سے مسلمانوں کو ہراساں کر کے ووٹ بینک کے طور پر مسلمانوں کا استعمال کرتی آئی۔مسلمانوں کو ان کی سیاسی پالیسی کو سمجھنا چاہیے۔مخلصین کی جانب سے بھی اویسی صاحب کی پالیسیوں پر تنقید کی جاتی ہے۔

ناقدین کو چاہیے کہ براہ راست ملاقات کر کے یا تحریری طور پر انھیں آگاہ کریں۔ اویسی صاحب بھی سنجیدگی کے ساتھ ناقدین کے نقد پر توجہ مرکوز کریں، نیز اگلے الیکشن میں اس کے مطابق سیاسی لائحہ عمل ترتیب دیں۔

بہار اسمبلی الیکشن 2020 میں اویسی کی پارٹی کے اٹھارہ امیدواروں میں سے پانچ نے کامیابی حاصل کی۔

پیس پارٹی:

پیس پارٹی فروری 2008 میں وجود میں آئی۔ اس کے بانی مشہور سرجن ڈاکٹر ایوب ہیں۔ قریب ایک سال بعد 2009 میں ہوئے لوک سبھا انتخابات میں اس نے 20 سیٹوں پر اپنے امیدوار میدان میں اتارے۔ پہلے ہی انتخاب میں پیس پارٹی نے بہتر کارکردگی کی، حالاں کہ اس نے کوئی سیٹ نہیں جیتی، لیکن اسے ایک فیصد ووٹ ملے، اور ابتدا میں یہ بھی ایک بڑی کامیابی ہے۔

صوبے میں ووٹ پانے کے حساب سے وہ چھٹے نمبر پر رہی۔ لوک سبھا کی خلیل آباد سیٹ پر اس کا امیدوار دوسرے نمبر پر رہا۔ پانچ سیٹوں پر اسے ایک لاکھ سے زیادہ ووٹ ملے اور دس سیٹوں پر پچاس ہزار سے زیادہ، یا اس سے تھوڑا کم ووٹ ملا۔

لوک سبھا انتخاب کے بعد صوبے میں کئی سیٹوں پر ہوئے اسمبلی وسط مدتی انتخاب میں بھی کئی سیٹوں پر اس نے کانگریس اور سماجوادی پارٹی سے زیادہ بہتر مظاہرہ کیا۔ ڈومریا گنج میں جہاں وہ تیسرے نمبر پر رہی تو لکھیم پور اسمبلی سیٹ پر دوسرے نمبر پر۔

اکتوبر 2010 میں صوبے میں ہوئے پنچایتی انتخاب میں کافی عمدہ مظاہرہ کیا۔ تقریباً 80 ضلع پنچایت ممبر، پیس پارٹی کے کارکنان منتخب ہوئے ہیں۔ مئو میں ضلع پنچایت صدر کے انتخاب میں بھی پیس پارٹی کے امیدوار نے جیت کر کامیابی درج کی۔

2012 کے ریاستی اسمبلی انتخابات میں اپنے امیدوار کھڑے کیے اور چار نشستوں پر جیت درج کی۔ اس کے بعد یہ پارٹی یوپی کی پانچویں بڑی سیاسی پارٹی بن گئی، لیکن جو امیدوار پیس پارٹی کے ٹکٹ سے ودھایک بنے، وہ سب ڈاکٹر ایوب کو چھوڑ کر دوسری پارٹیوں میں شامل ہو گئے۔ 2017 کے ریاستی انتخابات میں بھی پیس پارٹی نے 17 امیدوار کھڑے کیے، لیکن ایک بھی امیدوار کامیاب نہیں ہوا۔ 2019 لوک سبھا انتخابات میں بھی کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ملی۔

اس طرح افق سیاست پر تیزی سے اپنے نشانات ثبت کرنے والی پارٹی تنزلی کا شکار ہو گئی، حالاں کہ آج بھی مختلف معاملات کے تحت پیس پارٹی کے صدر ڈاکٹر محمد ایوب صاحب اخباروں کی سرخیاں بنتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

انڈین انصاف پارٹی:

1989 میں سید شہاب الدین نے اس پارٹی کو قائم کیا تھا۔ایک سال بعد ہی اسے تحلیل بھی کر دیا گیا تھا،اور بعد میں اس کا پھر احیا کیا گیا۔انصاف پارٹی کے بانی سید شہاب الدین نے ایک سفارت کار کی حیثیت سے کئی ملکوں میں سفارتی خدمات انجام دیں۔ان میں عرب اور امریکہ شامل ہیں۔آئی ایف ایس (انڈین فارین سروس) کی ملازمت چھوڑ کر وہ سیاست میں آگئے تھے۔1979 سے 1996 تک وہ پارلیمنٹ (لوک سبھا اور راجیہ سبھا) کے رکن رہے۔

سیاسی طور پر انھوں نے یہ غلطی کی کہ ایک مضبوط پارٹی بنا کر ایک سال ہی میں اسے ختم بھی کر دیا۔ایک مبصر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انھوں نے انصاف پارٹی بنائی اور ایک ٹکٹ کی خاطر اسے چھوڑ دیا اور ایم پی تو بن گئے،لیکن قائد نہیں رہے''۔

ایک موقعہ پر سید شہاب الدین نے اس بات کا اظہار کیا کہ:''جلد بازی میں انصاف پارٹی چھوڑنا میری غلطی رہی ہے''۔ (ہندوستانی مسلمان)

آل انڈیا یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ:

3 اکتوبر 2005 کو بدرالدین اجمل نے اس پارٹی کی بنیاد رکھی۔اس وقت اس کا نام آسام یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ رکھا گیا تھا۔2 فروری 2009 کو دہلی کی ایک کانفرنس میں اس پارٹی کو ملکی پارٹی کے روپ میں پیش کیا اور اس کا نام آل انڈیا یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ رکھا۔

2006 میں آسام کے ودھان سبھا انتخابات میں اس پارٹی کے 10 امیدواروں نے کامیابی حاصل کی۔2009 کے لوک سبھا انتخابات میں اس پارٹی کے ایک امیدوار پارلیمنٹ پہنچے۔2011 اسم ودھان سبھا انتخابات میں 18 امیدواروں نے اس پارٹی کے ٹکٹ پر جیت درج کی۔2014 کے لوک سبھا چناؤ میں اس پارٹی کے ٹکٹ پر 3 امیدواروں نے کامیابی حاصل کی۔2016 آسام ودھان سبھا انتخابات میں 13 نشستوں پر کامیابی ملی۔2019 لوک سبھا انتخابات میں ایک امیدوار پالیمنٹ پہنچا۔

راشٹریہ علما کونسل:

4 اکتوبر 2008 کو اس کی بنیاد رکھی گئی۔عامر رشادی مدنی وغیرہ اس کے قائدین میں سے ہیں۔2009 کے لوک سبھا انتخابات میں 5 امیدوار کھڑے کیے،جس میں سے کسی کو بھی کامیابی نہیں ملی،البتہ ڈھائی لاکھ ووٹ

حصے میں آئے۔ 2012 کے ریاستی انتخابات میں یو پی سے پارٹی کے ٹکٹ پر امیدوار اتارے، لیکن کوئی کامیابی نہیں ملی۔

پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی:

جموں وکشمیر کی سیاسی پارٹی ہے۔ 1998 میں سابقہ متحدہ وزیر داخلہ مفتی محمد سعید نے قائم کیا۔ اکتوبر 2002 اسمبلی انتخابات جیت کر یہ پارٹی جموں کشمیر میں اقتدار میں آئی۔ 2004 میں اس کا ایک رکن لوک سبھا اور ایک راجیہ سبھا کا رکن بنا۔ 2009 عام انتخابات تک یہ پارٹی یونائیٹڈ پروگریسو الائنس (یو پی اے) کا حصہ تھی۔ 2014 عام انتخابات میں اس کے تین ارکان لوک سبھا میں منتخب ہوئے۔ محمد سعید کے بعد اس کی بیٹی محبوبہ مفتی نے اس کی باگ ڈور سنبھالی ہے۔

جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس:

1932 میں آزادی سے قبل اس پارٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ مختلف دور میں اس کے نام بدلتے رہے۔ شیخ عبداللہ اس کے اولین قائدین میں سے تھے۔ آزادی کے بعد سیاسی ہلچل میں شیخ عبداللہ نے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ کشمیر کو ایک مخصوص ریاست کا درجہ دلانے میں ان کی کوشش رہی۔ (2019 میں خصوصی درجہ ختم کر دیا گیا)۔ وہ کئی بار جیل بھی گئے۔ دو مرتبہ ریاست کے وزیر اعلیٰ بھی رہے۔

شیخ عبداللہ کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے فاروق عبداللہ نے اس پارٹی کی قیادت سنبھالی۔ فاروق عبداللہ 1982 سے 2002 کے درمیان 3: مرتبہ وزیر اعلیٰ رہے۔ فاروق عبداللہ کے بعد ان کے بیٹے عمر عبداللہ 2009 سے 2015 کے درمیان ایک مرتبہ وزیر اعلیٰ بنے۔

اتحاد ملت کونسل:

2001 میں مولانا توقیر رضا خاں نے اس پارٹی کی بنیاد رکھی۔ 2012 کے ودھان سبھا انتخابات میں 20 :سیٹوں پر پارٹی کے ٹکٹ پر امیدواروں کو کھڑا کیا جس میں سے ایک امیدوار کامیاب ہوا۔

مذکورہ بالا پارٹیوں کے علاوہ مسلم پالٹیکل کونسل آف انڈیا، ویلفیئر پارٹی آف انڈیا، سوشل ڈیموکریٹک پارٹی آف انڈیا جیسی سیاسی جماعتیں قابل ذکر ہیں جو بھارتی سیاست میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ مذکورہ سیاسی پارٹیوں کے تذکرہ سے نہ تو ان کی تعریف وتوصیف مقصود ہے، اور نہ ان پر تنقید، بلکہ آزادی کے بعد جس طرح یکے بعد دیگرے افق سیاست پر سیاسی پارٹیاں طلوع ہوتی رہی ہیں، ان کی کارگزاری کا ایک جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔

آزادی کے بعد سے اب تک درجن بھر سے زائد سیاسی جماعتیں وجود میں آئیں۔ سبھی کے منشور میں مسلم

مسائل کا تحفظ، مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی اور تحفظ شامل ہے، لیکن آزادی کے بعد جو مسائل قوم مسلم کو درپیش تھے ،وہی مسائل آج بھی درپیش ہیں، بلکہ موجودہ دور میں قوم کے مسائل ومشکلات میں اضافہ ہی ہوا ہے۔

اس جہت پر غور وفکر کرنے کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے ،وہ یہ ہے کہ جس قدر سیاسی قائدین اور سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں، ان سے قوم کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا، بلکہ مسائل میں اضافہ ہی ہوتا رہا، حالاں کہ ان کے خلوص پر شک نہیں کیا جا سکتا، لیکن ان کے طریقہ کار سے ضرور اختلاف ہے۔اس وقت امت کے صالح فکر اور مدبرانہ مزاج کے حامل افراد کو اس جہت پر بھی غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ درجن بھر سے زائد سیاسی جماعتیں اور قائدین کی ایک طویل فہرست ہونے کے بعد بھی تمام مسائل جوں کے توں کیوں ہیں؟ تمام مسلم سیاسی جماعتیں متحد ہو کر الیکشن میں حصہ لیں تو شاید منظر نامہ کچھ اور ہو۔

آبادی کے تناسب سے مسلمانوں کی سیاست میں حصہ داری:

آزادی کے بعد قوم مسلم کے سیاسی منظر نامہ پر نگاہ ڈالی جائے تو حد درجہ افسوس ہوگا کہ ایک ارب تیس کروڑ آبادی والے ملک بھارت میں 2011 کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چودہ فیصد سے زیادہ ہے، جب کہ پارلیمان میں ان کی تعداد محض ساڑھے تین فیصد ہے۔

اگر آبادی کے تناسب کو مد نظر رکھا جائے تو لوک سبھا کی 543 نشستوں میں مسلمانوں کا حصہ 65 نشستوں تک بنتا ہے۔پہلی لوک سبھا کے موقع پر جس وقت پورے ملک پر کانگریس کی اجارہ داری تھی ،صرف 21 مسلمان لوک سبھا میں تھے، جب کی یہ تعداد کم از کم 10: فیصد مسلم آبادی کے لحاظ سے 49 ہونا چاہیے تھی۔1980 میں مسلم ارکان پارلیمنٹ کی تعداد 49 تھی جو 1984 میں گھٹ کر 45 رہ گئے۔1980 میں مسلم ارکان پارلیمان کی تعداد 10: فیصد تھی جس میں 1984 سے 2009 کے درمیان ان کی تعداد آٹھ سے چھ فیصد کے درمیان ہوگئی۔2009 میں 28 مسلم ارکان پارلیمنٹ میں پہنچے اور 2014 میں گھٹ کر 23 رہ گئے۔

2019 میں ایک نشست اور کم ہو کر تعداد محض 22 یعنی ساڑھے تین فیصد مسلم ارکان پارلیمنٹ ہے۔

آزادی کے بعد 1952 سے 2019 تک لوک سبھا میں مسلم ارکان کی تعداد:

1952 میں 21۔1957 میں 23۔1962 میں 23۔1967 میں 29۔1971 میں 29۔1977 میں 34۔1980 میں 49۔1984 میں 45۔1989 میں 29۔1991 میں 27۔1996 میں 27۔1998 میں 29۔1999 میں 31۔2004 میں 36۔2009 میں 28۔2914 میں 23۔2019 میں 27۔

1952 سے 2019 تک لوک سبھا میں مسلمانوں کی نمائندگی حد درجہ کم ہے۔ سب سے اہم وجہ یہ ہے سیاسی محاذ پر مسلمانوں میں اجتماعیت کا فقدان ہے۔ عام انتخابات یا ریاستی انتخابات کے موقع پر مسلم قائدین الگ الگ خانوں میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جان کی امان ملے تو یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلم قائدین کو مسلمانوں کے حقوق سے زیادہ اپنے حقوق کی فکر رہتی ہے۔

انتخابات کے موقع پر ہر پارٹی مسلمانوں کی بڑی شخصیات کی دہلیز پہ پہنچتی ہے۔ انھیں سبز باغ دکھا کر اپنے حق میں ووٹ کی اپیل کرواتی ہے۔ پس پردہ کچھ اور بھی کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے ووٹ کی سودے بازی کی جاتی ہے۔ اس طرح دانستہ طور پر مسلمانوں کو مختلف خانوں میں بانٹ کر کمزور کر دیا جاتا ہے۔ اسی کمزوری کا نتیجہ ہے کہ بھارتی مسلمان سب سے بڑی اقلیت ہوتے ہوئے بھی سب سے زیادہ خستہ حال ہیں۔

لوک سبھا کی سیٹوں پر ووٹ فی صد:

اگر سیاسی محاذ پر اجتماعیت ہو، اور قوم کو اپنے ذاتی و شخصی مفاد کی خاطر بیوقوف نہ بنایا جائے تو یقیناً سیاسی انقلاب لایا جا سکتا ہے، اس لیے کہ تقریباً ملک کے 75 پارلیمان حلقے ایسے ہیں جہاں مسلمان براہ راست اثر انداز ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے 35 نشستوں پر مسلمانوں کا ووٹنگ 31 تا 95 فیصد کے درمیان ہے۔

مغربی بنگال میں 10 سیٹیں، اتر پردیش میں 7، جموں و کشمیر میں 4، بہار میں 3، آسام میں 4، کیرلا میں 2، آندھرا پردیش میں 1، مہاراشٹر میں 2، ہریانہ میں 1، اور لکشدیپ کی ایک سیٹ شامل ہیں۔

اسی طرح ملک کے دیگر 40 پارلیمان حلقوں میں مسلمانوں کا ووٹنگ 20 تا 30 فیصد کے درمیان ہے۔ ان میں اتر پردیش 10، بہار 6، جھارکھنڈ 3، مغربی بنگال 7، آسام 3، کرناٹک 2، آندھرا پردیش 2، جموں و کشمیر 2، اور ہریانہ کی ایک نشست شامل ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی 145 سیٹوں پر مسلمانوں کا ووٹ 11 تا 20 فیصد کے درمیان ہے۔

جب کہ 183 سیٹوں پر مسلمانوں کا ووٹ 5 تا 10 فیصد کے رمیان ہے۔ وہیں 5 فیصد سے کم ووٹنگ والی نشستیں 142 ہیں۔ جن میں 75 پارلیمانی حلقوں سے مسلمان از خود کامیاب ہو سکتے ہیں، یا اپنی مرضی کے امیدوار کو کامیاب بنانے میں براہ راست اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے لوک سبھا انتخابات کا ایک اور افسوس ناک اور باعث فکر پہلو یہ ہے کہ 2009 کے عام انتخابات میں ملک کی کثیر مسلم آبادی والی ریاستیں مہاراشٹر 48 سیٹیں، کرناٹک 28، دہلی 7، گجرات 26، مدھیہ پردیش 29، راجستھان 25، اور اڑیسہ 21، کل نشستیں 184 میں سے ایک بھی مسلم امیدوار کامیاب ہو کر پارلیمنٹ نہیں پہنچا۔

ریاستی سطح پر بھی نمائندگی میں مسلسل کمی

مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی میں گراوٹ صرف قومی سطح یعنی پارلیمان تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی گراوٹ کا یہ رجحان دیکھا جاسکتا ہے۔مہاراشٹر، ہریانہ، راجستھان، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ اور دہلی کی مجموعی طور پر 968، اسمبلی نشستوں کے لیے 2013 سے 2015 کے درمیان ہوئے انتخابات کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی 35 فیصد سے گھٹ کر محض 20 فیصد رہ گئی ہے۔

2018 میں صوبائی اسمبلیوں کے لیے ہوئے انتخابات میں چھتیس گڑھ میں صرف ایک مسلمان، مدھیہ پردیش میں دو، راجستھان اور تلنگانہ میں آٹھ آٹھ مسلمان منتخب ہوئے۔اتر پردیش اسمبلی میں 2012 میں مسلمانوں کی نمائندگی 17 فیصد تھی جو 2017 میں گھٹ کر صرف چھ فیصد رہ گئی۔ 20 فیصد مسلم آبادی والے اتر پردیش میں 2014 کے لوک سبھا انتخاب میں ایک بھی مسلمان امیدوار منتخب نہیں ہوسکا۔

سیاسی پارٹیوں نے ہمیشہ سے یہ کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کو سیاست میں حصہ داری سے محروم رکھیں۔انھیں صرف ووٹ بینک کے طور پر استعمال کریں۔سیاسی پارٹیوں نے مسلمانوں کی پرورش باعزت شہریوں کی بجائے ووٹ بینک کے طور پر کی ہے، اسی لیے ہر سیاسی پارٹی کو مسلمانوں کی یاد الیکشن میں جتنی ستاتی ہے، اتنی اور کسی کی یاد نہیں آتی ہے۔ یہ سبھی پارٹیاں جانتی ہیں کہ مسلمانوں کے ووٹ کے بغیر سیاست میں اقتدار کا حصول مشکل ہے۔اسی وجہ سے الیکشن آتے ہی سیاسی پارٹیاں مسلم شخصیات کی دہلیز پہ پہنچ کر سودے بازی کرتی ہے۔

مسلمانوں کو ہوش کے ناخن لیتے ہوئے اب بھی سنبھل جانا چاہیے، اور ہوشمندی، سیاسی بصیرت اور شعور کے ساتھ متحد ہوکر منصوبہ بند طریقے سے انتخابی سیاست میں اقدامی انداز میں جدوجہد کو تیز کرتے ہوئے اقتدار میں باوقار حصہ داری کو یقینی بنانے کے لیے زمینی سطح پر راہ ہموار کرنے کی کوششیں کرنا چاہیے، تاکہ بھارتی مسلمان بھی سیاست میں برابر کا شریک ہو۔

بھارتی مسلمانوں کی ملکی سطح پر ایک سیاسی پارٹی ہو گرچہ وہ ہر جگہ سے کامیاب نہ ہو، لیکن اس کا ووٹ شیئر بڑھایا جائے، تاکہ دوسری سیاسی پارٹیاں اس سے اتحاد کرنے پر مجبور ہو۔سیاست دانوں کو بھی چاہیے کہ حالات کیسے بھی ہوں، اپنی ہی پارٹی کا انتخاب کر کے اقتدار تک پہنچیں، اس لیے کہ غیروں کی پارٹی سے دس نہیں، بلکہ پچاس مسلم امیدوار بھی کامیاب ہوتے ہیں تو وہ اپنے سیاسی آقاؤں کے اشارۂ ابرو پر کام کریں گے۔ان کی مرضی کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے ادا نہیں کریں گے، اور اگر سیاسی آقاؤں کی منشا کے خلاف کچھ کر گزرنے کی کوشش کی تو انھیں یا توڈرایا دھمکایا جائے گا، یا باہر کا راستہ دکھایا جائے گا، اس لیے جب خود کی پارٹی ہوگی تو یہ اندیشے اور خطرے

نہیں ہوں گے۔

مسلمانوں کو ہمیشہ کسی مخصوص پارٹی سے ڈرا کر ان کا ووٹ حاصل کیا گیا ہے اور سیکولرازم کا پاٹھ پڑھایا گیا ہے ،حالاں کہ اب سیکولرزم کا نقاب سب کے چہرے سے اتر چکا ہے،اس لیے مسلمان سیاست میں استعمال ہونے کی بجائے اپنے پورے حقوق حاصل کریں۔اپنی سیاسی طاقت کو بحال کرنے کے بعد مسلمان دیگر سیاسی پارٹیوں سے برابر کی حصہ داری اور ٹھوس لائحہ عمل کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔بھارتی مسلمان آزادی کے بعد سے ایک سیاسی مہرہ رہا ہے،اور اقتدار میں پہنچنے کے لیے اس کا استعمال کیا گیا ہے، پھر بھی مسلمانوں نے بھارتی سیاست میں اہم کردار ادا کیا ہے۔آزادی کے بعد 3 مسلمان اس ملک کے صدر بھی رہے ہیں۔

مقالہ دوم

بھارت کی سیاسی پارٹیاں: ماضی حال اور مسلمان

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد عبداللہ رضوانی مرکزی بن حضرت قاری غلام مجتبیٰ رضوانی صاحب قبلہ 16: پریل 1997 کو اپنے آبائی وطن نانپور ضلع سیتامڑھی (بہار) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ نوریہ برکاتیہ ملحق خانقاہ رضوانیہ، نانپور، سیتامڑھی (بہار) میں حاصل کی، اور درس نظامی کی تعلیم کے لیے جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری ضلع سیتامڑھی (بہار) میں داخل ہوئے۔

جامعہ ضیائیہ میں درجہ اعدادیہ اور درجہ اولیٰ کی تعلیم حاصل کر کے متوسطات اور اعلیٰ تعلیم کے واسطے مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا، بریلی شریف (یوپی) میں داخل ہوئے، جہاں موصوف نے درجہ ثانیہ سے درجہ فضیلت تک کی تعلیم پائی اور 2016 میں عرس رضوی کے موقع پر فارغ التحصیل ہوئے۔ مزید علمی سیرابی کے لیے الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی فیض آباد (یوپی) میں داخلہ لیے، جہاں امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن نور اللہ مرقدہ کی زیر نگرانی دو سال تک افتا کی تربیت اور فتویٰ نویسی کی مشق کرتے رہے۔ سال 2018 میں جامعہ اسلامیہ کی گولڈن جوبلی تقریب کے موقع پر فراغت حاصل ہوئی اور سند افتا سے سرفراز کیے گئے۔

موصوف فی الحال البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے سال اخیر میں زیر تعلیم ہیں۔ مذکورہ تعلیمی اسانید کے علاوہ موصوف نے مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی (پٹنہ) سے مولوی اور عالم کی سند بھی حاصل کی۔

قلمی خدمات: آپ نے متعدد مقالات و مضامین تحریر کیے، نیز تین تالیفات بھی ہیں۔ آپ کی ایک کتاب ''آداب المریدین'' مطبوعہ ہے۔ دو تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔ قلمی خدمات کے علاوہ موصوف تقریر و خطابت کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں، اور رضوانی فاؤنڈیشن کے ذریعہ رفاہی خدمات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ **رابطہ نمبر:+919209737974**

بھارتی سیاسی پارٹیاں: ماضی حال اور مسلمان

ازقلم: مولانا عبداللہ مرکزی رضوانی
نانپور، سیتامڑھی (بہار)

ہمارا ملک بھارت ایک جمہوری ملک ہے۔ یہاں کا دستور بلاتفریق مذہب وملت ہر کسی کو یکساں اختیار فراہم کرتا ہے، اور ہر ایک کو ووٹ کا مکمل حق دیتا ہے۔ بھارت میں بلاواسطہ جمہوریت کا نظام قائم ہے، جس میں انتخابات کے ذریعے عوام کا پسندیدہ نمائندہ چنا جاتا ہے، جو ان کی درست نمائندگی کر سکے اور ان کی ضروریات کی تکمیل کر سکے۔ یہ انتخابات جمہوری اقدار کی بقا کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ انتخابات میں سیاسی پارٹیوں کا اہم کردار ہوتا ہے۔

سیاسی پارٹیاں اپنے نمائندوں کے ذریعے اپنی پالیسیوں اور پروگراموں کو عوام تک پہنچا کر ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور جو پارٹی انتخابات میں اکثریت حاصل کرتی ہے، وہ حکومت قائم کرتی ہے، اور ملک کے انتظامی امور کو انجام دیتی ہے۔ جو پارٹیاں اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہیں، وہ حزب اختلاف (اپوزیشن پارٹی) کے طور پر کام کرتی ہیں۔

سیاسی پارٹیاں عوام اور حکومت کے درمیان رابطے کی ایک کڑی ہوتی ہے جو عوامی مطالبات اور شکایات حکومت تک پہنچانے کا کام کرتی ہیں، خاص کر حزب اختلاف کا اہم کردار ہوتا ہے جس کے خوف سے حکومت عوامی فلاح و بہبود کا کام کرتی ہے۔ تمام سیاسی پارٹیاں مخصوص پالیسیوں اور نظریات کی حامی ہوتی ہیں جو اپنے افکار و نظریات اور سیاسی منشور کی وجہ سے پہچانی جاتی ہیں۔

بھارت کی قومی سیاسی پارٹیوں کا مختصر تعارف اور نظریات:

ایسی تمام جمہوریتیں جو وفاقی نظام پر عمل پیرا ہیں، وہ پوری دنیا میں دو قسم کی سیاسی جماعتیں رکھتی ہیں۔ ایک ایسی جماعتیں جو محض کسی ایک وفاقی شاخ میں پائی جاتی ہیں اور دوسری ایسی جماعتیں جو متعدد یا تمام وفاقی شاخوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہی صورت حال بھارت میں بھی ہے۔ کچھ ملک گیر جماعتیں ہیں جنھیں قومی جماعتیں کہا جاتا

ہے۔ان کے علاوہ صوبائی جماعتیں ہیں۔

یہاں قومی جماعتوں کا مختصر تذکرہ کر دینا مناسب ہے، کیوں کہ ان کا اثر ورسوخ ملک کے پارلیامنٹ اور ریاستی اسمبلی دونوں میں ہے۔ ہمارے ملک میں الیکشن کمیشن آف انڈیا کی جانب سے منظور شدہ ابھی آٹھ قومی پارٹیاں موجود ہیں۔

(1) انڈین نیشنل کانگریس (آئی این سی)

یہ عوام میں کانگریس پارٹی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دنیا کی قدیم ترین پارٹیوں میں سے ایک ہے۔ 1885 میں اس کی تاسیس عمل میں آئی۔اس نے انڈیا کی آزادی کے بعد کئی دہائیوں تک صوبائی اور قومی سطح پر بھارتی سیاست میں سب سے اہم اور نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ ایک مرکز نواز پارٹی (نہ دائیں بازو، نہ بائیں بازو) ہے۔ اپنی نظریاتی سوچ کے مطابق سیکولرزم اور اقلیتوں کی فلاح و بہبود کی حمایت کرتی ہے۔

(2) بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی)

1980 میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ بھارتیہ جن سنگھ پارٹی کا نیا روپ ہے۔ قدامت پسندی اور ثقافتی قوم پرستی (ہندتوا) اس کی سیاست کے اہم عناصر ہیں۔ بغیر کسی مذہبی تفریق کے تمام بھارتیوں کے لیے یکساں سول کوڈ اور تبدیلی مذہب پر پابندی عائد کرنا چاہتی ہے۔ آر ایس ایس کی مترجم وہم خیال ہے۔ 1990 سے اس کی حمایت میں اضافہ ہوا۔ حالیہ دنوں مرکز میں برسر اقتدار ہے۔

(3) کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسیٹ (سی پی آئی ایم)

1964 میں تشکیل عمل میں آئی۔ مارکس اور لینن کے نظریات کی حامل ہے۔ اشتراکیت، سیکولرزم اور جمہوریت کی حمایت کرتی ہے، اور فرقہ پرستی کی مخالفت کرتی ہے۔ اسے بالخصوص غریبوں، کارخانہ ملازموں، کسانوں زرعی مزدوروں اور دانشوروں کے درمیان مغربی بنگال، کیرلا اور تری پورہ میں بڑے پیمانے پر حمایت حاصل ہے۔ تیس سال بغیر کسی وقفے کے مغربی بنگال میں حکومت رہی ہے۔

(4) کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (سی پی آئی)

1925 میں تشکیل عمل میں آئی۔ یہ ملک کی قدیم پارٹی ہے۔ مارکس، لینن، سیکولر اور جمہوری نظریات کی حامل ہے۔ فرقہ پرست اور طبقات پرست طاقتوں کی مخالف ہے۔ 1962 کے آس پاس چین اور سوویت یونین ان دو اشتراکی (سوشلسٹ) ملکوں میں کس کی قیادت قبول کی جائے، اس مسئلہ پر پارٹی کے لیڈروں میں فکری اختلاف پیدا ہوا۔ اس طرح کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا میں پھوٹ پڑ گئی، اور ایک نئی پارٹی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکس

واد) کا قیام عمل میں آیا، جس کا تذکرہ پیچھے گزرا۔

(5) بہوجن سماج پارٹی (بی ایس پی)

1984 میں کانشی رام کی قیادت میں اس کی تشکیل عمل میں آئی۔ دلتوں، آدی واسیوں، دیگر پسماندہ ذاتوں اور مذہبی اقلیتوں پر مشتمل بہوجن سماج کی نمائندگی اور اقتدار کے لیے کوشش کرتی ہے۔ جیوتی با پھولے، پیریار، ساہو مہاراج، اور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے خیالات اور تعلیمات کی حمایت کرتی ہے۔ دلت اور مظلوم لوگوں کی فلاح و بہبود اور مفادات کے لیے ٹھوس موقف رکھتی ہے۔ اصل بنیاد صوبہ اتر پردیش میں ہے اور جزوی طور پر مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، اترا کھنڈ، دہلی اور پنجاب میں موجود ہے۔

(6) نیشنلسٹ کانگریس پارٹی (این سی پی)

1999 میں کانگریس میں پھوٹ کے نتیجے میں تشکیل عمل میں آئی۔ جمہوریت، گاندھیائی سیکولرزم اور وفاقی حکومت کی حمایت کرتی ہے۔ مہاراشٹر میں ایک بڑی پارٹی اور میگھالیہ، منی پور اور آسام میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

(7) ترنمول کانگریس (ٹی ایم سی)

1996 میں قائم ہوئی۔ 2016 میں الیکشن کمیشن نے اسے قومی پارٹی کا درجہ دیا۔ جمہوریت، مذہبی غیر جانبداری اور کمزور طبقات کا تحفظ اس پارٹی کی پالیسی ہے۔ مغربی بنگال میں ممتا بنرجی کی قیادت میں ابھی اسی پارٹی کی حکومت ہے۔

(8) نیشنل پیپلز پارٹی (این پی پی)

بھارت کی قومی سطح کی سیاسی جماعت ہے، حالاں کہ اس کا اثر زیادہ تر ریاست میگھالیہ میں مرکوز ہے۔ سوشلسٹ اور سیکولرزم کی حمایت کرتی ہے۔ اس کی بنیاد پی اے سنگما نے جولائی 2012 میں این سی پی سے نکالے جانے کے بعد رکھی تھی۔ اسے 07: جون 2019 کو قومی پارٹی کا درجہ ملا۔ یہ شمالی مشرقی بھارت کی پہلی سیاسی جماعت ہے، جس نے یہ درجہ حاصل کیا۔ ان کے علاوہ بہت ساری علاقائی پارٹیاں ہیں جو ریاستی اسمبلی میں اپنا نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔

کانگریسی دور حکومت اور مسلمان:

آزادی کے بعد سے بلاشرکت غیر پچاس سے زائد سالوں تک اس ملک پر کانگریس سیاسی طور پر غالب رہی ہے، اور مرکزی اقتدار کے علاوہ تقریباً تمام ریاستوں میں اس کی حکومت رہی ہے۔ آج بھی کئی ریاستوں میں

کانگریس کی حکومت قائم ہے۔

بھارتی مسلمانوں نے ہمیشہ مکمل اخلاص اور اتحاد کے ساتھ کانگریس کا ساتھ دیا ہے۔جس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ لوک سبھا انتخابات میں مسلم ووٹ فیصد گجرات، مہاراشٹر، کرناٹک اور آسام وغیرہ میں سب سے زیادہ کانگریس کو جاتا ہے، اور ریاستی سطح پر پنجاب، راجستھان، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، پاڈیچری میں مسلم ووٹ فیصد سب زیادہ کانگریس کے حصے میں ہے۔

اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ آخر مسلمانوں کو اس وفاداری کے نتیجے میں کیا تحفہ ملا؟ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس سیکولر نظریہ کے ساتھ کانگریس نے آزادی کے بعد انتخابات میں اپنا قدم جمایا اور مسلمانوں نے بھرپور حمایت کا مظاہرہ کیا، وہ کئی دہائیوں تک اس نظریہ پر قائم رہی اور مسلمانوں کے مذہبی آزادی میں رخنہ انداز نہ ہوئی۔

اس کے علاوہ فروغ اردو میں بھی ایسے اقدامات اٹھائے جو لائق تحسین ہیں۔ساتھ ہی کانگریسی دور حکومت میں بہت سے مسلمان وزیر بنائے گئے، مگر چند کے علاوہ کسی نے قوم وملت کو فائدہ نہیں پہنچایا۔ سچ تو یہ ہے کہ نام ونمود کی خاطر چند مسلمانوں کو انتخابات میں ٹکٹ دے دینا یہ کوئی بڑا احسان نہیں، بلکہ اصل ہمدردی ظلم وستم کے خلاف بولنا اور روزگار کے مواقع فراہم کرنا ہے، جس میں کانگریس شروع ہی سے ناکام رہی ہے۔

تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو کانگریس کے ابتدائی دور سے ہی مسلمان تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی میدان میں پچھڑے رہے ہیں۔سرکاری ونیم سرکاری ملازمتوں میں امتیازی سلوک رہا ہے۔ جواہر لال نہرو کے اقتدار کی بات کی جائے تو ان کے اور چند مسلم قائدین کے علاوہ مسلمانوں کو کسی نے فائدہ نہیں پہنچایا، بلکہ اکثر قائدین مسلمانوں کی ہر جائز باتوں کی مخالفت کرتے رہے۔

جواہر لال کی موت کے بعد اندرا گاندھی کے دور حکومت میں مذہب اور سیکولرازم دونوں کو استعمال کیا گیا، خاص کر ایمرجنسی کے دوران مسلمانوں کو بہت زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑے، اور ستم گری یہ کہ اسی درمیان نسبندی کا سلسلہ زوروں پر چلا اور نہ جانے کتنی مسلم خواتین کی جبراً نسبندی کر دی گئی۔ بابری مسجد کی شہادت کا بدنما داغ بھی انھیں کے ماتھے پر ہے۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد گجرات ومہاراشٹر میں بڑے پیمانے پر مسلم کش فسادات، اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے علاقے جیسے جبل پور، بھاگل پور، کانپور، مراد آباد، رانچی، اور بھیونڈی کے فسادات انھیں کے دور اقتدار کی مثال ہے۔

کانگریس کے آخری دور میں تو اور بھی شدت کے ساتھ منفی اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں، جہاں ہزاروں بے قصور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا گیا، اور مسلمانوں کے ساتھ غیر جانبدارانہ رویہ اپنایا گیا۔

حال کی بات کریں تو کئی ریاستوں میں کانگریس حکومت ہونے کے باوجود وہاں قوم مسلم کی ترقی کے لیے نہ کوئی ٹھوس اقدامات اٹھائے جارہے ہیں، اور نہ مسلم مسائل پہ کوئی پہل ہے۔ اگر اب بھی کانگریس پارٹی اپنے سیکولرزم کو برقرار رکھنا چاہتی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمانوں کے مسائل پر حساس ہو، اور مسلم مخالف محرکات کے خلاف آواز بلند کرے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی اور مسلمان:

2014 سے آج تک مرکز میں بھارتیہ جنتا پارٹی کا اقتدار قائم ہے، نیز کئی ریاستوں میں اسی پارٹی کی حکومت ہے، مگر جب سے یہ پارٹی مرکزی اقتدار میں آئی ہے، بھارت کا سیاسی منظرنامہ سیکولرزم سے بدل کر ہندتوا کے زیر اثر چلنے لگا ہے۔

اس پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد فرقہ پرست جماعتوں اور بالخصوص مسلم مخالف تنظیم: آر ایس ایس کو خوب بڑھاوا ملا، اور اپنے منصوبے میں کامیاب ہونے کا سنہرا موقع فراہم ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ حکومت اسی تنظیم کی سرپرستی میں چل رہی ہے تو اس میں کوئی دورائے نہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد ہر جانب سے مسلمانوں کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے، اور ہر اعتبار سے خستہ حالی کا شکار ہونا پڑ رہا ہے۔ بھاجپائی حکومت ہر میدان میں مسلمانوں کے ساتھ غیر منصفانہ کردار ادا کرنے میں پیش پیش ہے۔

سیاست میں فرقہ پرستی کا نمونہ 2014 اور 2019 کے عام انتخابات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ واضح ہو کہ 2014 سے آج تک لوک سبھا میں ایک بھی بھارتی جنتا پارٹی کا مسلم نمائندہ نہیں، جبکہ 2014 کے عام انتخابات میں صرف پانچ مسلم نمائندے کو اس پارٹی نے ٹکٹ دیا، جس میں اتر پردیش جیسے 19 فیصد مسلم آبادی والے صوبے کو نظر انداز کیا گیا اور ایک بھی مسلم نمائندے کو ٹکٹ نہیں دیا گیا۔

2019 میں صرف 6: مسلم نمائندوں کو ٹکٹ دیا گیا، جس میں ایک بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ راجیہ سبھا میں حالیہ دنوں میں بی جے پی کا صرف صرف ایک ایم پی مختار عباس نقوی ہے۔ تمام ریاستوں کی اسمبلی ممبروں میں اس پارٹی کے جملہ مسلم ایم ایل اے کی تعداد 10: سے کم ہی ہے۔ یہ تو سیاسی محاذ پر مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ معاشی، اقتصادی اور فلاح و بہبود کے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ رہا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ روز اول سے اس پارٹی کا اصل ہدف ہندتوا کو رائج کرنا اور مسلمانوں کو دوسرے نمبر کا شہری بنانا ہے، جسے ہم اس کی کارکردگی سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

مرکزی اقتدار میں آنے سے قبل بھی بی جے پی متعدد ریاستوں میں برسر اقتدار رہ چکی ہے، اور کئی مسلم مخالف

واقعات اس کے دامن سے وابستہ ہیں۔ چند بڑے حادثات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1992 میں یوپی میں بی جے پی کی حکومت تھی۔کلیان سنگھ وزیراعلیٰ تھا۔اسی کے دورحکومت میں بابری مسجد کا انہدام کا دلسوز حادثہ پیش آیا اور اسی کی حکومت میں سرکاری اسکولوں میں سرسوتی پوجا اور وندے ماترم کا گایا جانا ضروری قرار دیا گیا۔

2002 میں گجرات میں مسلم کش فساد ہوا، جس میں کئی ہزار مسلمانوں کی جان گئی اور مال وجائیداد، عزت و آبرو سے کھیلا گیا۔اور 2013 میں مظفر نگر میں مسلم کش فساد کا سہرا بھی بی جے پی کے سر جاتا ہے۔

2014 سے لے کر اب تک کے حالات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ملک بھر میں جو سلوک مسلمانوں کے ساتھ اس پارٹی کے دور اقتدار میں ہوا ہے، وہ شاید ہی کبھی ہوئے ہوں، بھارتیہ جنتا پارٹی نے اقتدار میں آنے سے قبل زور وشور سے ''سب کا ساتھ سب کا وکاس'' کا نعرہ لگایا، لیکن اقتدار میں آتے ہی اپنی سوچی، سمجھی پالیسی کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا اور مسلمانوں کیساتھ ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ بی جے پی کے لیڈروں کی جانب سے قسم قسم کے مسلم مخالف بیانات آنے شروع ہو گئے۔

مسلم پرسنل لا میں مداخلت کر کے طلاق ثلاثہ بل پاس کیا گیا۔سٹیزن شپ امیڈ مینٹ ایکٹ لا کر مسلمانوں کے حقوق کی پامالی کی گئی۔ تاریخی بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی بنیاد ڈالی گئی۔ مسلم قائدین کو دہشت گردی کے الزام میں پھنسا کر جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا گیا۔ مسلمانوں پر گئوکشی، لو جہاد اور دہشت گردی کا الزام لگا کر مشتعل ہجوم کے ظلم وبربریت کا نشانہ بنایا گیا۔

سینکڑوں بے قصور مسلمانوں کو بھارت ماتا کی جے، جے شری رام، پاکستان مردہ باد جیسے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا، پھر ان کو ہلاک کر دیا گیا، جن کی بہت سی مثالیں اخبارات اور نیوز چینلوں پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

فروری: 2020 کے دہلی فساد میں بہت سے مسلمانوں کو ہلاک کر دیا گیا۔مسلمانوں کی دکانوں اور گھروں کو جلا دیا گیا۔ جامعہ ملیہ، جے این یو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ کے ساتھ تشدد وبربریت کا کھیل کھیلا گیا، پھر انھیں کو مورد الزام ٹھہرا گیا۔

اس پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد خاص کر اتر پردیش، گجرات، راجستھان اور ہریانہ وغیرہ میں نفرت انگیز واقعات میں اضافہ ہوا ہے، اور مسلمانوں میں دہشت کا ماحول بنایا گیا ہے۔ یہ ظلم کی داستان تو بڑی لمبی ہے ،لیکن لمحہ فکریہ یہ ہے کہ مسلمان اب بھی خواب غفلت میں سو رہے ہیں، اور سیاسی طور پر بیدار نہیں ہو پا رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اگر آج بھی ہم میں تبدیلی نہ آئی تو مستقبل اس سے بھی افسوسناک ہو سکتا ہے۔

بھارتی سیکولر سیاسی پارٹیاں اور مسلمان:

بھارت کی تمام سیکولر سیاسی پارٹیوں کا ہمیشہ سے مسلمانانِ ہند کے مسائل میں غیر منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رویہ رہا ہے، اور اسی بے رخی، بے توجہی اور عدم دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ آزادی کے بعد جو حالات مسلمانوں کے تھے، وہ بدستور قائم ہیں۔

سچر کمیٹی اور دیگر تنظیموں کی رپورٹ کے مطابق مسلمان ہند سب سے پسماندہ اور پچھڑی ہوئی قوم ہے۔ تعلیم، انتظام، حفاظت قانون کے اہم ترین شعبوں اور دیگر ملازمتوں میں مسلمانوں کی شمولیت نا کے برابر ہے۔ پارلیمنٹ ہو، یا ریاستی اسمبلی، بلاک ہو یا ضلع پریشد، ہر جگہ مسلمانوں کی نمائندگی کم ہے، اور مسلمان معاشی اعتبار سے خستہ حالی کا شکار ہے۔

مسلمانوں کی سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی بدحالی میں ان سیاسی پارٹیوں کا اہم کردار ہے، جو انتخابات میں بڑے بڑے وعدے کر کے ووٹ حاصل لیتی ہیں، پر انتخابات کے بعد ان وعدوں کو بالائے طاق رکھ دیتی ہیں۔

آج ہر چہار جانب سے شدت پسند تنظیمیں مسلمانوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کا استحصال کر رہی ہیں۔ نوجوانوں کو جھوٹے الزامات میں پھنسا کر جیل کے سلاخوں میں بند کیا جا رہا ہے، مگر سیکولر ہونے کا دم بھرنے والی پارٹیاں خاموش ہیں۔

بھارتی جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد یکے بعد دیگرے متعدد مسلم مخالف بل پاس کئے گئے، جن میں ان کی مسلم ہمدردی قابل دید رہی، خاص کر جنتا دل (یونائیٹڈ) پارٹی جسے صوبہ بہار میں سب سے زیادہ مسلم ووٹ ملتا ہے، پھر بھی اس نے طلاق ثلاثہ بل اور سٹیزن شپ ایمڈ منٹ بل کی حمایت میں راجیہ سبھا میں اپنا ووٹ دیا۔ آج تک ان پارٹیوں نے صرف مسلمانوں کو ووٹ بینک کے طور پر استعمال کیا ہے۔ انھیں مسلم مسائل کی کوئی پرواہ نہیں۔

حالیہ دنوں میں سی اے اے کے خلاف احتجاج کرنے والے جامعہ، جے این یو اور علی گڑھ کے طلبہ کو گرفتار کیا گیا اور کانگریس سماج وادی، عام آدمی پارٹی اور دیگر پارٹیاں جو سیکولر اور اقلیتوں کے حقوق کا نمائندہ بنتی ہیں، خاموشی سے تماشا دیکھتی رہیں۔

اس ہندتوا زہریلی طوفان کے بیچ میرے مشاہدے کے اعتبار سے صرف چند ہی ایسی پارٹیاں ہیں جو مسلمانوں کے لیے نرم گوشہ رکھتی ہیں۔ جیسے ترنمول کانگریس۔ لوک سبھا الیکشن: 2019 میں ترنمول کانگریس پارٹی کے پانچ مسلم نمائندے منتخب ہوئے اور 2014 میں 4 منتخب ہوئے۔ ریاستی اسمبلی میں سب سے زیادہ مسلم ایم ایل اے اسی پارٹی سے منتخب ہوئے ہیں۔

خیر جو بھی پارٹی ہو مسلمانوں کو ایم پی، یا ایم ایل اے تو بنا سکتی ہے، پر اس سے آگے سیاست میں کبھی بڑھتے نہیں دیکھ سکتی۔ اس کا اندازہ اس سے لگالیں کہ کسی بھی صوبے میں آپ کو 1980 کے بعد سوائے کشمیر کے کہیں کوئی مسلم وزیراعلیٰ نہیں ملے گا، اور اس پہلے جتنے وزیراعلیٰ گزرے، کسی نے بھی اپنی پانچ سالہ میعاد مکمل نہیں کی ہے۔

سیاست میں مسلمانوں کی گھٹتی نمائندگی اور سیاسی پارٹیوں کا کردار:

ملک کی آزادی سے لے کر آج تک مسلمانوں کی سیاسی حصہ داری کا جائزہ لیا جائے تو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ ایک جمہوری ملک جہاں ہر طبقے کے افراد کو برابری کا حصہ ملتا ہے، پر مسلمانوں کے ساتھ ہر میدان میں ناانصافی برتی گئی۔

آج بھارت میں مسلمانوں کی مجموعی آبادی 14.2 ہے۔ اگر آبادی کے تناسب کو مدنظر رکھا جائے تو لوک سبھا کی 545 نشستوں میں مسلمانوں کا حصہ 65 تک بنتا ہے، لیکن 2019 کے منتخب ممبروں کی تعداد صرف 27 ہے، اور 2014 میں یہ تعداد صرف 22 تھی اور اس سے پہلے کی تعداد بھی آبادی کے تناسب سے کم ہی رہی ہے، جبکہ کئی صوبوں میں مسلم آبادی اچھی خاصی ہے، جیسے مغربی بنگال، اتر پردیش، جموں وکشمیر، بہار، آسام اور کیرلا وغیرہ میں۔

راجیہ سبھا میں تو ہماری نمائندگی حاشیہ پر ہے۔ اب ہم ریاستی اسمبلیوں میں مسلمانوں کی نمائندگی کا جائزہ لیں تو چند ریاستیں، جیسے مغربی بنگال، بہار، آسام اور کیرلا وغیرہ کو چھوڑ کر تمام ریاستوں میں مسلم نمائندگی قابل افسوس ہے۔

چند ریاستوں کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(1) تلنگانہ-119 نشستیں ہیں اور صرف 8 مسلم ایم ایل اے ہیں۔ 12: فیصد مسلم آبادی ہے۔ آبادی کے تناسب سے صرف 6: فیصد ممبر ہیں۔

(2) راجستھان-199: نشستیں ہیں۔ ابھی 8: مسلم ایم ایل اے ہیں، جبکہ اس پہلے 2، تقریباً 10: فیصد مسلم آبادی ہے۔ آبادی کے تناسب سے صرف 4: فیصد ممبر ہیں۔

(3) مدھیہ پردیش-230 نشستیں ہیں۔ 2: مسلم ایم ایل اے ہیں۔ 6: فیصد مسلم آبادی ہے۔ آبادی کے تناسب سے 1: فیصد سے کم ممبر ہیں۔

(4) چھتیس گڑھ-90: نشستیں ہیں۔ مسلم ایم ایل اے 1 ہے۔ 2: فیصد مسلم آبادی ہے۔ آبادی کے تناسب سے ممبر صفر ہے۔

(5) میزورم-40 نشستیں ہیں۔ ایک بھی مسلم ایم ایل اے نہیں۔ 1.53 فیصد مسلم آبادی ہے۔

(6) اتر پردیش میں 19: فیصدی مسلم آبادی ہے۔ مسلم ممبران 6: فیصد یعنی 24: ہیں۔ کل نشستیں 403 ہیں۔

ان چند نمونوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سیاست میں ہماری نمائندگی کس قدر کم ہے، حالاں کہ

مسلمانوں نے ہمیشہ دیانت کے ساتھ سیکولر پارٹیوں کو اپنا ووٹ دیا ہے۔ مسلمانوں کی اس قلیل نمائندگی کی سب سے اصل وجہ سیکولر پارٹیوں کا مسلمانوں کو نظر انداز کرنا اور مسلم نمائندوں کو ٹکٹ نہ دینا ہے، اور اگر دیا بھی جاتا ہے تو اسی علاقے سے دوسری پارٹیاں مسلم امیدوار کھڑا کر دیتی ہیں، جس کے سبب ووٹ منقسم ہو جاتا ہے۔ اگر تمام سیاسی پارٹیاں آپس میں اتحاد کر کے صرف ایک امیدوار کھڑا کرتی تو کامیابی کی امید تھی، مگر یہاں تو سب کو اپنا مفاد نظر آتا ہے۔ قوم مسلم کی کسی کو فکر نہیں۔

مسلم امیدواروں کو ٹکٹ نہ دینے کی وجہ ان کا سوفٹ ہندتوا ہے۔ کہنے کو تو یہ پارٹیاں سیکولر کہلاتی ہیں، پر لوگوں کی نظر میں مسلم نواز پارٹی نہ کہلانے لگے اور غیر مسلم ووٹ ہاتھ سے نکل نہ جائے، اس لیے سیاسی حکمت عملی کا سہارا لیتی ہیں، جو کہ ایک جمہوری ملک میں باعث افسوس ہے۔

کچھ پارٹیوں کا حال ایسا ہے کہ جن مسلم لیڈران پر انھیں یقین ہوتا ہے کہ یہ ہماری تابعداری کریں گے، اور ہمارے اشاروں پر گھومیں گے، انہیں ٹکٹ دیتی ہیں۔ اگر کوئی اپنی قوم کی ترجمانی کرنا بھی چاہتا ہے تو اسے باہر کا راستہ دکھا دیا جاتا ہے۔ اس کی کئی مثالیں بھارتی سیاست میں دیکھنے کو مل جائیں گی۔

مسلم قائدین کی غفلت شعاری اور قوم مسلم کی زبوں حالی:

قوم مسلم کے زوال وانحطاط میں جہاں سیاسی پارٹیوں کا اہم کردار رہا ہے، وہیں نام نہاد، ناخواندہ ملت فروش اور چند سکوں کے عوض اپنے ایمان وایقان کو بیچنے والے مسلم لیڈروں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ جس قوم کے افراد خونخوار درندوں کی طرح اپنوں ہی کو پھاڑ کر کھانے لگے، اس قوم کی فلاح و بہبود کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔ کچھ تو ایسے ہیں جنہوں نے غلامی کے پٹے کو اس طرح سے گردن میں ڈال لیا ہے کہ نہ تو ان کے لیے قوم اہمیت رکھتی ہے، اور نہ ہی ایمان، انہیں تو بس اپنے آقاؤں کو خوش کرنا ہے۔

حرص جاہ ومنصب میں مگن ہیں۔ انہیں قوم کی پرواہ نہیں۔ انہیں تو بس انتخابات کے وقت قوم کو دھوکا دینا ہے۔ میرے علاقے میں کئی ایسے مسلم لیڈران ہیں جو مسلم ووٹ کی بنیاد پر ایم ایل اے کی سیٹ جیت کر پانچ سال تک ایسے غائب ہوئے کہ ان کا سایہ تک علاقے میں نہیں پڑا۔ آپ اس کا خود تخمینہ کریں کہ کتنے مسلم لیڈروں نے اپنے علاقے میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور عروج وارتقا کے لیے کالج، یونیورسٹی، ہسپتال اور دیگر ادارے کا قائم کیے ہیں، سوائے ان مخلص لیڈروں کے جو اپنے دل میں قوم مسلم کی سرخروئی کا جذبہ رکھتے ہیں۔

اب ایسے حالات میں مسلمانوں کو دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ قیادت کی ضرورت ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے دل میں قوم وملت کا درد رکھتا ہو، خاص کر علمائے دین، انھیں چاہیے کہ سیاست میں قدم رکھیں اور اپنی مظبوط پکڑ

بنائیں۔ اس امید کے ساتھ کہ قوم کو ان مفاد پرست قائدین سے چھٹکارا دلائیں گے، اور انسانیت کی خدمت کے ساتھ اپنے دین اور ملک کے آئین کی حفاظت کریں گے۔

بھارتی سیاست میں مسلمان کیسے ترقی کرے؟

اجتماعی طور پر مسلمانوں کے علاوہ ہر اقلیتی فرقے نے سیاسی سطح پر اپنا ایک الگ مقام بنالیا ہے۔ آج ہر قوم اپنے مقاصد کو دل میں رکھ کر مسلسل جدوجہد کے ذریعے ترقی کر رہی ہے۔ تنظیموں اور تحریکوں کے توسط سے بیداری مہم چلائی جارہی ہے، اور ان کے کارکنان نہایت مستعدی اور فعالیت کے ساتھ یہ کام انجام دے رہے ہیں، جس کی مثال سماج وادی پارٹی، راشٹریہ جنتا پارٹی، بی ایس پی، جنتا دل یونائیٹڈ وغیرہ کی شکل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

صدیوں سے ٹھکرائی جانے والی قوم آج متحد ہو کر اپنی برادری کی پارٹیوں کو ووٹ دے کر حکومت سازی کر سکتی ہے تو پھر 20 فیصد قوم مسلم کیوں نہیں؟ ضرور کر سکتی ہے، پر اس کے لیے ہمیں متحد ہو کر کچھ ایسے اقدامات اٹھانے ہوں گے، جس سے ہم سیاسی میدان میں ایک مظبوط گرفت قائم کر سکیں۔ چند تجاویز مندرجہ ذیل ہیں جو ہمارے لیے نہایت مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔

(1) ملک بھر میں متعدد مسلم سیاسی پارٹیاں نمایاں کام انجام دے رہی ہیں۔ ان کا بھرپور ساتھ دیا جائے۔ الگ سے سیاسی پارٹی قائم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

(2) سیکولر ذہنیت والی پارٹیوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ تناسب کے اعتبار سے مسلم نمائندہ کھڑا کرے۔

(3) علاقائی سطح پر بیداری مہم شروع کی جائے، حساس اور باشعور افراد معاشرے کو نئی فکر عطا کرے۔

(4) بااخلاق، باصلاحیت، قوم وملت کا درد رکھنے والے اور انسانیت کے حق میں کام کرنے والوں کو اپنا نمائندہ منتخب کیا جائے

(5) ضمیر فروش اور غلامی کرنے والے لیڈروں کا بائیکاٹ کیا جائے، جو ظلم کے خلاف بولنے اور حق کی آواز بننے سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

(6) محض بیان بازی کرنے والے لیڈروں کے پیچھے اپنا قیمتی ووٹ برباد نہ کیا جائے، بلکہ قوم مسلم کی فلاح وبہبود چاہنے والے لیڈر کو ووٹ دیا جائے اور دوسروں کو بھی ترغیب دلایا جائے۔

(7) انتخابات کے وقت جسے ہم اپنا نمائندہ بنانا چاہ رہے ہیں، اس کی گزشتہ کارکردگی کو مدنظر رکھا جائے۔

(8) جن علاقوں میں مسلم پارٹیوں کا کوئی نمائندہ موجود ہو تو اسے پہلے ترجیح دی جائے، ورنہ اگر کوئی سیکولر ذہنیت کا نمائندہ کسی دوسری پارٹی سے مضبوط امیدوار ہو تو اسی کا ساتھ دیا جائے۔

(9) ائمہ مساجد اپنی قیادت کی ذمہ داریوں کو مکمل طور سے پورا کریں اور ہر طرح سے قوم کی سربراہی کا فریضہ انجام دیں۔

(10) بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، لیکن وہاں کے مسلمان سیاسی شعور سے محروم ہیں، جس کی وجہ سے مسلم امیدوار کامیاب نہیں ہو پاتا اور ووٹ تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایسے علاقوں میں سیاسی بصیرت رکھنے والے دانشوران، قوم کی رہنمائی کریں۔

(11) فرقہ پرستوں کے تعلق سے اشتعال انگیز بیانات کے بجائے اپنے حلقے کے غیر مسلم پسماندہ لوگوں سے تعلقات قائم کیے جائیں اور پیغام انسانیت کو عام کیا جائے، تاکہ وہ آپ کی حمایت میں دست و بازو بن جائیں۔

حرف آخر:

آزادی کے بعد سے آج تک بھارت کا سیاسی منظر اور مسلمانوں سے متعلق سیاسی پارٹیوں کا رویہ کیسا رہا ہے، یہ اظہر من الشّمس ہے۔ خاص کر موجودہ حالات میں مسلمانوں کو بے دست و پا کیا جا رہے ہے، اور ماحول کو پرا گندہ کرنے میں پولیس، انتظامیہ اور میڈیا کا رول حد درجہ غیر منصفانہ ہے، لیکن اب بھی مسلمان نہ جانے کس مسیحا کے انتظار میں ہیں، اور بے حسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

وقت کی ضرورت ہے کہ قوم مسلم اپنے اندر سیاسی شعور پیدا کرے۔ خود کو حالات کے مطابق تیار کرے اور اپنے باعزت وجود اور بقا کی فکر کرنا شروع کر دیں، مگر اس کے لیے ہمیں خود پرستی کے جال سے نکل کر قوم و ملت کے درد کو سمجھنا ہوگا۔ ہمیں متحد ہو کر ہر میدان کو فتح کرنا ہوگا، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی و کامرانی کی منزلیں ہمارے قدم چومتی نظر آئیں گی۔

منتشر ہو تو مرو شور مچاتے کیوں ہو	متحد ہو تو بدل ڈالو نظام گلشن

مقالہ سوم

مسلمانوں کی سیاسی بیداری کی کوشش اور لائحہ عمل

مقالہ نگار کا تعارف

جناب ڈاکٹر محمد شاہد صاحب گوئرا مغلی ضلع باندہ (یو پی) میں پیدا ہوئے۔موصوف نے عالمیت کی سند الجامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور) سے حاصل کی۔آپ نے ویر بہادر سنگھ پوروانچل یونیورسٹی (جونپور) سے گریجویشن کیا۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) سے ایم اے پاس کیا اور پھر 2019 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) سے پی ایچ ڈی مکمل کی۔آپ نے 2015 میں یوسی جی (UCG) کا نیٹ اکزام (NET) پاس کیا اور JRF کے حقدار ہوئے۔

آپ کی متعدد تصانیف اور تراجم ہیں۔آپ کی ایک تصنیف ''ترقی پسند نظم کی فنی اور فکری اساس'' ہے۔ایک کتاب بعنوان "علی گڑھ، جدیدیت اور اردو نظم" زیر اشاعت ہے۔مذکورہ کتابوں کے علاوہ پروفیسر پشپتا اوستھی کی کتاب "نیدرلینڈز ڈائری کا ترجمہ بھی آپ نے کیا ہے۔

مختلف رسائل و جرائد کے لیے ریسرچ پیپر، مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔وقتاً فوقتاً غزلیں اور نظمیں بھی اخبار و رسائل کی زینت بنتی رہتی ہیں۔آل انڈیا ریڈیو کے لیے اور رسائل کے لیے کہانیاں بھی لکھی ہیں۔موصوف فی الحال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے شعبہ اردو میں ریسرچ ایسوسی ایٹ کے طور پر ملازمت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

رابطہ نمبر:9412273054 ای میل:mskusmani12@gmail.com

مسلمانوں کی سیاسی بیداری کی کوشش اور لائحہ عمل

از: ڈاکٹر محمد شاہد (علیگ)
شعبہ اردو: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ)

آزادی کے بعد سے اب تک بھارتی سیاست کے مختلف ادوار اور اس کے نشیب وفراز پر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بھارتی سیاست موجودہ عہد میں اپنے ناہموار ترین دور سے گزر رہی ہے۔ آزادی کے بعد جن سیکولر اور جمہوری اقدار پر ملک کی بنیادیں استوار کرنے کی جو کوششیں ہوتی رہی ہیں، ماضی قریب میں ان قدروں کو پامال کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے جو تا حال جاری ہے۔

اگرچہ ان سیکولر جماعتوں سے وابستہ موقع پرست سیاست دانوں کی دو کشتیوں پر سواری نے ان بنیادوں کو زیادہ مستحکم نہیں ہونے دیا، مگر اس کے باوجود بھی اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ سیاسی لیڈروں نے سیاسی مفاد کے لیے جمہوری قدروں کو پامال اور کمزور تو کیا ہے، لیکن ان جمہوری قدروں سے نظریاتی سطح پر انحراف اور گریز نہیں کیا۔

پہلے بھی ملک کی جمہوری اور مشترکہ قدریں پامال ہوئی ہیں۔ یہ عمارت مسمار ہوتی رہی ہے، لیکن اس کی بنیاد گرانے کی کوشش نہیں کی گئی اور اسی بنیاد پر کبھی پائدار اور کبھی ناپائدار عمارتیں قائم ہوتی رہیں۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ اب اس بنیاد کو مسمار کیا جا رہا ہے۔ ملک کی سیاست کی تعمیر نئی بنیادوں پر قائم کی جا رہی ہے جو انتہا پسندی، نفرت، ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہیں۔

اس جدید سیاسی نظام میں مسلمانوں کو سرے سے خارج ہی کر دیا گیا ہے۔ موجودہ عہد میں ملک کی جمہوری اور سیکولر حیثیت کو تبدیل کرنے کی شعوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ملک کی آئینی حیثیت کو کمزور کیا جا رہے جو مستقبل قریب میں اس کی تبدیلی کا شاخسانہ ہے

آزاد اور خود مختار اداروں کی خود مختاری پر قدغن لگائی جا رہی ہے۔ سرکاری اداروں کو سرمایہ کاروں کے ہاتھوں گروی رکھنے کی کوشش جاری ہے۔ اس نئے سیاسی منظر نامے میں مسلمانوں کو نہ صرف مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے، بلکہ انہیں مزید کمزور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نتیجتاً مسلمان عدم تحفظ، خوف، عدم استحکام اور مایوسی کے خوفناک اندھیروں میں ڈوبتے جا رہے ہیں۔

عہد حاضر کی سب سے قابل رحم مخلوق اس امت مسلمہ کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ سرزمین ہند میں کئی صدیوں تک مسند اقتدار پر جلوہ افروز رہنے کے بعد جب یہ امت پایہ تخت سے اتری تو نا صرف سیاسی اقتدار سے محروم ہوئی، بلکہ

سماجی، معاشی اور تہذیبی سطح پر بھی پستی اور زوال کی انتہاؤں میں کھوتی چلی گئی۔ موجودہ وقت میں پستی اور زوال کی وہ خلیج اور زیادہ گہری ہوتی جا رہی ہے، لیکن اس کے باوجود بے خبری کا عالم یہ ہے کہ اسے اب بھی اس کا احساس نہیں ہے۔ خیر یہ نیند اتنی آسانی سے نہیں ٹوٹے گی۔

قوم کے دانشوروں، اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد اور مخلص سیاست دانوں کی یہ اہم ترین ذمہ داری ہے کہ اب اس قوم کو بیدار کرنے کی پرزور کوشش عمل میں لائیں۔ انہیں بیدار کریں اور ان کے لیے ایک نئی حکمت عملی بنائیں۔ ان کی اصلاح کریں۔ انہیں عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کریں۔ انہیں سیاسی اور سماجی تقاضوں کے مطابق متحد کریں۔ ان کے اندر احساس خودی اور خود اعتمادی کا جذبہ بحال کریں اور انہیں ان کی طاقت کا احساس دلائیں۔

امت کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لیے اصلاح امت اور بیداری مہم عہد حاضر کی سب سے اہم ذمہ داری ہونی چاہیے۔ مسلمانوں کے سیاسی استحکام کے لیے سیاسی اور سماجی سطح پر ان کی تشکیل جدید اور تنظیم نو کی جائے۔ انہیں سماجی طور پر متمدن بنایا جائے اور اجتماعی مفاد کی اہمیت واضح کی جائے، تاکہ ان کے اندر ملی اجتماعیت کا شعور بیدار ہو۔ سیاسی سوجھ بوجھ پیدا ہو، اور ان کا تفکر اپنی بلند پروازی سے نئی منزلوں کی طرف اڑان بھر سکے اور ایک صبح نو طلوع ہو۔

مسلمانوں کے سیاسی زوال کا تاریخی پس منظر:

انگریز ایک طویل جدوجہد اور کشمکش کے بعد 1857 میں مکمل طور پر بھارت کے اقتدار پر قابض ہو گئے تھے۔ 1757 میں سراج الدولہ کی شہادت سے جو سلسلہ شروع ہوا تو وہ ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری ریاست ہوتے ہوئے پایہ تخت دہلی کی فتح پر آ کر 1857 میں میں ختم ہوا۔ ایک میر جعفر... پھر انگنت میر جعفر قوم اور ملک کو بیچتے چلے گئے۔

ویسے یہ ملک 1799 میں ہی پوری طرح پا بہ زنجیر ہو چکا تھا جب شیر ہند سلطاں فتح علی خاں ٹیپو کی شہادت ہوئی۔ انگریزوں کو اب نہ کوئی خطرہ درپیش تھا اور نہ ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل تھی۔ مراٹھا اور نظام اپنے ضمیر کا سودا کر کے اپنی پگڑی انگریز آقاؤں کے قدموں میں رکھ چکے تھے۔

اکبر اور اورنگ زیب کے جانشین، دہلی کے سلطان کا دائرہ حکومت لال قلعہ کی چار دیواروں کی حدود تک محدود تھا۔ اورنگ زیب کے انتقال (1707) کے بعد سے ہی مغلوں کا سیاسی زوال شروع ہو چکا تھا جس کی اہم وجہ شہزادوں اور بیگموں کی عنان اقتدار کے حصول کے لیے باہمی کشمکش تھی۔ مغلیہ حکومت خانہ جنگی کا شکار ہو کر کمزور ہوتی چلی گئی۔ بغاوتوں کے نتیجے میں بہت سی خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں اور آپس میں دست و گریباں ہو گئیں۔

انگریزوں نے ان حالات کا پورا فائدہ اٹھایا اور علاقوں پر قابض ہونے لگے۔ اٹھارہویں صدی میں

انگریزوں نے بیشتر ہندوستانی علاقوں پر قبضہ کرلیا اور 1799 میں میسور کی فتح کے ساتھ ان کی آخری مزاحمت بھی ختم ہوگئی۔اس بغاوت کے ذمہ دار براہ راست مسلمان ٹھہرائے گئے تھے،اس لیے مسلمان مشق ستم بنائے گئے اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔

1857 کے انقلاب اور جدوجہد آزادی کے ذمہ دار براہ راست مسلمان ٹھہرائے گئے تھے اور اس کے چند اسباب تھے۔ برطانوی حکومت نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا،اس لیے وہ انہیں اپنا حریف سمجھتے تھے۔اس جنگ آزادی کی قیادت آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کر رہے تھے اور دیگر علاقوں اور صوبوں میں بھی اس کی باگ ڈور مسلم سیاسی قائدین اور علما کے ہاتھوں میں تھی۔

آخرکار یہ جدوجہد ناکام ہوگئی اور اس کے بعد انگریزوں نے پوری امت مسلمہ پر ظلم وبربریت کا عتاب مسلط کردیا۔قتل وغارت گری کا انسانیت سوز کھیل شروع کردیا کہ روح کانپ اٹھے۔انگریزوں نے مسلمانوں کی طاقت ختم کرنے کے لیے ہر طرح کے قدم اٹھائے اور مسلمانوں کی مالی،تعلیمی اور معاشی حالت بدتر ہوتی چلی گئی۔

اس زوال کے بعد علی گڑھ تحریک کے ذریعے مسلمانوں کا احیا نو عمل میں آیا۔ اس تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو عصری تقاضوں سے ہمکنار کرنے کو کوشش کی گئی۔سرسید نے جدید نظام تعلیم متعارف کروایا اور مروجہ زبان وادب سیکھنے پر بھی زور دیا۔سرسید نے سب سے زیادہ تعلیم پر زور دیا۔

سائنسی اور جدید علوم سیکھنے کی ضرورت کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی اور یہ احساس دلایا کہ ترقی کا راز تعلیم میں پنہاں ہے۔سرسید نے بہتر نظام تعلیم تشکیل دینے کے لیے یورپ کا سفر کیا تاکہ جدید نظام تعلیم اور طریقہ کار سمجھ سکیں۔

یورپ سے واپسی پر سرسید نے تہذیب الاخلاق جاری کیا۔سائنٹفک سوسائٹی وہ پہلے ہی قائم کر چکے تھے جس کا مقصد انگریزی اور دیگر زبانوں میں موجود سائنسی علوم کی کتابوں کا ترجمہ کرنا اور اردو زبان میں سائنسی علوم کو فروغ دینا تھا۔سرسید نے قوم کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کئی مدرسوں اور کالجوں کی بنیاد ڈالی۔

علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم اور پھر محمڈن اینگلو اورینٹل کالج قائم کیا جس کے دوررس اثرات قائم ہوئے۔سرسید نے اپنی غیر معمولی کوششوں سے بہت کم وقت میں تعلیم کا عام کیا اور سماجی اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیا۔اس کے غیر معمولی نتائج اس طور پر ظاہر ہونے لگے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد، ماہرین اور باصلاحیت افراد پر مشتمل ایک جماعت تیار ہوگئی۔اس عہد کو مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ سے تعبیر کیا گیا۔مسلمانوں کی حالت کافی بہتر ہوگئی تھی،لیکن ملک کی تقسیم نے مسلمانوں کو دوبارہ زوال اور پستی کی انتہاؤں پر پہنچادیا۔

سرسید نے بے راہ رو، پریشان حال،غریب اور مظلوم قوم کی رہنمائی ایسے وقت میں کی جب یہ قوم روشنی کی امید کھوچکی تھی اور جہالت کے گہرے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سرسید نے تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے قوم کو دوبارہ

زندگی بخشنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

سرسید نے ایک طرف ''اسباب بغاوت ہند'' اور ''تاریخ سرکشی ضلع بجنور'' لکھ کر مسلمانوں کا دفاع کیا تو وہیں دوسری طرف تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کو مضبوط اور مسلح بنانے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا۔ سرسید نے ایک تعلیم یافتہ، ترقی یافتہ اور مہذب معاشرہ تشکیل دینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد میں بہت حد تک کامیابی ملی۔

1857 کی جدوجہد آزادی کی ناکامی کے بعد بھارت سے مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ انگریزوں نے اس جدوجہد کو بغاوت سے تعبیر کیا اور اس کے لیے مسلمان ذمہ دار ٹھہرائے گئے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ دوسری قوموں نے انگریزوں سے اتحاد کرلیا تھا اور جدید طرز تعلیم اور طرز معاشرت کو اپنا لیا تھا جس کے نتیجے میں انہیں سیاسی قوت اور تحفظ حاصل تھا۔

مسلمانوں کو انگریز حکمراں بغاوت کو ذمہ دار مان رہے تھے اور مستقبل میں ایسا کوئی امکان نہ رہے، اس لیے بھی وہ مسلمانوں پر بے انتہا ظلم ڈھا رہے تھے اور انہیں بے سروسامان اور منتشر کرنے پر آمادہ تھے۔ براہ راست ٹکراؤ کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ انگریزوں نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا، اس لیے یہ قوموں کی براہ راست جنگ کی صورت اختیار کرگئی تھی۔

سرسید جیسے مصلحت شناس اور دوراندیش رہنما کو یہ احساس ہو چکا تھا کہ انگریزوں کے ساتھ ٹکراؤ کی صورت حال پر قائم رہنا مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں ہے اور موجودہ ذلت اور ظلم پر مبنی حالات سے نکلنے اور انگریزوں کے عتاب سے (جس کا نشانہ بغاوت کے بعد براہ راست مسلمان تھے) بچنے کے لیے مروجہ تعلیم اور ترقی کے معیاروں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق چلنا ضروری ہے، اور اسی سے مسلمانوں کی ترقی ممکن ہے۔

اس ملک کو آزاد ہوئے ایک لمبی مدت گزر چکی ہے۔ طویل عرصہ گزر گیا اور اس عرصے میں جہاں تعمیر و ترقی کے نئے باب لکھے گئے ہیں، شہریوں کو تحفظ، سیاسی اور معاشی استحکام حاصل ہوا ہے، وہیں ایک قوم ایسی ہے جو ہر اعتبار سے ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید بدحالی اور تنزلی ہمکنار ہوئی ہے۔ آزادی کے 73 سال گزرنے کے بعد بھی مسلمان اپنے حال، بلکہ مستقبل کے لیے بھی کوئی راہ متعین نہیں کر سکا۔ اپنے لیے سمت کا تعین نہیں کر پایا۔ راہرو اور راہزن کے درمیان خط امتیاز نہیں کھینچ سکا۔ اپنی عجلت پسند طبیعت اور جذباتی طرز فکر کی باعث کسی بھی نئے نظریے اور پرفریب سیاسی پروپیگنڈے کا شکار ہو جاتا ہے۔

بھارت میں مسلمانوں کی سیاسی صورت حال:

عہد حاضر میں مسلمانوں کی سیاسی صورت حال بے حد افسوسناک اور انتہائی قابل رحم ہے۔ مسلمانوں کے

موجودہ سیاسی عدم استحکام کے پس پردہ ایک طویل داستان ہے ... ایک مسلسل تاریخ ہے۔اس کے مختلف اسباب ہیں اوراس کی ذمہ داری جتنی دوسروں پر عائد ہوتی ہے،اس سے کہیں زیادہ خوداس امت پر خاص طور سے اس امت کے اصحاب جبہ و دستار پر جنھوں نے خود کو تو محفوظ رکھا،مگر غریب عوام کی دستگیری نہ کی اور انہیں طوفانوں کی زد میں ڈھکیل دیا۔

امت کے سیاسی قائد، مذہبی رہنما، دانشور اور سماجی رسوخ کے حامل افراد نے جس مسلم عوام کو اپنی ترقی کے لیے زینہ بنایا، ان سے خراج وصول کیا، اس کے مسائل اور مفاد کو پوری طرح سے نظر انداز کر دیا۔وہ سیاسی رہزنوں سے قوم کی غیرت کا سودا کرتے رہے اوراس کی قربانیوں پر اپنے محلات تعمیر کرتے رہے۔

آزاد بھارت میں جس طرح مختلف طبقوں نے خود کو سماجی اور سیاسی اعتبار سے منظّم اور مستحکم کیا ہے اور اس کے لیے انہوں نے مشترکہ کوشش کی ہے، ویسی کوشش مسلمانوں کی طرف سے چھوٹی موٹی سطح پر بھی نظر نہیں آتی، جس کی وجہ سے مسلمان اپنی سماجی اور سیاسی حیثیت قائم کرنے اور دوسروں کواس کا احساس دلانے میں پوری طرح ناکام رہے۔اس کے دوررس اثرات قائم ہوئے اور ٹکڑوں میں بٹے ہوئے مسلمانوں پر مختلف سیاسی جماعتوں اور سیاست دانوں نے شب خون مارا۔

فریب خوردہ مسلمان طویل عرصے تک نام نہاد سیکولر پارٹیوں پر بیجا اعتبار کر کے ان کا ووٹ بینک بنے رہے ،لیکن آخر کار یہ محض ایک سراب ثابت ہوا۔اتنا طویل سفر کرنے طے کرنے کے بعد احساس ہوا کہ ہم لٹ چکے ہیں اور راہرو ہی دراصل راہزن ہے اور پھر مایوسی کا ایک نیا عالم اور بے علمی وغفلت کا ایک نیا جہاں۔مسلمان آزادی کے بعد سے ہی سیکولرزم کا بوجھ اٹھائے گھومتے رہے اور خود کو بے قصور ثابت کرنے اور اپنی حب الوطنی کا یقین دلانے کی غیر ضروری کوشش میں خوار ہوتے رہے۔

انسانی زندگی اور انسانی سماج میں تقسیم اور تفریق ایک ناگزیر عمل ہے جو کسی نہ کسی سطح پر ظاہر ہوتا ہی رہتا ہے۔ ملک کی تقسیم کے ذمہ دار صرف مسلمان نہیں تھے ، بلکہ تمام سیاسی جماعتیں اور سیاسی رہنما تھے ،لیکن پورا الزام مسلمانوں پر عائد کر دیا گیا۔

بہر حال جو مسلمان تقسیم کے حق میں تھے، وہ پاکستان جا چکے تھے۔وہ مسلمان جنھوں نے فرقہ وارانہ تقسیم کو سرے سے خارج کر دیا اور اپنے وطن عزیز سے کسی بھی صورت جانا گوارا نہ کیا، وہ مسلمان بھی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔اب تو کئی پشتیں گزرنے کے بعد بھی یہاں رہنے والے مسلمان ابھی بھی اسی عدم تحفظ اور عدم اعتماد کا شکار ہیں۔

ماضی قریب میں انتہا پسند جماعتیں وفاقی اور بیشتر صوبائی اقتدار حاصل کرنے میں اس لیے بھی کامیاب رہیں ، کیوں کہ سیکولر جماعتیں سیکولر اقدار پر عمل پیرا نہیں رہیں۔یہ جماعتیں اقلیتوں کے ساتھ انصاف کرنے میں بھی ناکام

ثابت ہوئیں اور اکثریتی طبقے کا اعتماد بھی بحال نہیں رکھ پائیں۔

قانون اور انصاف کا مجموعی نظام بھی بدحالی کا شکار ہوا، اور انتہا پسند جماعتیں جو عرصے سے انتہا پسندی کا بیج بو رہی تھیں، وہ اب ثمر آور ہورہے تھے۔ گزشتہ 6: سالوں میں مسلمان سیاسی اعتبار سے پوری طرح سے حاشیے پر آ چکا ہے۔ اس کی نمائندگی صفر ہے۔

موجودہ حکومت معاشی اور سیاسی اعتبار سے مزید غیر مستحکم کرنے کے لیے مختلف پالیسیوں اور حکمت عملیوں کا نفاذ عمل میں لا رہی ہے اور مزید زیر غور ہیں۔ طلاق ثلاثہ، سی اے اے اور این آر سی، کشمیر کی آئینی حیثیت کی تبدیلی، کشمیر نیا شہری قانون جیسے بل حکومت کی انہیں مسلم مخالف پالیسیوں کا حصہ ہیں۔

آزاد بھارت میں مسلمانوں کی سیاسی صورت حال بہتر کبھی بھی نہیں رہی، تاہم اس قدر تشویشناک اور قابل رحم بھی کبھی نہیں رہی جس قدر حالیہ کچھ سالوں میں ہوگئی ہے۔ ملک کی انتہا پسندی کی ہوا گزشتہ چند سالوں میں شدید تر ہوگئی ہے۔ نام نہاد سماجی تنظیم آر ایس ایس جو دراصل مذہب کی آڑ میں اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کرتی رہی ہے۔

2014 کے عام انتخابات میں اپنی ضمنی پارٹی بھاتی جنتا پارٹی کے حق میں رائے عامہ بنانے اور سیاسی اقتدار کی راہ ہموار کرنے میں کامیاب رہی۔ اس مقصد کی تکمیل میں کئی ایسی پارٹیوں نے بھی اہم کردار ادا کیا جو سیکولرزم کے نام پر عوام کو گمراہ کرتی رہی ہیں۔ 2014 اور پھر 2019 کے عام انتخابات میں مکمل اکثریت سے فتح نے مسلم ووٹ بینک کے بجرم کو بھی توڑ دیا۔ اس کا واضح اثر سیکولر پارٹیوں کے رویے میں نظر آنے لگا۔ ان کے چہروں سے سیکولرزم کا مکھوٹا اترنے لگا اور ان کی اصل شناخت ظاہر ہونے لگی۔

سیاست میں مسلمانوں کو جو حصہ داری ملتی رہی ہے، وہ حصہ داری دراصل انہیں بحیثیت قوم نہیں ملی، بلکہ وہ کچھ مخصوص لوگوں کی حصہ داری تھی جس سے فائدہ محض ان کی ذات اور شخصیت کے دائرہ کار تک محدود رہی ہے۔ ان پارٹیوں نے انصاف پسند اور خود دار مسلم سیاست دانوں کو اہمیت نہیں دی جو قوم کی خدمت انجام دے سکتے تھے اور ان کے لیے کسی بھی حد تک مفید ثابت ہو سکتے تھے۔

ان پارٹیوں کو غلام طبع، ضمیر فروش اور اپنی ذات کے خول میں بند مسلم سیاسی رہنما چاہیے تھے جو سادہ لوح مسلمانوں کو فکری طور پر مفلوج کر کے ان سیاسی جماعتوں کے قدموں میں لا کر ڈال دیں اور بیشتر مسلم سیاست دانوں نے میر جعفر اور میر صادق کی جانشینی کا حق بخوبی ادا کیا۔

مسلمان ان سیاسی بازیگروں کو بڑی امیدوں کے ساتھ اپنے نمائندے اور رہنما منتخب کر کے حکومت کے ایوانوں میں داخل کرتے رہے، لیکن یہ رہنما اپنے ذاتی مفادات کے لیے غریب اور سادہ لوح امت کو بیچتے رہے۔ ان کی غیرت اور حرمت کا سودا کرتے رہے۔ سیاسی بھیڑیوں کے آگے ان کا شکار کر کے پیش کرتے رہے۔

اسلام میں تمام مذاہب اور مختلف طرز فکر کے ماننے والوں کے حقوق محفوظ کر دیے گئے ہیں۔ انسانی بنیادوں پر سب کے ساتھ مروت اور رواداری کی تعلیم دی گئی ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں سیکولرزم سے مراد وہ سیاسی اور سماجی نظریہ ہے جس کے مطابق کسی بھی مکتب فکر اور عقیدے کے افراد آزادی اور برابری کے ساتھ ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے باہم رہ سکتے ہیں اور ریاست اس معاملے میں غیر جانبدار رہے گی ،لیکن سیکولرزم کو بھی ایک پروپیگنڈے کے بطور استعمال کیا گیا ہے۔

دانستہ طور پر یہ مفروضہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مذہبی اقدار کا حامل شخص سیکولرنہیں ہے۔ مذہب کے اندر وہ قدریں ہیں ہی نہیں جن کو سیکولر کہا جائے۔ چوں کہ مسلمانوں میں ایک بڑا طبقہ تو سیکولرزم کے نشے میں چور ہی رہا ہے،اس نے سب سے پہلے اس بات کو قبول کر لیا اور سیکولرزم کا علم بردار بن کر گھومتا رہا۔ان تمام وجوہات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان سیاسی اعتبار سے نہ ہی خود کو متحد کر پایا اور نہ اپنی کوئی اہمیت اور شناخت قائم کر پایا۔مسلمانون نے اپنی منزل کے لیے غلط راستے کا تعین کیا، بلکہ ایسے راستے کا تعین کیا جو انہیں منزل سے بہت دور کرتا چلا گیا اور ایک متضاد سمت کی طرف لے گیا۔

مسافر و روش کارواں بدل ڈالو	غلط روی سے منازل کا بوجھ بڑھتا ہے

غلط روی کا یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا اور منازل کا بوجھ بڑھتا چلا گیا۔سیکولرزم کے نام پر مسلمانوں کے ساتھ فریب کیا گیا اور سادہ لوح مسلمان اس فریب میں اب تک گرفتار ہیں۔ سیکولرزم کی دعویدار سیاسی جماعتیں سیکولرزم کو نظریاتی سطح پر قبول کرنے کے بجائے ایک سیاسی پروپیگنڈے کے طور پر استعمال کرتی رہی ہیں۔

ان سیاسی جماعتوں نے مسلمانوں کا بہت استحصال کیا ہے اور آزادی کے بعد اتنا لمبا عرصہ گزر نے جانے کے بعد مسلمان اب بھی جس عدم استحکام، عدم تحفظ، معاشی بدحالی، ریاستی ظلم کا شکار ہے اس کے لیے یہ سیاسی جماعتیں ہی ذمہ دار ہیں۔

افسوس اس بات کا ہے کہ بیشتر مسلمان اس بات کو اب بھی نہیں سمجھتے یا شاید سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معاشی طور پر مستحکم طبقے کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے غم میں ہی گرفتار ہے۔اس سے باہر اس کی کوئی دنیا نہیں۔ شدید غفلت ہے، خود فریبی اور خود پسندی کا عالم ہے۔ یہ زوال آمادہ قوم صیاد کے دام میں از خود گرفتار ہے۔ بقول اقبال:

آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو	اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو

ڈاکٹر اقبال اپنے افکار ونظریات سے اس امت کی ذہنی تربیت کے لیے تمام حیات کوشاں رہے اور اسے

دعوت فکر دیتے رہے۔سوئی ہوئی قوم کو جھنجھوڑتے رہے، جگاتے رہے۔ان کے الفاظ آج بھی مسلم نوجوانوں کو بیدار کرتے ہیں۔تدبر اور تفکر کی راہ کی طرف بلاتے ہیں:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے	وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

مسلمان سیاسی صیادوں کے سیکولرزم کے دام فریب میں آسانی سے آ گئے تھے،لیکن دیگر اقلیتیں ان کے اس دام فریب میں نہیں آئیں اور متحد ہو کر خود کو منظّم کر کے انہوں نے اپنی سیاسی حیثیت قائم کی۔جب ضرورت پڑی،وہ ان جماعتوں کے ساتھ کھڑی بھی ہوئیں اور جب ضرورت پڑی،انہیں ٹھوکر بھی ماری۔وہ ان سیاسی جماعتوں کی غلام نہیں بنیں اور نہ آپس میں تقسیم ہوئیں۔

ایسا نہیں ہے کہ ان کے مابین عقائد اور مختلف نظریاتی بنیادوں پر اختلاف نہیں ہے۔ان کا باہمی اختلاف کہیں زیادہ شدید ہے،لیکن وہ متمدن ہو رہے ہیں۔وہ اختلافات کے ساتھ اپنے وجود کی بقا اور تحفظ کی لیے ایک ساتھ جینا سیکھ گئے ہیں،لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے آج تک سیاسی محاذ پر اتحاد کے لیے بھی کوئی لائحہ عمل تیار نہ کر سکے۔

ہماری مذہبی اور تہذیبی قدریں اس قدر بلند اور عظیم ہیں کہ ہمیں بلا تفریق دنیا کے تمام انسانوں کے ساتھ اتحاد اور رواداری سے رہنے کا ہنر سکھاتی ہیں،لیکن ہم ایسی نازک صورت حال میں بھی ایک دوسرے کو گوارا کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔حالات کا جبری تقاضا ہے کہ ہم اس مسئلہ پر انتہائی سنجیدگی سے غور کریں۔

مسلمانوں کی سیاسی بدحالی کے اسباب اور ان کا سدباب:

عہد حاضر میں مسلمانوں کی سیاسی بقا اور تحفظ کی کوئی بھی کوشش اس وقت تک کارآمد اور ثمر آور نہیں ہو سکتی ،جب تک مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بنیادی اسباب وعوامل کا سنجیدگی کے ساتھ اعتراف نہ کر لیا جائے،اور ان کے سدباب کے لیے ایک بہتر حکمت عملی تشکیل نہ دی جائے۔ان اسباب اور ان کے محرکات سے پہلو تہی کر کے اور انہیں نظر انداز کر کے کسی بھی کوشش کی حیثیت کٹھ پتلی کے رقص سے زیادہ نہیں ہے۔

موجودہ صورت حال اگرچہ بے حد خطرناک اور تشویشناک ہے،لیکن یہ وقت ایسا ہے کہ مسلمانوں کو ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھنے اور مستقبل کے لیے ایک بہتر حکمت عملی ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ بے.جی پی کے اقتدار میں آنے سے پہلے اتنی طویل مدت میں مسلمانوں کو نام نہاد سیکولر جماعتوں سے وابستگی کے نتیجے میں کیا حاصل ہوا؟

کیا محض سیاسی جماعتوں کو مسلمانوں کی اس بدحالی کے لیے ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیے؟ دیگر اقلیتوں کی حالت کیوں بہتر ہے اور وہ سیاسی اعتبار سے طاقتور کیوں ہیں اور ان کی طاقت کا سبب کیا ہے؟ دیگر اقلیتوں کی سیاسی حکمت

عملی کیا؟

کیا وہ محض سیکولر یا غیر سیکولر جماعتوں کا ووٹ بینک ہیں؟ آزادی کے بعد سے اب تک مسلم سیاست کا تصور کیا رہا ہے اور وہ دیگر اقلیتی طبقوں سے کس طرح مختلف ہے؟ یہ وہ سوال ہیں جن کے جواب تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور ان کی روشنی میں نئی حکمت عملی اور ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی اور اس کا مستقبل اس کے سیاسی مقام اور اس کی سیاسی حیثیت پر منحصر ہے۔ اگر کوئی قوم سیاسی اعتبار سے مستحکم نہیں ہے تو وہ اپنی دوسری حیثیتیں بحال نہیں کرسکتی اور ترقی کی راہ پر نہیں چل سکتی۔ کسی بھی قوم کی سماجی، معاشی، تہذیبی اور لسانی قدریں اس کے سیاسی استحکام پر منحصر ہیں۔ اس ملک کو آزاد ہوئے 73: سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، تاہم مسلمان تا حال زوال اور پستیوں کی دبیز تہوں میں دبتے چلے جا رہے ہیں۔ ان پر ابھی تک عرصہ حیات تنگ ہے۔

ملک کی دوسری سب سے بڑی اکثریت ہونے کے باوجود وہ سیاسی اہمیت اور وقار حاصل نہیں کر سکے۔ اس پسماندگی اور زوال کے مختلف اسباب اور عوامل ہیں۔ صبح آزادی اپنی آغوش میں تقسیم کا کرب اور سوز بھی لے کر ظاہر ہوئی تھی۔ ایک لکیر کھینچ کر ملک کو تقسیم کر دیا گیا جس نے دلوں میں بھی لکیریں کھینچ دی تھیں۔ تقسیم اور اس کے نتیجے میں ہونے والی غارت گری، انسانیت سوزی اور بربریت نے ہندو اور مسلمانوں کے بیچ نفرت کی اس چنگاری کو مزید بھڑکا دیا تھا جو انگریزوں اور ان سے تربیت یافتہ انڈین سیاست دانوں نے سلگائی تھی۔

اس نفرت کے دور رس اثرات ظاہر ہوئے اور آزاد بھارت میں مسلمانوں کو دوئم درجے کا شہری سمجھا جانے لگا اور ان کے ساتھ متعصّبانہ سلوک روا رکھا گیا۔ اس حیثیت کو بڑی حد تک مسلمانوں نے خود بھی تسلیم کر لیا تھا جس کی وجہ سے وہ دفاعی پوزیشن میں ہی رہے۔ ان پر مختلف بہتان لگائے جاتے رہے اور وہ ان بہتان طرازیوں کا دفاع کرتے رہے۔ مسلمانوں کی اس صورت حال اور اجتماعی نفسیاتی کیفیت کا سب سے زیادہ فائدہ سیاسی جماعتوں بلکہ نام نہاد سیاسی جماعتوں نے۔

چوں کہ آزاد بھارت کی بنیاد سیکولرزم پر استوار کی گئی تھی، یعنی ایک ایسی ریاست جس کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہوگا اور سب کو اپنے اپنے مذہب اور عقائد و نظریات پر عمل پیرا ہونے کا مساوی حق حاصل ہوگا۔ آزاد بھارت میں بہت سی انتہا پسند جماعتیں بھی پروان چڑھتی رہیں جو ملک کے اس سیکولر نظام کی مخالف رہیں اور اس نظام کے مساوی اپنا پروپیگنڈا چلاتی رہیں جس کی بنا پر ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کی دیواریں مزید مستحکم اور مضبوط تر ہوتی گئیں۔ ان انتہا پسند جماعتوں میں سے بعض نے اپنی ضمنی سیاسی جماعتیں قائم کر لیں اور بعض براہ راست سیاست میں آ کر نام نہاد سیکولر جماعتوں میں شامل ہو کر در پردہ اپنا مفاد حاصل کرتے رہے۔

سیکولر جماعتیں دراصل ووٹ بینک کی حد تک ہی سیکولر رہ گئی تھیں۔ آزاد بھارتی سیاست میں دو طرح کی سیاسی جماعتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک وہ جو واضح طور پر خود کو مخصوص کمیونٹی کا نمائندہ قرار دیتی تھیں، اور سیکولرزم کی نفی کرتی تھیں۔ دوسری وہ جماعتیں جو خود کو سیکولر گردانتی تھیں۔ آزاد بھارت کے مسلمانوں نے مذہب کی بنیاد پر ہونے والی تقسیم کو رد کر دیا اور اپنے ملک اور اپنی زمین کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس ملک کی جمہوری اور سیکولر اقدار کو ترجیح دی۔ اس کے علم بردار سیاسی رہنماؤں پر اعتبار کیا۔

مسلمان ان سیکولر پارٹیوں سے وابستہ ہونے لگے جو بلا تفریق مذہب و ذات سب کے حقوق کے تحفظ کا عہد کر رہی تھیں، لیکن بہت جلد ان کا سیکولرزم دھوئیں کے بادل کی طرح چھٹتا چلا گیا اور افق پر ان کا جو اصل چہرہ نمودار ہوا، وہ بہت خوفناک اور کربناک تھا۔

دونوں طرح کی پارٹیوں کے عزائم مماثل ہی تھے۔ دونوں کے مقاصد ایک جیسے ہی تھے۔ انتہا پسند جماعتیں اکثریت کو اقلیتوں اور بالخصوص مسلمانوں کو غیر ملکی یا کم از کم دوسرے درجے کا شہری قرار دے کر ان سے متنفر کر کے ہندوؤں کا ووٹ حاصل کرنا چاہتی تھیں اور خود کو سیکولر کہنے والی جماعتیں اقلیتوں کو اکثریت کا خوف دکھا کر، ان کی پسماندگی اور پستی پر سروے اور رپورٹ دکھا کر ان کو ووٹ بینک کے طور پر استعمال کرتی رہی ہیں۔

دونوں کا مقصد واضح تھا کہ عوام کو غیر ضروری مسائل اور معاملات میں الجھا کر اقتدار پر قابض رہنا اور ملک کے معاشی وسائل پر اختیار حاصل کیے رہنا۔ اس صورت حال میں سب سے زیادہ مسلمان متاثر ہوئے، کیوں کہ ان تمام سیاسی جماعتوں نے انہیں اپنی سیاسی بساط کے سب سے اہم مہرے کے طور پر استعمال کیا۔

ایک طرف انہیں شک اور نفرت بھری نظر سے دیکھا گیا، وہیں دوسری طرف ان کے ساتھ چھل اور فریب ہوتا رہا اور ان کی حالت مزید ابتر ہوتی چلی گئی۔ ایک جماعت سے بدظن ہوئے تو موقع غنیمت جان کر سیکولرزم کی ٹھیکیدار کوئی دوسری جماعت ان کے آنسو پوچھنے آ گئی، اور کچھ مسلمان اسے اپنا ہمدرد سمجھ کر اس سے وابستہ ہو گئے اور پھر وہی دھوکہ اور فریب

آزادی کے بعد سے اب تک ان خود ساختہ سیکولر جماعتوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ گمراہ کیا ہے۔ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ سیاسی جماعتیں مسلم سیاست دانوں اور بعض خود ساختہ مذہبی شخصیات کو استعمال کرتی رہی ہیں۔ یہ مذہبی شخصیات اور مسلم سیاست داں محض اپنے مفاد کے پیش نظر غریب مسلم عوام کو سیاسی بھیڑیوں کے دسترخوانوں میں پیش کرتے رہے اور انعام و اکرام حاصل کرتے رہے۔ سادہ لوح عوام ان کی عیاریوں کو سمجھنے سے قاصر رہی۔ حاکم کی باتوں میں کچھ تاثیر ہی ایسی ہوتی ہے جس کے اثر، بلکہ سحر سے سادہ لوح عوام بچ نہیں پاتی۔

حاکم اپنی مکاریوں سے لوگوں کی نظر بندی کر دیتا ہے اور پھر لوگ حاکم کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ملک کے

موجودہ سیاسی منظرنامے میں اس بات کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔کس طرح ایک مخصوص اور بڑا طبقہ حکومت کی تمام گمراہ گر حکمت عملیوں کے لیے بھی ڈھال بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔حکومت کے خطرناک عزائم سمجھنا تو دور... وہ ان باتوں کو سمجھنے اور ماننے پر بھی آمادہ نہیں ہے جو اسے براہ راست بہت متاثر کررہے ہیں اور اس کے لیے بھی نقصاندہ ثابت ہورہے ہیں۔

حاکم کی اسی سحرانگیزی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر	پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشم ایاز	دیکھتی ہے حلقہ گردن میں ساز دلبری

مسلمانوں کی سیاسی پستی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ آزاد بھارت میں مسلمانوں کو وہ سیاسی قائد اور سماجی مصلح نصیب نہیں ہوا جو انہیں سماجی اور سیاسی اعتبار سے استحکام بخشے۔ان کی ڈوبتی کشتی کی پتوار تھام کر طوفانوں سے بچائے اور انہیں ساحل تک لے آئے۔ایک قابل اور مخلص رہنما قوم کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ایسے لیڈر کی انگلی پکڑ کر ہی قوم ترقی کے مراحل طے کرتی ہے اور کسی قوم میں اگر سچا قائد نہ ہو تو وہ راستے سے بھٹک جاتی ہے،اس کی منزل گم ہو جاتی ہے۔

1857 کے بعد جب قوم پستی کی انتہاؤں کو چھو رہی تھی، ایسے میں سرسید نے قوم کی تربیت کا کام کیا۔اسے ترقی کے وقتی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا اور اس کی تعلیمی، معاشی، سماجی اور سیاسی حیثیت کو استحکام بخشا۔سرسید نے جو تحریک چلائی، اس نے امت کو بہت سے رہنما اور دانشور عطا کیے۔بعد کے دور میں ظفر علی خاں، مولانا محمد علی جوہر، شوکت علی، حسرت موہانی جیسے سیاسی رہنما ظاہر ہوئے اور قوم کی قیادت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

ابوالکلام آزاد نے آزاد بھارت میں کسی حد تک مسلم قیادت کے خلا کو پر کیا، لیکن اس کے بعد اس ملک کے سیاسی افق پر کوئی قابل قدر اور قابل ذکر سیاسی رہنما نظر نہیں آتا جس نے خلوص اور دیانت داری سے اس کام کو انجام دیا ہو۔کثیر تعداد میں مسلم سیاست داں ابھرے، لیکن وہ مختلف سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہو کر ان جماعتوں کے نمائندے بن کر رہ جاتے ہیں۔ان جماعتوں میں مسلم نمائندوں کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام نہیں دیتے، بلکہ متعلقہ سیاسی جماعتوں کے نمائندے کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

مسلمان ایک مہذب قوم اور مہذب سماج کے طور پر متحد ہوں، تاکہ ان کی سماجی اور سیاسی شیرازہ بندی عمل میں آسکے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں کئی اقلیتی جو مسلمانوں کے تعداد میں خاصی کم ہیں، لیکن ان کی سیاسی اہمیت بہت ہے۔سیاسی جماعتوں کو اپنے شرائط پر ووٹ کرتی ہیں۔ان کی اس طاقت کی وجہ صرف اور صرف ان کا

باہمی اتحاد ہے۔ ان کی اپنی سیاسی قیادت ہے جس کے زیر علم وہ جمع ہوتی ہیں اور ایک طاقت بن کر اپنی شرطوں پر سیاسی جماعتوں کو تعاون کرتی ہیں۔

مسلمان مرکزی سطح پر کانگریس سے وابستہ رہا اور صوبائی سطح پر مختلف مرحلوں میں مختلف جماعتوں کے ساتھ رہا، لیکن ان سیاسی پارٹیوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکا دیا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان متحد ہو کر اپنی سیاسی قیادت قائم کریں جو قیادت کسی دوسری سیاسی جماعت کی فکری زنجیروں کی غلام نہ ہو، بلکہ اپنی آزاد فکر اور نظریے کی پابند ہو۔

مسلمان سیاسی سطح پر اپنی شناخت کے ساتھ سامنے آنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کی وجہ بڑی حد تک ان کی نفسیاتی کیفیت ہے جو تقسیم اور اس کے بعد خوف و دہشت کی مسلسل تاریخ کے نتیجے میں پروان چڑھی ہے۔ مسلمانوں کو ان کی شناخت کے ساتھ اجتماعی سطح پر ان کا باہم کھڑا ہونا سماج میں شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اس کی معقول وجہ نہ ہونے کے باوجود ملک میں یہی نظریہ عام ہے۔ بہر حال مسلمانوں کو اس کیفیت سے باہر نکلنا چاہیے اور جس طرح اس ملک میں سماج کے مختلف طبقے اپنی مذہبی، لسانی، علاقائی اور نسلی شناخت کے ساتھ سیاست کے میدان میں عمل پیرا ہیں، وہ واضح ہے، اس لیے اگر مسلمان اپنی شناخت کے ساتھ اپنی قیادت کے ساتھ سیاست میں طبع آزمائی کرے تو کسی کو بھی تکلیف نہیں ہونی چاہیے، اور اگر ہوتی ہے تو اس کی پرواہ نہیں کی جانی چاہیے۔

مسلمانوں کی سیاسی استحکام کے لیے موزوں لائحہ عمل:

کہا جاتا ہے کہ ماضی سے اچھا استاد کوئی نہیں ہوتا، یعنی اپنے گزرے ہوئے وقت سے ہم بہت کچھ سیکھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔ ماضی میں کی ہوئی غلطیوں کی اصلاح ہی بہتر مستقبل کی ضمانت ہوتی ہے۔ آپ گزرے ہوئے کل سے عبرت اور سبق حاصل کر کے آنے والے ایک کامیاب اور خوشگوار کل کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ ماضی میں کی ہوئی غلطیوں سے سیکھنا ضروری ہے اور جب ان غلطیوں کی مسلسل اور طویل تاریخ ہو، پھر بھی انہیں نظر انداز کرنا خودکشی کرنے کے مترادف ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ان غلطیوں کو نہ دہرائیں۔ وجود کی بقا کے لیے اب بیدار ہو جانا چاہئے۔ اب اور سونا موت کی علامت ہے۔ مسلمانوں کی بیداری ان کے مستقبل کا تعین کرے گی۔ آنے والی نسلوں کا مستقبل، ان کی معاشی اور سماجی حیثیت کا انحصار اب اسی بیداری میں مضمر ہے۔ اگر اب بھی بیدار نہ ہوئے تو آنے والی نسلوں کا کوئی مستقبل نہیں ہوگا۔ وہ اپنی شناخت اور اپنی تہذیب کھو دیں گے اور غلاموں کی زندگی جینے پر مجبور ہوں گے۔

سیاست میں مسلمانوں کی کسی بھی اہمیت اور حیثیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے مشترکہ مفاد پر متحد ہوکر اپنی ایک سیاسی قیادت کا قیام عمل میں لائیں اور موقع اور مصلحت کے پیش نظر دوسری سیاسی جماعتوں سے اتحاد اور اتفاق قائم کریں، مگر وہ اتحاد اور تعاون مساوات، مشترکہ مفاد، دیانت داری اور غیرت مندی پر مبنی ہو۔ دوسروں پر انحصار ہمیشہ کمزوری کی علامت ہوتا ہے، اس لیے مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے بھی دوسروں پر انحصار نہ کرتے ہوئے سیاسی اعتبار سے متحد ہوکر خود اعتمادی حاصل کرکے خود کفیل بننے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پورے ملک میں صرف ایک پارٹی ہو جو مسلمانوں کی نمائندگی کرے، یہ ممکن بھی نہیں ہے۔

مختلف قیادتیں اور متعدد جماعتیں ہوسکتی ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ ضروری ہے کہ باصلاحیت اور مسلمانوں کے مشترکہ مفاد کو ملحوظ خاطر رکھنے والی قیادتوں پر اعتماد کیا جائے۔ مختلف جماعتیں بڑے انتخابات میں متحد ہوکر ایک مشترکہ اور نئی حکمت عملی کے ساتھ سامنے آئیں اور مسلم ووٹرس کو تقسیم کرکے کمزور بنانے کے بجائے انہیں متحد اور مضبوط کریں۔ اب اپنی شناخت سے بھاگنے کے بجائے، چھپانے کے بجائے اپنی شناخت کے ساتھ سامنے آنا ضروری ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

آنے والی نسلوں کے بہتر مستقبل اور باوقار زندگی کے لیے اب بیداری ناگزیر ہو چکی ہے، ورنہ آنے والی نسلوں کی حالت اس سے کہیں زیادہ بدحال اور قابل رحم ہوگی۔ اپنے تمام تر باہمی اختلافات کے باوجود سیاسی اور سماجی سطح پر اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کے لیے امت کے تمام ذمہ دار افراد کو آگے آکر یہ ذمہ داری لینی چاہیے، اس کے لیے مذہبی شخصیات اور سیاسی رہنماؤں کو سر جوڑ کر بیٹھنے اور ایک مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد سرمایہ داروں اور اصحاب علم وفن کو ساتھ لائیں۔

کسی بھی سماج اور قوم کی ترقی میں اس کے تمام افراد اپنی مخصوص صلاحیت قابل کے اعتبار سے حصہ داری پیش کرتے ہیں، تب جا کر وہ ایک مہذب، ارتقا پذیر اور آئیڈیل سماج بنتا ہے، لیکن اولین ذمہ داری سماج کے دانشوروں، اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد، سرمایہ داروں اور سیاسی وسماجی رہنماؤں پر عائد ہوتی ہے جو قوم کے افراد میں وہ شعور اور احساس بیدار کرتے ہیں۔ بعد میں ان سے ہی اکتساب فیض کرکے وہ افراد قوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مسلمانان ہند اور معیشت وتجارت

ڈائریکٹر : مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی

جواہر پارے

معیشت وتجارت انسانی زندگی کی بقا کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔اس میں جو لوگ کامیاب ہوجاتے ہیں وہ دنیا کے ظاہری نظام کو قابو میں کر سکتے ہیں۔ایک باعزت زندگی گزار سکتے ہیں۔علمی، دینی، سماجی اور سیاسی امور پر اثر انداز ہوسکتے ہیں،لیکن عالمی یا ملکی معیشت کو کنٹرول کرنا تو دور کی بات ہے، اس وقت ہماری قوم کے نوجوان روزگار کو ترس رہے ہیں۔ملازمتوں کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں۔ضرورت ہے کہ روزگار کے مواقع معلوم ہوں اور نئی نسل میں تجارتی مزاج پیدا کیا جائے، اس سلسلے میں اس باب کے مضامین قارئین کے لیے بہت مفید ثابت ہوں گے۔

باب دوم
مسلمانان ہند اور معیشت وتجارت

ڈائریکٹر: مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی (جے پور: راجستھان)

مقالہ اول

عصر حاضر میں روزگار کے کچھ نئے پرانے ذرائع

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا خالد ایوب بن خلیل احمد 9: ربیع الاول 1409 مطابق 11: اکتوبر 1988 کو شیرانی آباد، ناگور، راجستھان میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد پابند شرع خیاط ہیں۔ قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے ہیں۔ چھٹی کلاس تک اسکول کے ساتھ انھیں سے ابتدائی اردو و عربی کی تعلیم پائی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ حنفیہ نجم العلوم، مکرانہ میں داخل ہوئے۔ وہاں خامسہ تک پڑھنے کے بعد جامعہ اسلامیہ (روناہی) میں سادسہ پڑھی اور پھر جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے 2009 میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

بعد فراغت جامعہ حنفیہ نجم العلوم مکرانہ میں دو سال، دارالعلوم رضویہ، جے پور میں ایک سال پڑھایا اور پھر دو سال کے لیے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور تربیت تدریس کے لیے بلا لیے گئے۔ اس دوران مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدر آباد) سے گریجویشن اور ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ اسی دوران عصری طلبہ کی سب سے بڑی تنظیم مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آف انڈیا کے پہلے صوبائی اور پھر قومی صدر بھی رہے اور اب اس کی ایگزیکٹیو کمیٹی کے رکن ہیں۔

جے پور میں قیام کے دوران تحریک سنی دعوت اسلامی سے وابستہ ہو کر دعوتی اور تنظیمی کاموں میں مصروف رہے۔ آن لائن دارالافتا قائم کیے۔ شہر کی مذہبی و سیاسی قیادت پر مضبوط گرفت کی اور 2018 میں ملک کے بدلتے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نوجوان علما کے لیے تحریک علمائے ہند کی بنیاد رکھی جس کا بنیادی مقصد بے گناہ قیدیوں کی رہائی اور دینی اور عصری علوم کے بیچ کی کھائی پاٹنا ہے۔ اس طور پر کہ بارہویں کلاس تک پہنچتے ہوئے طالب علم مکمل عالم دین بھی بن جائے۔

الحمدللہ فی الوقت اس سنگم نہج پر تحریک کے تحت بیکانیر میں تحریک انٹرنیشنل اسکول نامی ادارہ چل رہا

ہے اور شیرانی آباد میں دو ایکڑ اراضی پر ادارہ قرآن (آئی کیو) کے نام سے ماڈل عصری و اسلامی ادارہ زیر تعمیر ہے جو سی بی ایس ای اسکول اور مکمل درس نظامی کورس کا شمالی ہند میں ان شاء اللہ تعالیٰ پہلا مکمل سنگم ادارہ ہوگا۔

موصوف تقریباً 15: مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کے علاوہ اب تک 400 سے زائد مضامین اور بہت سے فتاویٰ تحریر کر چکے ہیں۔

صوبہ راجستھان میں سیاسی اور صحافتی سطح پر اچھی گرفت رکھتے ہیں۔ ہر برننگ ایشو پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ ہر رفاہی موقع پر متحرک رہتے ہیں۔ علاج معالجے اور تعلیمی وظائف کے سلسلے میں ایکٹو ہونے کی وجہ سے عوام وخواص اور بالخصوص نو جوان علما میں بہت مقبولیت کے حامل ہیں۔

اسی دردمندی کا ایک حصہ ایم ایس او کے تحت شامی مہاجرین کی مدد کے لیے جارڈن جانا ہوا۔ موصوف ایران، تھائی لینڈ، دوبئ وغیرہ کے دعوتی سفر بھی کر چکے ہیں۔ سب سے خاص بات یہ ہے کہ عصری اور دینی تعلیم کے ماہرین کو جوڑ کر رکھنے اور ہر ایک سے ان کی صلاحیتوں کے مطابق کام لینے کا ہنر جانتے ہیں۔

رابطہ نمبر: +919828049081
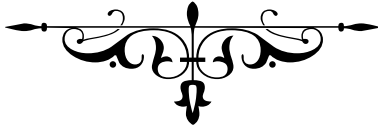
عصر حاضر میں روزگار کے کچھ نئے پرانے ذرائع

تحریر: مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی
چیرمین: تحریک علمائے ہند (جے پور)

ہمارے عہد کو اس بات پر اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے ٹیکنالوجی اور سائنس کی بدولت بے پناہ آسانیاں پیدا فرما دی ہیں اور کاروبار یا روزگار کے سلسلے میں پہلے جس طرح کی دقتوں کا سامنا ہوا کرتا تھا، اب بشرط محنت بہت ساری پریشانیاں آسانیوں میں بدل چکی ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آج کا دور انسان سے ذہنی اور فکری محنتوں کا بہرحال مطالبہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب تک کسی کاروبار کے پیچھے پر عزم ہمت، مکمل ریسرچ، خاطر خواہ تربیت اور پھر اپنی معلومات کے مطابق برآمد نتائج کی روشنی میں عمل پیہم نہیں ہوتا، تب تک نئے پلان تو کیا کیے جائیں، بہت سارے جاری بزنس بھی فلاپ ہو جاتے ہیں، لیکن اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ یہ انسان کا اپنا ذاتی قصور ہوگا، بہرحال قدرت نے تو آسانیاں فراہم کر رکھی ہیں۔

روزگار جیسے ہر فرد کی ذاتی ضرورت ہے، ویسے ہی اسلامی نقطہ نظر سے رزق حلال کا اہتمام اہم ترین مذہبی فریضہ بھی ہے اور ہمارے ہاں یہ فریضہ کئی شکلوں میں انجام پاتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے علم کو ذریعہ معاش بناتے ہیں، کچھ ہنر کو، کہیں خدمات فراہم کر کے دو وقت کی غذا کا اہتمام کیا جاتا ہے تو کہیں تجارت کی نت نئی شکلیں دیکھنے کو ملتی ہیں، لیکن اس کی عملی شکل چاہے کچھ بھی ہو، بہرصورت آج روزی روزگار کے اسباب و وسائل کا دائرہ وسیع ہوا ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اپنے اس مضمون میں کچھ اسی قسم کے نئے پرانے ذرائع معاش پر بات کریں گے، جن سے کافی کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے، امید ہے کہ یہ کوشش ضرورت منداور عقل مند ہر دو طرح کے لوگوں کے لیے مفید ہوگی۔

ای کامرس:

عصر حاضر کے تناظر میں روزگار اور کسب معاش کے لیے ای کامرس بہت معقول طرز تجارت ہے، جس میں

چاہیں تو پورا وقت بھی نہ دیں، پارٹ ٹائم کر لیں اور وقت میں گنجائش ہو تو کل وقتی بھی کر سکتے ہیں۔

ای کامرس کا مطلب ہوتا ہے آن لائن تجارت۔ اس طرز تجارت میں لین دین کے لیے تقریباً وہی تمام طریقے استعمال ہوتے ہیں، جو ایک مدت سے بازاروں میں معمول رہے ہیں۔ البتہ آن لائن ہونے کی وجہ سے اس تجارت کو کئی اضافی فائدے حاصل ہوتے ہیں، جو آف لائن تجارت میں متصور نہیں جیسے:

(الف) آن لائن تجارت کا دائرہ کار پوری دنیا ہو سکتی ہے اور یہ اس کا وہ پہلو ہے، جو اس کی افادیت کو ہزاروں گنا بڑھا دیتا ہے۔

(ب) اس تجارت میں اس قدر جسمانی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی، جتنی آف لائن میں ہوتی ہے۔

(ج) ڈیکوریشن اور اسٹاف جیسے گراں قیمت ظاہری رکھ رکھاؤ کے اہتمام سے نجات مل جاتی ہے، کیوں کہ یہ پورا سسٹم ذہنی اور فکری صلاحیتوں پر کام کرتا ہے۔

امیزن، فلپ کارٹ، سنیپ ڈیل، علی بابا، ای بے، اٹسی اور انڈیا مارٹ جیسی کوئی درجنوں ای کامرس کمپنیاں ہیں، جو انٹرنیشنل پلیٹ فارم کے طور پر کام کرتی ہیں اور اپنے صارف کو گھر بیٹھے ہر طرح کی سہولیات دیتی ہیں۔

جو لوگ ای کامرس یا کسی بھی میدان میں کچھ کرنا چاہتے ہوں، انہیں چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اپنے متعلقہ میدانوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کریں۔ اچھے برے، مثبت منفی، کام یابی ناکامی وغیرہ کے تمام نکات کا بہت گہرائی سے مطالعہ کریں اور اپنے موضوع پر اتھارٹی کی حد تک تحقیق کر لیں۔ اس کے لیے انھیں بہت کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ آج یوٹیوب اور گوگل کے ذریعے بہت آسانی سے کسی بھی موضوع کے متعلق اچھی خاصی معلومات یکجا کی جا سکتی ہیں۔

بہت ساری کمپنیاں اپنے طریق کار سمجھانے کے لیے افراد مہیا کرواتی ہیں، ان سے ورکشاپ لیں اور پھر ہدایات کے مطابق محنت کے ساتھ آگے بڑھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کم خرچ میں اور بارہا کچھ بھی خرچ کیے بنا اچھا خاصا فائدہ حاصل کرنے میں کام یاب ہوں گے۔ آج تقریباً ہر آن لائن سروس میں ریٹنگ سسٹم پایا جاتا ہے، جس کے ذریعے کسٹمر سیلر کو ریٹ کرتا ہے۔ جو سیلر محنت سے کام کرتے ہیں اور اپنے کسٹمرز کو مطمئن کرنے میں کام یاب رہتے ہیں، وہ ان کمپنیوں کے بیسٹ سیلر مانے جاتے ہیں اور یہ کمپنیاں از خود انھیں پروموٹ کرتی ہیں۔

ای سروس:

اولا اور ابیر جیسی کمپنیوں کا بھی اپنا ایک مستقل جہاں ہے، جو خود کی ذاتی ایک بھی کار لگائے بنا عالمی سطح پر دنیا جہان کو نوکریاں دے رہی ہیں اور اپنا موٹا کمیشن کما رہی ہیں۔ ان کمپنیوں میں وہ لوگ بھی کام کر سکتے ہیں، جو پارٹ ٹائم جاب کرنا چاہتے ہیں اور یہ کام جیسے کار اور رکشہ وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے، ویسے ہی اب موٹر سائیکل کے ذریعے

بھی ہو رہا ہے، یعنی اب کوئی بھی موٹر سائیکل چلانے والا اپنی موٹر سائیکل کرایے کے طور پر استعمال کر کے ہر مہینے جز وقتی طور پر خاصی رقم کما سکتا ہے۔

انھی کی طرح اویو کمپنی ہوٹل کرا بیپر دست یاب کرواتی ہے اور محض بچولیے کا کردار نبھا کر دنیا بھر کی مہمان نوازی کر رہی ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ اسی طرح کی کوئی درجنوں کمپنیاں ہیں، جو زندگی کے الگ الگ میدانوں میں الگ الگ خدمات فراہم کرتی ہیں، ان سے جڑ کر کمیشن کی شکل میں اچھا خاصا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان سے جڑنے کا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں کسٹمرز دیں اور دوسرے لوگوں کو ان سے جوڑیں۔

ڈیجیٹل مارکیٹنگ:

اگر کوئی یہ سب نہیں کرنا چاہتا، بلکہ خود کا کوئی سیٹ اپ بنانا چاہتا ہے تو اس کے لیے بھی معمولی خرچ پر ہر چیز کی مارکیٹنگ کرنے کے لیے ڈیجیٹل مارکیٹنگ کمپنیوں کے افراد تیار ملتے ہیں، جن کے واسطے سے ہر چیز بیچی جا سکتی ہے۔ حال یہ ہے کہ اب کے دور میں گوبر بھی مہنگے داموں میں بیچا جا رہا ہے، شرط یہ ہے کہ بیچنے والا دانش ور/ اپ ڈیٹ اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ رکھنے والا ہو۔

ترجمہ کاری/مضمون نگاری:

علمائے کرام کے لیے ٹرانسلیشن یعنی ترجمہ کاری کا کام بھی ایک بہت بڑا کام ہو سکتا ہے، جس میں بہت ساری زبانوں کا استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً عربی، ہندی، انگریزی، فارسی وغیرہ علما کے لیے وہ زبانیں ہو سکتی ہیں، جن سے عام طور پر بہت سے علما واقف ہوتے ہیں، وہ ان کے باہمی ترجمہ کاری کا کام سنبھال سکتے ہیں۔

ترجمہ کاری کا یہ کام گورنمنٹ کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے، بڑی کمپنیوں کے لیے بھی اور کتب خانوں کے لیے بھی۔ اب کے دور میں یہ کام آن لائن بھی خوب ہو رہا ہے اور آف لائن بھی چل رہا ہے۔ جن لوگوں کا قرطاس و قلم سے تعلق ہے وہ مضمون نگاری کر سکتے ہیں۔ یہ کام اخبارات و رسائل، ویب سائٹس اور اب کمپنیوں کے لیے بھی ہوتا ہے۔

حالاں کہ ترجمہ کاری اور مضمون نگاری سے بھی بڑا کام کرایے کی تصنیف و تالیف کا ہے جسے گھوسٹ رائٹنگ کہا جاتا ہے، لیکن چوں کہ یہ محض علمی سرقہ ہے جسے مہذب دنیا نے قبول کر لیا ہے اور اسلام پہلے کی طرح اب بھی نکارتا ہے، اس لیے اس کا مشورہ نہیں دیا جا سکتا، بلکہ کسی بھی غیرت مند کو ایسا کوئی بھی کام کرنے سے بہر حال پرہیز کرنا چاہیے جس سے وہ علمی اور دینی طور پر مجرم ٹھہرے اور چند ٹکوں کی بدولت کھلے بندوں اپنی محنت کسی اور کے نام کر دے۔

اس موقع پر ہمیں ان مذہبی تنظیموں کے سربراہوں/ امیروں/ ذمہ داروں پر بھی افسوس کرنا چاہیے جو اپنی

عقیدت مندیوں کا استحصال کرتے ہوئے دھڑلے سے یہ کام کر رہے ہیں اور ان کی تمام تر تنظیمی مصروفیات کے باوجود آئے دن ان کی کتابوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ اس طرز عمل سے عامیوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا سکتی ہے، لیکن اہل علم اور تاریخ اس سارقانہ عمل کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتی۔

کنسل ٹنسی سروس:

اللہ رب العزت نے جنھیں تدبیری صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جنھیں مسائل کی گتھیاں سلجھانے کا ہنر آتا ہے، وہ لوگ اب کے عہد میں کنسلٹنسی سروس دے کر اچھا خاصا کام کر سکتے ہیں۔ بہت ساری ویب سائٹس ہیں، جو آن لائن مشورے مشاورت کے لیے سروس دیتی ہیں، ان سے مربوط ہو کر یہ کام بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

ای ٹیچنگ:

آن لائن تدریس بجائے خود ایک بہت بڑا میدان ہے، جس کی اہمیت وافادیت میں کورونا وائرس نے مزید اضافہ کر دیا ہے اور اب بہت سارے آف لائن ادارے بھی آن لائن ہو چکے ہیں، بلکہ آن لائن ہونے پر مجبور ہیں۔ جیسے جیسے اس میدان کی توسیع ہوئی ہے، ویسے ہی اس کے لیے درکار افراد کی ضرورت بھی غیر معمولی بڑھی ہے، اہل علم یہاں بھی ہنر آزمائی کر سکتے ہیں۔

آن لائن تدریس میں صرف چند مروجہ اور معروف علوم کی تدریس ہی شامل نہیں، بلکہ اس میں جہاں مذہبی طور پر درس نظامی، حفظ وقرأت، امامت وخطابت اور دعوت وتبلیغ وغیرہ شامل ہیں، وہیں زندگی کے بہت سارے اصول و آداب اور ہنر مندیوں پر بھی کام یاب تدریسی وتربیتی تجربہ کیا جا سکتا ہے۔

اس خصوص میں اولاد کی تربیت، گارڈننگ، کھانا پکانا، پیکنگ کرنا، پڑھانے کا طریقہ سکھانا، مہندی ڈیزائننگ، سلائی اور پرسنلٹی ڈیولپمنٹ جیسے کوئی ہزاروں میدان ہیں، جو عصر حاضر میں پروفیشن بن چکے ہیں اور جن کو سکھانے والوں کی طرح سیکھنے والوں کا بھی ایک غیر متناہی سلسلہ ہے۔

یعنی موٹے طور پر یہ کہنا بجا ہے کہ آج کے عہد میں جس کے اندر قدرت نے جو بھی ہنر رکھا ہے، اگر وہ اس کا صحیح ادراک کر کے اس کو پروموٹ کرنا چاہے اور ایمان داری کے ساتھ فیض پہنچانا چاہے تو ایک دنیا کو ہمیشہ اکتساب کے لیے تیار پائے گا۔

اسپریچول اسٹیشن:

جنہیں ذکر وفکر، روحانیت اور تصوف سے شغف ہے اور وہ ان میدانوں میں کچھ کرنا چاہتے ہیں، وہ بھی اسپریچول اسٹیشن قائم کر کے بہت کچھ کر سکتے ہیں، کیوں کہ آج کی دنیا کے پاس مال وزر کی کمی ہے، نہ جاہ وحشم کی،

البتہ جیسے جیسے دنیا کی رفتار تیز ہو رہی ہے، دلوں کا سکون اچاٹ ہوتا جا رہا ہے اور اس کی بازیابی کی تنہا صورت ذکر الٰہی، تزکیہ نفسی اور محاسبہ خودی ہے، جس کی حقیقی تعلیم دینے والے لوگ یا تو دنیا میں ہیں ہی نہیں، یا کم سے کم آن لائن نہیں۔

ایسے میں بہت سارے باطل مذاہب کے پیرو کار اور بالخصوص عیسائی اور ہندو روحانی پیشواؤں کی ایک ٹولی ہے جو کبھی میوزک کے نام پر، کبھی ڈانس، کبھی یوگا اور کبھی دیگر فضولیات میں مشغول رکھ کر بے چین روحوں کو سکون بانٹنا چاہتی ہے، لیکن یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ عارضی نشے شراب کے نشے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور اس طرح کے ہتھکنڈوں سے سکون قلبی تو کیا میسر ہوگا، بے چینیوں میں ہی خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ اس لیے واقعتاً روحانیت پسند لوگوں کے لیے تذکیر و تزکیہ کا یہ میدان بہت وسیع میدان ہے، جس کے ذریعے بہت بڑے پیمانے پر خدمت خلق کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام بھی کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت اس کام کی اہمیت اس لیے اور بڑھ جاتی ہے کہ موجودہ دنیا کی اس بے چینی نے ایک عمومی کرب کی صورت اختیار کر لی ہے اور مجبور دنیا خود کو خودکشیاں کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔ آئے دن جس طرح خودکشیوں کا گراف بڑھ رہا ہے، پوری دنیا کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

لیکن ان تمام مشوروں کے بیچ کوئی بھی آن لائن سروس دینے والوں کو ہمیشہ یہ خیال جا گزیں رکھنا چاہیے کہ آن لائن جتنے بھی کام کیے جاتے ہیں، ان میں کسی کو باندھا نہیں جا سکتا، جس کو جو سروس پسند آئے گی، لے گا اور وہی آگے پروموشن کا ذریعہ بھی بنے گا، کیوں کہ ڈیجیٹل دنیا جیسے ایک بڑا میدان ہے، ویسے ہی یہاں ذلت و رسوائی کا میدان بھی بہت بڑا ہے اور کسی برے کو برا کہنے سے یہاں روکا نہیں جا سکتا، نہ کسی کو دھمکایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو دبایا جا سکتا ہے، سو یہاں فراڈ کاموں پر دماغ سوزی کرنے کی بجائے جو در حقیقت جس میدان میں ماہر ہو، اسے اسی میدان میں اترنا چاہیے، تاکہ کہیں فریب کاریوں کے جھانسے سب کچھ لے نہ ڈوبیں۔

ایم ایل سسٹم کا متبادل تلاش کریں:

ہمارے اپنے تجربات کے مطابق ماضی قریب میں بعض نو خیز علما ایم ایل ایم یعنی نیٹ ورک مارکیٹنگ سسٹم سے وابستہ ہوئے اور اس قسم کی کمپنیوں کے دل فریب جھانسوں میں آ کر نئے نئے افراد کو اس چین سسٹم سے جوڑا۔ اب بھی ایک بڑا طبقہ یہ کام کر رہا ہے، لیکن زمینی سچائی یہ ہے کہ ایسی بیشتر کمپنیاں انجام کار کے طور پر فراڈ کرتی ہیں اور مجلس شرعی؛ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے فیصلے کے مطابق شرعی نقطہ نظر سے بھی اس طرح کے چین سسٹم میں روزگار تلاش کرنا ناجائز ہے، جس کی تفصیل مجلس شرعی کے فیصلے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ایم ایل ایم سسٹم کی ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں کئی بار دل فریب جھانسوں کی وجہ سے انسان اتنی محنت

کر لیتا ہے کہ اگر اس قدر محنت وہ خود کی ذاتی تجارت کو فروغ دینے کے لیے کرتا تو شاید وہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں کام یاب ہو جاتا، جب کہ یہاں اپڈیٹ موٹیویشن کے علاوہ بارہا انسان نہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو پاتا ہے، نہ دوسروں کو کما حقہ سہارا دے پاتا ہے، بلکہ کئی بار خود یا دوسروں کے لیے حوصلہ شکنی کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

یوٹیوب:

یوٹیوب سن 2000 کے بعد کمائی کے مقبول ذرائع میں سے ایک بنا ہوا ہے، جو گوگل ایڈسنس یعنی ایڈورٹائز منٹ کے ذریعے ہونے والی انکم میں سے یوٹیوبرز کو کچھ فیصد کمائی فراہم کرتا ہے، لیکن جب سے یوٹیوب کا یہ پہلو عام ہوا ہے، اس دنیا میں یوٹیوبرز کا گویا سیلاب امڈ پڑا ہے۔ یہ ذریعہ اس لیے بھی زیادہ مقبول ہوا کہ کمائی کے ساتھ شہرت اور فن بھی دیتا ہے، جبکہ مشن والوں کے لیے یہ ایک ناگزیر راستہ ہے۔ مذہبی طبقوں کے لیے یہ میدان دعوت و تبلیغ کے بہت اہم ذرائع میں سے ایک ہے۔

ایڈسنس کے علاوہ بھی یوٹیوب میں کچھ ذرائع ہوتے ہیں، جن کا ٹھیک سے استعمال انسان کو مالا مال کر سکتا ہے مثلا:

یوٹیوب میں ہر ویڈیو کی تفصیل کے لیے ڈسکرپشن لکھا جاتا ہے، جس میں ویڈیو کی موٹی موٹی تفصیلات مندرج ہوتی ہیں، عقل مند اور تیز دماغ لوگ اس تفصیل میں خاصا منافع بٹور لیتے ہیں، وہ اس کی ڈیزائننگ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ڈسکرپشن بھی پرسنل ایڈورٹائز منٹ بن جاتی ہے اور اس سے منافع حاصل ہونے لگتے ہیں۔

یوٹیوبر کے لیے اپنے میدان کا تعین بھی ذریعہ آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ بزنس مائنڈ یوٹیوبر اپنے ویڈیوز کی کٹیگری ایسی رکھتے ہیں کہ ان کے پورے پورے ویڈیوز اسپانسر ہو سکتے ہیں، کیوں کہ وہ کسی کے پروموشن کا ذریعہ ہوتے ہیں، بالخصوص تکنیکی ویڈیوز جو یوٹیوب کی مقبول کٹیگری ہیں، اس جہت سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

ایڈوانس بزنس مائنڈ یہ کرتے ہیں کہ انھیں جس میدان میں کیریئر بنانا ہوتا ہے، یا جس میدان میں تجارت مقصود ہوتی ہے، اس کے متعلق ویڈیوز بناتے ہیں، اپنے ویورز یعنی ناظرین کو ہی غیر شعوری طور پر اپنا کسٹمر بنا لیتے ہیں اور بڑی خاموشی کے ساتھ یوٹیوبر سے بزنس مین بن جاتے ہیں، لیکن یہ کام وہی کر پاتے ہیں جو بہت حساس طبع یا نہایت متحرک ہوتے ہیں اور مینجمنٹ میں ماہر ہوتے ہیں اور دراصل یوٹیوب کی دنیا میں سب سے زیادہ کام یاب یہی لوگ مانے جانے چاہیے۔

ایسے ماہرین اپنا سب کچھ یوٹیوب سے سیٹ کرنے کے بعد یوٹیوب پر منحصر نہ رہتے ہوئے اپنی جدا ویب سائٹ، یا اپلی کیشن بھی بنا لیتے ہیں جس سے وہ ان کسٹمرز کو مستقلاً خود سے جوڑے رکھنے میں کام یاب رہتے ہیں اور خدا نخواستہ اگر کبھی ان کے یوٹیوب چینل پر کوئی مصیبت آ جائے، یا بلاک کر دیا جائے، تب بھی ان کا زیادہ کچھ نہیں

بگڑتا۔

یوٹیوب اپنے بہت متحرک اور مقبول یوٹیوبرز کو رفاہ عامہ کے لیے "جوائن" کے نام سے ایک اضافی آپشن دیتا ہے جس کے ذریعے یوٹیوبرز اپنے ویورز سے ممبر شپ یا ڈونیشن کے طور پر پیسے لے سکتے ہیں گویا اس طرز عمل سے یوٹیوب، یوٹیوبرز اور ویورز مل کر خدمت خلق کا کام کرتے ہیں۔ ان تفصیلات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یوٹیوب میں ایڈسنس کے علاوہ کمیشن، اسپانسر شپ، ایڈورٹائز منٹ، آن لائن سیلنگ، آن لائن سروس، ممبر شپ فیس اور ڈونیشن کے ذریعے بھی بہت کچھ کمایا جا سکتا ہے۔

دیگر سوشل ذرائع:

یوٹیوب کی طرح ہی ویب سائٹ اور بلاگنگ سسٹم بھی کام کرتا ہے۔ ان میں بھی ایسے بہت سے ایڈوانس فیچرس ہوتے ہیں جن کو ذرائع آمد میں بدلا جا سکتا ہے، لیکن چوں کہ یوٹیوب کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور ویڈیو ہونے کی وجہ سے اسے سب سے زیادہ دیکھا جاتا ہے، اسی لیے اس میں کمائی کے ذرائع اور وسائل بھی ان سب کے مقابل زیادہ ہیں۔

یوٹیوب، ویب سائٹس اور بلاگنگ سسٹم اگر چہ بہت آسان ہیں، لیکن چوں کہ تکنیکی سسٹم ہیں، اس لیے ممکن ہے ایک عامی ان کا بخوبی استعمال نہ کر پائے، مگر سوشل میڈیا وہ عام پلیٹ فارم ہیں جن کا ہر عام و خاص آسانی سے استعمال کر سکتا ہے اور جن پر کام کرنے کے لیے خاطر خواہ تربیت کی بھی ضرورت نہیں اور نہ بہت زیادہ محنت کی، بلکہ جس طرح آج کے عہد میں موبائل کا استعمال بالکل عام ہے، سوشل میڈیا کا استعمال بھی بالکل عام ہے۔

اس خصوص میں ٹویٹر، فیس بک یا انسٹا گرام وغیرہ کی فولوونگ کو ذریعہ آمد بنایا جا سکتا ہے۔ یہاں بھی یوٹیوب کی مقدار تو نہیں البتہ بہت حد تک ایڈسنس، کمیشن، اسپانسر شپ، ایڈورٹائز منٹ، آن لائن سیلنگ، آن لائن سروس اور ڈونیشن وغیرہ کے ذریعہ کمائی کی جا سکتی ہے۔

فیس بک پیجز اور ٹویٹر فولوونگ میں یہ طریقہ بھی استعمال ہوتا ہے کہ تکنیکی لوگ الٹے گھلے ناموں سے فرضی قسم کے اکاؤنٹس بنا لیتے ہیں۔ کچھ ایسے دل چسپ موضوعات پر گفتگو کرتے ہیں کہ ان کی فولوونگ بڑھتی جاتی ہے اور جب یہ فولوونگ ٹھیک ٹھاک ہو جاتی ہے، اکاؤنٹس کے نام تبدیل کر کے کسی کے ہاتھوں مہنگے داموں فروخت کر دیتے ہیں۔

کچھ سیانے لوگ یہی سلوک ویب سائٹس کے ڈومین کے ساتھ کرتے ہیں، وہ بہت سستے داموں میں کئی قسم کے ڈومین خرید کر رکھتے ہیں اور جب کسی کو حاجت ہوتی ہے، منہ مانگی قیمت میں بیچ دیتے ہیں۔

یہ جتنے ذرائع آمد مذکور ہوئے، بڑی آسانی سے ڈیویلپ کیے جا سکتے ہیں، لیکن ایک مشترک پہلو یہ ہے کہ ان

میں سے بیشتر خاطر خواہِ تربیت، جہد مسلسل، فن کارانہ مہارت اور صبر وتحمل کے متقاضی ہوتے ہیں، لیکن یہ بھی سچائی ہے کہ اس محنت سے زندگی کے کسی بھی میدان میں فرار نہیں اور جو محنت سے جی چراتا ہے، بہر حال اس کی زندگی آزمائشوں سے خالی نہیں۔

اسمارٹ فارمنگ:

عام طور پر کسان اپنے کھیتوں میں وہی زراعت پیدا کرتے ہیں، جو نسلا بعد نسل چلی آئی ہے، جبکہ آج کا ماڈرن سائنسی دور کھیتی باڑی کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کرتا ہے:

ہوٹی کلچر: یعنی باغبانی۔ یہ بجائے خود بہت کام یاب زراعت ہے، جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں۔ ہر طرح کے پھل/ میوے جات اور نوع بنوع سستی مہنگی اشیائے خورد ونوش اس قسم کی کھیتیوں میں اگائی جا سکتی ہے۔

ایگریکلچر: اس کے ضمن میں وہ روایتی زراعت آتی ہے، جو عام طور پر کسان کرتے ہیں البتہ چوں کہ ہر علاقے کے کسان عموما چند موسمی اور متوارث فصلوں تک محدود رہتے ہیں، جبکہ قدرت نے زمین میں وہ بیش بہا خزانے پیدا فرما رکھے ہیں، جن میں سے کچھ تو کسی ایک علاقے کے ساتھ ہی خاص ہوتے ہیں، لیکن ان تک رسائی اسی کی ہو پائے گی، جو اس سلسلے میں اپنی معلومات بڑھائے۔

فلوری کلچر: اس زراعت میں پھولوں کی کھیتی کی جاتی ہے اور پھول چوں کہ اعزازی طور پر استعمال ہوتے ہیں اور پوری دنیا میں ایکسپورٹ کیے جاتے ہیں، اس لیے ان کی قیمت اور کھپت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

میڈسنل پلانٹنگ: یہ جڑی بوٹیوں کی کھیتی ہوتی ہے، جن کا دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ دواؤں میں بھی چوں کہ چار پیتھی پائی جاتی ہیں اور جڑی بوٹیوں کا ہر پیتھی سے تعلق ہے، اس لیے ان کی طلب پوری دنیا میں ہوتی ہے۔ اگر انہیں بڑی مقدار میں پیدا کیا جائے، تب بھی ان کی ڈیمانڈ اتنی زیادہ رہتی ہے کہ سپلائی ممکن نہیں ہوتی، پھر ان جڑی بوٹیوں میں کچھ وہ ہوتی ہیں جو بہت مہنگی ہوتی ہیں اور کچھ وہ ہوتی ہیں جو پورے خطہ ارض میں چند گنے چنے علاقوں تک محدود ہوتی ہیں یعنی وہ کسی ایک خاص خطہ ارض میں ہی پیدا ہو سکتی ہیں، اس لیے ان کی ندرت ان کی اہمیت کو غیر معمولی بڑھاتی ہے۔

کسان، یا وہ تمام لوگ جو زمین لیز پر لے سکتے ہیں، انھیں چاہیے کہ وہ اسمارٹ فارمنگ کے طریقوں پر خصوصی توجہ دیں اور اس کے بعد اپنی زمین کی مٹی کا چیک اپ کروائیں، جسے اصطلاح میں سوئل ٹیسٹ بولا جاتا ہے۔ اس چیک اپ کے بعد اپنی کھیتی سے متعلق دیگر لوازمات پانی، موسمیات اور حفاظتی انتظامات وغیرہ کی فراہمی پر ہر علاقے میں موجود زراعتی افسر شاہی سے رابطہ کریں اور ان سے مکمل تفصیلات لیں اور ان کی ہدایات کی پیروی کریں تو معمولی زمینوں کو بھی سونا بنایا جا سکتا ہے۔

زراعت جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبارک پیشہ ہے اور سو فیصدی قدرتی کام ہے، ویسے ہی آج کی تکنیک اور اسمارٹ فارمنگ کی مشینوں نے اس کی جاں فشانیوں کو کافی حد تک کم کر دیا ہے۔ البتہ ذہنی اور فکری تربیت کو کافی بڑھا بھی دیا ہے۔ زیادہ تر کسان اس لیے فیل ہوتے ہیں کہ ان کے پاس مطلوبہ معلومات نہیں ہوتیں، جبکہ خاندانی کسان نہ ہوتے ہوئے بھی بہت سے لوگ محض اس لیے کامیاب رہتے ہیں کہ ان کے پاس تکنیکی معلومات اور مطلوبہ تربیت ہوتی ہے۔

آج کی تمام حکومتیں زراعت کو پروموٹ کرنا چاہتی ہیں، کیوں کہ یہ ملکی معیشتوں کا بہت اہم حصہ ہیں اور جس طرح ہمارے ملک سمیت پوری دنیا میں معیشت تباہ تباہ ہے، اس کی بھرپائی کا بہت بڑا حصہ ان کھیتیوں سے ہو کر گزرتا ہے۔ ایسے میں کسانوں کو بڑھاوا دینا اور ان کے لیے نت نئی اسکیمز لانچ کرنا حکومتوں کی مجبوریاں بھی ہیں، دانش ور وہ ہے جو اس موقع کو غنیمت جانے۔

زراعت کا ایک خوش آئند پہلو یہ بھی ہے کہ اب کے دور میں دنیا پھر اپنی فطرت کی طرف پلٹ رہی ہے اور وہی کچھ کھانا چاہتی ہے جو قدرت نے اس کی اپنی اصلی حالت میں پیدا فرمایا ہے، یعنی زہریلی کھادوں کے بنا اگائے گئے نیچرل فوڈ کی ڈیمانڈ بہت بڑھ چکی ہے اور اسی لیے جو کسان بالکل عام اور سادہ انداز میں بھی زراعت کرنا چاہیں گے، کامیاب ہوں گے۔

حیوان پروری:

حکومتیں مویشی پروری، مچھلی پالن، مکھی پالن، مرغی پالن اور بکری پالن وغیرہ کو بھی زراعت کے زمرے میں شمار کرتی ہیں اور ان تمام کاموں کے لیے خاصی سبسڈی بھی دست یاب کرواتی ہیں۔ جو لوگ زراعت سے کتراتے ہیں، وہ ان کاموں میں طبع آزمائی کر سکتے ہیں اور جو از خود یہ بھی نہ کرنا چاہیں، وہ اپنی زمینوں کو ذریعہ بناتے ہوئے، ایسی کمپنیوں سے رابطہ کر سکتے ہیں، جو بڑے پیمانے پر یہ کام کرتی ہیں اور انھیں کرایے پر زمینیں درکار ہوتی ہیں، جن میں پورا کام اور سسٹم ان کا ہوتا ہے۔

زمینی کرایے داریاں:

اللہ تعالیٰ نے جنھیں زمینوں سے نوازا ہے، وہ اگر کچھ بھی ہاتھ پاؤں نہیں مارنا چاہتے تو اپنی زمینوں کے لیے ایسی کرایے دار کمپنیاں تلاش کر سکتے ہیں جو ان زمینوں میں سولر پلانٹ جیسے بڑے بڑے پلان ڈیولپ کرتی ہیں اور بطور کرایہ خاصی رقم دیتی ہیں۔

متمول طبقے کے لیے:

ایکسپورٹ امپورٹ یعنی درآمد اور برآمد وہ طریق تجارت ہے جس میں منافع کی شرح بہت بڑھ جاتی ہے اور

نقصان کی شرح اسی رفتار کے ساتھ کم ہو جاتی ہے۔ البتہ چوں کہ اس میں فارملٹیز بہت زیادہ ہوتی ہیں اور حساسیت بھی بہت مطلوب ہوتی ہے، اس لیے ایک بڑی تعداد اس کے لیے ہمت نہیں جٹا پاتی۔

ایسے میں بیچ کی راہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جنھیں دو پیسوں سے نوازا ہے یا جنھیں تجارت کی فنی مہارتیں حاصل ہیں، انھیں اس میدان میں ہنر آزمائی کرنی چاہیے، تا کہ دائرہ تجارت وسیع ہو اور ان کے ذریعے بہتوں کو روزگار بھی ملے۔ اس سلسلے میں درآمد سے پہلے برآمد پر توجہ دینی چاہیے اور اپنے علاقوں سے ایسی چیزوں سے نشان دہی ہونی چاہیے جو بیرونی دنیاؤں کی ضرورت ہو سکتی ہیں۔

متوسط طبقے کے لیے:

جو لوگ نہ تو بہت امیر کبیر ہیں اور نہ فقیر، وہ مشینی دور کی مشینریز کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پہلے جن کاموں کی انجام دہی کے لیے خاصے مزدور درکار ہوتے تھے، آج کمپیوٹرائزڈ سسٹم نے اس تعداد کو کافی کم اور کام کی رفتار کو خاطر خواہ تیز کر دیا ہے، لیکن چوں کہ یہ مشینریز ہر ایک کی دست رس میں نہیں ہوتیں، اس لیے غریب طبقہ بار ہا جی مارنے پر مجبور ہوتا ہے۔

بیکری، پارچہ بافی، کاغذ سازی اور ڈیزائننگ وغیرہ کے وہ بیشتر کام جو پہلے صرف انسانی ہاتھوں کا کمال ہوتے تھے، آج کی مشینیں انھیں نہ صرف یہ کہ سستے داموں اور کم وقت میں پوری کرتی ہیں، بلکہ اس میں کمال فن بھی پیدا کرتی ہیں۔

ممکن ہے کہ ضرورت کی مشینیں خریدنے کے لیے اس طبقے کو ایک بار پوری جمع پونجی نذر کرنی پڑے، بلکہ مقروض بھی ہونا پڑے، لیکن پیشگی جانچ پڑتال اور محاسبہ کے بعد اگر مشینوں کی خرید فائدے کا سودا ثابت ہوتا ہو تو اقدام کرنے میں زیادہ پس و پیش نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ یہ وقتی بار بہت سی مشکلات سے نجات دے دیتا ہے، اس طبقے کے لیے ٹھیکہ داری بھی مناسب کام ہے۔ اگر ٹھیکہ داری میں بھی گورنمنٹ کے ٹھیکوں پر توجہ مرکوز کریں تو اٹھتے ہوئے زیادہ وقت نہیں لگتا۔

غریبوں کے لیے:

وہ لوگ جنھیں قدرت نے مالی آزمائشوں سے گھیر رکھا ہے، وہ بھی شہروں اور دیہاتوں کی جدا جدا صورت حال کے مطابق بہت سے ایسے ذرائع تلاش کر سکتے ہیں جو ان کی حالت بدلنے میں کام یاب ثابت ہوں جیسے شہری لوگوں کے لیے پیکنگ اور کٹنگ جیسے بہت سے چھوٹے کام ہو سکتے ہیں، جو گھر کی عورتیں بھی کر سکتی ہیں، اس طرح کے کاموں کے لیے یوٹیوب سے مواد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

دیہی لوگ اپنے دیہی فن کو پروموٹ کر سکتے ہیں اور قدرے سمجھ دار ہوں تو اس فن کو آن لائن کر کے بڑا منافع بھی کما سکتے ہیں۔ جیسے گاؤں دیہات کی عورتیں ہاتھ کے پنکھے، ہاتھ کے کپڑے اور علاقہ وائس دیگر دست کاریوں میں ہنر آزمائی کر سکتی ہیں۔

الغرض! اکیسویں صدی کے تنوع نے زندگی کے ہر شعبے کی معیشت کو متاثر کیا ہے۔ ایک طرف جہاں معاش و معیشت کے بے پناہ جدید امکانات پیدا کیے ہیں اور قسم قسم کی نت نئی سہولیات دست یاب کروائی ہیں، وہیں اس دور کی ٹیکنالوجی نے پرانے نظام معیشت کو ایک حد تک بدل کر رکھ دیا ہے، لیکن اس گہما گہمی کے بیچ ابھی بھی غنیمت یہ ہے کہ چوں کہ ہنوز تغیرات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور ابھی دنیا اس بدلے ہوئے نظام سے خود کو مانوس کر رہی ہے، ایسے میں جنھوں نے اس جدید طرز معیشت کو گلے لگا لیا، یا اپنے پرانے سسٹم کے ساتھ عہد جدید کی تکنیک کو بھی اپنا لیا، آئندہ چند دہائیاں ثابت کریں گی کہ وہ کام یاب ہیں اور جنھوں نے اب بھی خود کو بدلنے کی ضرورت محسوس نہ کی، بہت ممکن ہے کہ آئندہ ان کا وجود ہی بدل جائے۔

نظام معیشت کی یہ غیر معمولی تبدیلیاں ہر سطح پر نوٹ کی جا سکتی ہیں۔ کیا امیر، کیا غریب، کیا خواندہ، کیا ناخواندہ، کیا شہری اور کیا بدوی، سب کو بدلنا چاہیے اور سب کچھ بدلنا چاہیے، اسی میں بھلائی ہے اور آگے کے بقا کی ضمانت۔

اس عہد میں کسی بھی نظام معیشت کو پرانے پیمانوں پر پرکھنے والے یا تو جاہل ہیں، یا غافل۔ اب نہ تو بڑا تاجر بننے کے لیے کروڑوں درکار ہوتے ہیں، نہ مہنگا سسٹم، بلکہ معقول تربیت اور ذاتی مینجمنٹ سب کچھ ممکن کر سکتا ہے۔ اللہ تعالی توفیق دے: آمین

مقالہ دوم

تجارت کا نبوی اسلوب، احادیث کی روشنی میں

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد عارف رضا نعمانی ابن مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی 13 : رجب المرجب 1412 مطابق 19 : جنوری 1992 کو قصبہ چریا کوٹ ضلع مئو (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ا

بتدائی اسکولی تعلیم چریا کوٹ میں ہی حاصل کی، پھر درس نظامی کی تعلیم ابتدا سے عالمیت اور فضیلت تک الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ سے حاصل کی۔ 2016 مطابق 1437 میں الجامعۃ الاشرفیہ سے فراغت حاصل کی۔

شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ سے بی اے کیا، پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے (اردو) کی ڈگری حاصل کی۔

جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ (علی گڑھ) میں دو سالہ کورس Advance diploma in Islamic studies and personality development کیا، پھر فراغت کے بعد البرکات علی گڑھ میں ہی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے دینی وسماجی ترجمان سہ ماہی رسالہ ''پیام برکات'' میں بحیثیت ایڈیٹر خدمت انجام دے رہے ہیں موصوف نے دینی وسماجی مختلف موضوعات پر تقریباً دو درجن سے زائد مضامین قلم بند کیے۔

رابطہ نمبر: +917860561136

تجارت کا نبوی اسلوب، احادیث کی روشنی میں

از: مولانا محمد عارف رضا نعمانی مصباحی

(چریا کوٹ ضلع مئو: یوپی)

اللہ عزوجل نے اس دنیا کو دیگر حیوانات کے ساتھ انسانوں سے بسایا اور ان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے انبیا و مرسلین، اولیا و صالحین کو بھیجا۔ اللہ عزوجل نے تمام پیغمبروں کو انسانوں کی خاطر بحیثیت معلم اس خاک دان گیتی پر مبعوث فرمایا، لیکن حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس تمام پیغمبروں میں افضل اور آپ کی دعوت و تبلیغ تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہے۔ آپ نے زندگی کے ہر ایک شعبے کی طرف رہنمائی کی، اور لوگوں کے درمیان موجود برائیوں کی اصلاح کی۔ پڑوسیوں کے حقوق سکھائے، یتیموں اور بیواوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی۔

تجارت جو کہ انسانی زندگی کو آگے بڑھانے اور رزق حلال حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے شمار رہنمائی اور ہدایات موجود ہیں۔ تجارت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو دھوکا نہ دیا جائے، جو چیز لوگوں کو دکھاؤ، وہی ان کو فروخت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دکھانے کو تو بہت دل فریب اور دل کش چیز ہو اور بیچنے کو کچھ اور۔ اس تعلق سے اللہ کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند فرامین ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ غلے میں داخل کیا تو آپ نے اپنی انگلیوں کو تر پایا تو آپ نے فرمایا:

اے غلہ بیچنے والے! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا؛ یارسول اللہ! یہ بارش سے بھیگ گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا؛ اس غلہ کو تو نے اوپر کیوں نہیں کیا، تا کہ لوگ دیکھ سکیں۔ (اس کے بعد فرمایا) جس نے ہمیں دھوکا دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص248)

اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاجروں کو ہدایت فرمائی کہ تجارت دھوکا اور جھوٹ سے پاک ہونی چاہیے اور یہ بھی فرمایا کہ دھوکا دینے والا ہم میں سے نہیں ہے، یعنی اسلامی طریقے پر نہیں ہے۔

{جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُولُ: "نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ، لَا يُعْلَمُ مَكِيلَتُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمَّى مِنَ التَّمْرِ}

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجور کا ڈھیر جس کا وزن معلوم نہ ہو، اس کھجور کے بدلے جس کا وزن معلوم ہو بیچنے سے منع کیا ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ سمجھ میں آیا کہ اندازے سے کم کے بدلے زیادہ یا زیادہ کے بدلے کم کی خرید و فروخت درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں ایک دوسرے کا نقصان ہے، اور اسلام کا نظام زندگی ایسا پاکیزہ اور محفوظ ہے جس میں کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

{عن عبداللہ بن عباس قال قال رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إذا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ فلا تَنامُوا عنْ طلبِ ارزاقِكُم} (الجامع الصغیر: حدیث نمبر 727)

ترجمہ: جب نماز فجر پڑھ لو تو اپنے رزق کی تلاش سے غافل ہو کر سو نہ جاؤ۔

جب ہم اپنی حالت پر غور کرتے ہیں تو نتیجہ اس کے خلاف سامنے آتا ہے کہ دیر رات تک ہم جاگتے ہیں اور دن چڑھے تک سوتے ہیں اور رزق اور روزی روٹی کا رونا روتے ہیں۔ ہمیں پہلے اپنے حالات سدھارنے کی ضرورت ہے۔ جب کہ غیر مسلموں کو دیکھا جاتا ہے تو ان کو اپنی روزی روٹی کی زیادہ فکر رہتی ہے۔ وہ اپنے کاروبار کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ہوٹل والے فجر سے پہلے ہی اپنے ہوٹل کا چولہا جلا دیتے ہیں اور اپنی دکانوں کے سامنے جھاڑو وغیرہ دیتے ہیں اور تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ انھیں اپنے رزق کی فکر ہے تو اس کے لیے محنت بھی شروع کر دیتے ہیں، لیکن مسلمان سستی اور غفلت کی وجہ سے رزق کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ایسی سستی اور غفلت سے ہمیں دور رہنا چاہئے جس سے رزق میں کمی آئے۔

{عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "طلبُ الحلالِ واجبٌ على كلِّ مسلم} (المعجم الاوسط: حدیث نمبر 8610)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق حلال حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

جب کہ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ صرف پیسے کی فکر کرتے ہیں۔ ان کو اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ پیسہ

کہاں سے آرہا ہے۔ اس کا ذریعہ حلال ہے یا نہیں، بلکہ وہ تو کھلے لفظوں میں کہتے کہ پیسہ ہو، چاہے جیسا ہو۔

ان کو اپنے الفاظ پر غور کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کہ اس کی لاٹھی میں آواز نہیں ہے، لیکن اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو یہ ہدایت فرما دی کہ رزق حلال ہی حاصل کیا جائے۔

{عن عائشة ام المؤمنين: إذا سبَّبَ اللّٰهُ لاحدِكم رزقًا من وجهٍ فلا يدَعُهُ حتى يتغيرَ او يتنكَّرَ له} (سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر 2148)

جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کے لیے ایک جہت سے کوئی رزق کھول دے تو اس رزق کو چھوڑے نہیں، یہاں تک کہ اس کے حق میں وہ بدل جائے۔

اس حدیث پاک سے یہ درس ملتا ہے کہ روزی دینے والا اللہ ہی ہے۔ بندہ چاہے کتنا ہی ہاتھ پیر مار لے، رزق اسی وقت ملے گا اور اسی جگہ سے ملے گا جہاں اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہے، اس لیے اگر ایک جگہ رزق مل رہا ہے تو اسے ٹھکرانا نہیں چاہیے، بلکہ صبر و شکر کا دامن تھامے رہنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ سے بہتری کی دعا کرنی چاہیے۔ بہتوں کو ٹھکرا کر ٹھوکریں کھاتے دیکھا گیا ہے۔

{قال عمر من اتجر في شيء ثلاث مرات فلم يصب فيه فليتحول الى غيره}

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص تین مرتبہ کسی چیز کی تجارت کرے، پھر بھی اس میں کامیابی نہ ملے تو کسی اور تجارت کی طرف چلا جائے یعنی کسی دوسری تجارت شروع کر دے اور دوسرے کام میں قسمت آزمائے۔ ہوسکتا ہے کہ اسے یہاں کامیابی ملے۔

لوگ صرف ایک ہی قسم کی تجارت کرتے ہیں اور کہتے کہ فائدہ نہیں ہوتا، پریشان ہیں، کاروبار نہیں چل رہا ہے۔ ایک ہی ہنر اور ایک ہی کاروبار پر منحصر نہ ہوں، بلکہ دوسرے کاموں میں بھی ہاتھ آزمانا چاہیے۔

{عن عائشة ام المؤمنين: اُطْلُبُوا الرِّزْقَ في خَبايا الارضِ}

(اخرجہ احمد فی فضائل الصحابۃ 431، المعجم الاوسط 895)

ترجمہ: زمین کی پوشیدہ جگہوں میں رزق تلاش کرو۔

اس حدیث پاک میں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی اس بات کی طرف رہنمائی کی کہ اللہ کی تمام زمین میں اس کے بندوں کے لیے فائدے کی چیزیں ہیں۔ زمین کے اوپر ہی نہیں، بلکہ زمین کے اندر بھی اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں، لہٰذا بندوں کو ان سے بھی فائدہ حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

{عن ابی ذر الغفاری: ثلاثةٌ لا یَنظُرُ اللّٰہُ إلیھم یومَ القیامةِ ولا یُزَکِّیھِم ولھم عذابٌ الیمٌ احدُھم: المنفقُ سلعَتَہُ بالحلِفِ الکاذِبِ}

(صحیح مسلم: حدیث نمبر: 106 - سنن ابو داود: حدیث نمبر: 4078 - سنن ترمذی: حدیث نمبر 1211، و اللفظ لہ - سنن نسائی: حدیث نمبر: 4458 - سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر 2208)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تین لوگ ایسے ہیں اللہ عزوجل قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، نہ ہی ان کو پاکیزہ کرے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ان میں سے ایک شخص ہے جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال کو بیچنے والا۔"

اللہ اکبر! جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچنے والوں کے لیے کتنی سخت سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک وعید نہیں، دو نہیں، بلکہ تین وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ کسی چیز میں تاکید یا زور پیدا کرنے کے لیے تین بار کہنا کافی ہوتا ہے۔ یہاں تو تین الگ الگ چیزیں وعید میں بیان کی گئی ہیں، لہٰذا ہمیں اس سے ضرور بچنا چاہیے۔

آج کل بہت سے لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ کیا کریں مجبوری ہے، اس کے بغیر کام ہی نہیں چلتا، یعنی جھوٹ کے بغیر کام نہیں چلتا، حالاں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بیچا اور پہلے سے زیادہ نفع حاصل کیا تو اس سے سمجھ میں آیا کہ اللہ پر بھروسہ کیا جائے، نہ کہ جھوٹ اور جعل سازی پر۔ اگر بندہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ بندے کو ایسی جگہوں سے رزق دے گا، جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں۔

ایک انصاری نے حضور اقدس سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ عرض کیا کہ ہے، ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور ایک حصہ بچھاتے ہیں، اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دونوں چیزیں حاضر کرو۔ وہ چیزیں لائی گئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا، انھیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے، دو یا تین بار فرمایا۔

ایک دوسرے شخص نے عرض کیا کہ دو درہم میں میں خریدتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یہ دونوں چیزیں دے دیں، اور درہم لے لیے، پھر انصاری کو دونوں درہم دے کر ارشاد فرمایا: ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر میں رکھ دو اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس آؤ۔ وہ حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس میں بینٹ لگایا اور فرمایا: جاؤ، لکڑیاں کاٹو اور بیچو، یہاں تم پندرہ دن تک نظر نہ آنا۔

وہ گئے، لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے۔ پندرہ دن کے بعد حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ چند درہم کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمہارے منہ پر دھبہ بن کر آتا۔ (سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر 2198- سنن ابوداؤد: حدیث نمبر 1641)

اس حدیث پاک سے بہت اہم سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ صحت مند و تندرست انسان کو کبھی بھی مانگنا نہیں چاہیے، اور یہ بھی بتا دیا کہ مانگنا، سوال کرنا قیامت کے دن منہ پر دھبے کی طرح ہوگا، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم بے روزگاری کی صورت میں عقل سے کام لیں، ہنر سیکھیں، محنت کریں۔ کاروبار تھوڑی پونجی سے بھی شروع کیا جاتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ آپ سوچتے رہیں کہ جب خوب پیسہ ہو جائے گا تو خوب بڑا کاروبار چالو کروں گا۔ ہوسکتا ہے ہر بڑا کاروبار ہر جگہ نہ چلے تو ایسی صورت میں پیسہ بھی زیادہ لگے گا اور فائدہ کم ہوگا، اس لیے اللہ پر بھروسہ کریں اور مارکیٹ کی ضرورت، لوگوں کی ضرورت کا خیال رکھ کر کاروبار شروع کریں، کیوں کہ روزی دینے والا حقیقت میں وہی ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ ہل نہیں سکتا۔

{عن جابر بن عبداللّٰہ: لا یَدْخُلُ الجنۃَ لحمٌ نَبَتَ من السُّحْتِ، وکلُّ لحمٍ نبت من السُّحتِ؛ کانتِ النارُ اوْلی بہ} (مشکاۃ المصابیح: حدیث نمبر: 2703)

ترجمہ: جو گوشت حرام مال سے پلا بڑھا ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا اور جو گوشت حرام سے اُگا ہے، جہنم اس کا زیادہ حق دار ہے۔

اس لیے ہمیں خود کو بھی اور اپنے اہل و عیال کو بھی حرام کمائی اور حرام مال سے بچانا بہت ضروری ہے، کیوں کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ تم میں کا ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ یہ بھی سوال ہوگا کہ تم نے مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ ہمیں وقتی لذت اور آرام کی خاطر اپنے آپ کو دنیا و آخرت کی رسوائی میں نہیں ڈالنا ہے، لہٰذا ہمیں خود بھی حرام خوری سے بچنا ہے اور اپنے گھر والوں کو بھی بچانا ہے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

{عن رفاعۃ بن رافع: انَّہ خرَجَ معَ النَّبیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم إلی المُصلّی، فرَای النّاسَ یَتبایعونَ، فقال: یا مَعشَرَ التُّجارِ فاسْتجابُوا لِرسولِ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ورَفَعُوا اعناقَھمْ وابْصارَھُمْ إلیہ فقال: إنَّ التُّجارَ یُبعثُونَ یومَ القِیامۃِ فُجّارًا إلا مَنِ اتَّقی اللّٰہَ وبَرَّ وصَدَقَ}

(سنن الترمذی: حدیث نمبر 1210)

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ کی طرف نکلے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راستے میں دیکھا کہ لوگ خرید و فروخت کر رہے ہیں، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے تاجروں کے گروہ'' تو سبھی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب دیا اور اپنی گردنیں اٹھائیں اور آپ کی طرف دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تاجر قیامت کے دن جھوٹے اٹھائے جائیں گے، مگر وہ تاجر جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے، نیکیاں کرے اور سچ بولے۔ (وہ ایسے نہیں ہوں گے)

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ لوگ تجارت میں جھوٹ کثرت سے بولتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر جھوٹ بولے مال بکے گا ہی نہیں، بلکہ بعض تو کہتے ہیں کہ کیا کریں اس کے بغیر کام ہی نہیں چلتا (معاذ اللہ)، حالاں کہ جھوٹ کی سخت وعید آئی ہے۔ اسی کے متعلق ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

{عن ابی ذر الغفاری: ثَلاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَومَ القِيامَةِ، ولا يَنْظُرُ إليهِم ولا يُزَكِّيهِمْ ولَهُمْ عَذابٌ اليمٌ قالَ: فَقَرَاها رَسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ثَلاثَ مِرار، قالَ ابو ذَرٍّ: خابُوا وخَسِرُوا، مَن هُمْ يا رَسولَ اللّٰهِ؟ قالَ: المُسْبِلُ، والمَنّانُ، والمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بالحَلِفِ الكاذِبِ}

(صحیح مسلم: حدیث نمبر 106)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل تین قسم کے لوگوں سے کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا، نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا تین بار فرمایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خائب و خاسر ہوں، نقصان اٹھائیں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا کہ ٹخنے سے نیچے ازار لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنے والا۔

اس دن جب ہر کوئی پریشان ہوگا، سب نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے اور سفارشی تلاش کر رہے ہوں گے، سب پریشان ہوں گے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ سے نظر رحمت کی امید لگائے ہوں گے، مغفرت کی آس لگائے ہوں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ تین اشخاص کے ساتھ رحمت کا معاملہ نہیں فرمائے گا۔ ان تین میں سے ایک جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچنے والا بھی ہوگا۔ ایسے لوگ اپنے حالات پر غور کریں۔ اللہ کی نافرمانی سے باز رہیں، اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کوشاں رہیں۔

{عن واثلة بن الاسقع اللیثی ابی فسیلة: من باعَ عیبًا لم یبیِّنهُ لم یزَلْ فی مقتٍ منَ اللّٰہِ، ولم تزلِ الملائِکۃُ تلعنُہُ} (سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر 2247-مسند احمد: حدیث نمبر 16013)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عیب والی چیز بیچی اور اس کو ظاہر نہیں کیا، وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضگی میں ہے، اور ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے یہ نصیحت ملی کہ جب بھی کسی چیز کو بیچا جائے تو اگر اس میں کسی قسم کا عیب ہو یا کوئی نقصان ہو تو اس کو ظاہر کر کے بیچا جائے۔ ایسا نہ ہو خریدار کو دھوکے میں رکھ کر سودا کیا جائے، کیوں کہ دھوکہ دینا ایمان والوں کا کام نہیں ہے۔

{عن ابی ھریرۃ: من اقالَ مسلِمًا اقال اللّٰہُ عثرَتَہُ}

(سنن ابوداود: حدیث نمبر 3460-ابن ماجہ: حدیث نمبر 2199)

جو کسی مسلمان سے اقالہ کرے تو اللہ اس کی لغزش اور خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

جب کوئی خریدنے یا بیچنے کے بعد افسوس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ معاملہ ختم ہو جائے اور مجھے میری چیز واپس مل جائے تو حدیث پاک میں آیا ہے کہ خوشی خوشی معاملہ ختم کرنے والوں کے لیے اللہ کے یہاں اجر وثواب ہے۔ دو لوگوں کے درمیان جو معاملہ طے ہوا ہے، اسے ختم کرنے کو ہی ''اِقالہ'' کہتے ہیں۔

اسی طرح جب ہم سیرت پاک پر غور کرتے ہیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیات انسانی کے ہر ہر گوشے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ کسی بھی شعبے میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اگر آج دنیا والے چاہتے ہیں کہ ایک صاف ستھرے اور پاکیزہ ماحول میں ایک اچھی اور کامیاب زندگی بسر کریں اور زندگی کی آسائشوں اور برکتوں سے ہم کنار ہوں تو ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات کو اپنے کے لیے نمونہ عمل بنائیں۔ خود رب تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لیے نمونہ ہے۔ اگر ہم رسول اللہ کی زندگی کے مطابق زندگی گزاریں گے تو یقیناً ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہوگی۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

مقالہ سوم

معاشی ترقی چاہتے ہوتو دوسروں کو اٹھانا سیکھو

تعارف مقالہ نگار

حضرت مولانا پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی گجرات (انڈیا) کے بھروچ ضلع میں واقع پارکھیت گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کی ولادت 1994 میں ہوئی۔ ناظرۂ قرآن مجید کی تعلیم والد گرامی حافظ داؤد پارکھیتی کی بارگاہ میں حاصل کی اور والد صاحب ہی کی خدمت میں رہ کر نصف سے زائد قرآن حفظ بھی کیا، پھر دارالعلوم برکات خواجہ آمود میں قاری محمد شمیم غازی پوری و قاری محمد اجمل مبارکپوری کی شاگردی میں حفظ کی تکمیل کی۔ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم مذکورہ ادارہ ہی میں حاصل کی۔

13-2012 میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں دین کی اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ لیا۔ جامعہ اشرفیہ سے 19-2018 میں دستار فضیلت پائی۔ فی الحال موصوف جامعہ اشرفیہ ہی سے فقہ حنفی میں تخصص کر رہے ہیں۔ مولانا کا شمار اردو اور گجراتی زبان کے اصحاب قلم میں ہوتا ہے۔

اردو زبان میں ان کی تحریریں سوشل میڈیا پر شائع ذائع ہیں۔ جب کہ گجراتی زبان میں موصوف کے درجنوں مقالات پٹیل شبیر علی رضوی صاحب کی ادارت میں نکلنے والے ماہنامہ "برکاتِ خواجہ" میں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ موصوف رضویات و اقبالیات سے زیادہ شغف رکھتے ہیں اور ان کا خاص میدان تنقید مغرب ہے۔

رابطہ نمبر: +918511242816
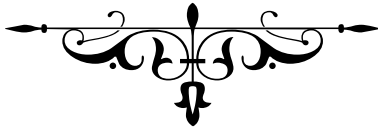
معاشی ترقی چاہتے ہوتو دوسروں کو اٹھانا سیکھو

از: مولانا پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی
گجرات (انڈیا)

مجموعی طور پر کسی بھی قوم کی معاشی خوشحالی اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کے تمام طبقات معیشت میں استحکام کی طرف بڑھ رہے ہوں۔ کسی ایک طبقہ کا بڑے بڑے کاروبار میں لمبی چوڑی رقم انویسٹ کر کے نفع حاصل کرنا اس خاص گروہ کو تو مالدار کر سکتا ہے، مگر پوری قوم کا اس میں کوئی اجتماعی مفاد نہیں۔

قوم کو معاشی معاملات میں آگے بڑھانے اور ترقی کی راہ پر لانے کا ایک ہی راستہ ہے، وہ یہ کہ ایک ساتھ سب کو لے کر چلنے کی کوئی کشادہ راہ اختیار کی جائے۔ اگر موجودہ مسلم سماج معاشی اعتبار سے ایسی کوئی تدبیر کرنے میں کامیاب ہو گیا تو ممکن ہے کہ ہم اپنی اکانومی پر ڈپینڈ ہو کر مستقبل میں اپنی سیاسی وتہذیبی سرحدوں کے تحفظ کا کام بہتر طریقے پر انجام دے سکیں۔

اس قسم کی اجتماعی پیش رفت کے لیے مختلف مفکرین کے مختلف مشورے اور جداگانہ نقطہ نظر ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک کی افادیت کے مطابق ان پر عمل کی ممکن کوشش بھی لازم ہے۔

سر دست ہم ذیل میں کچھ خام خیالات کو رقم کر رہے ہیں جن کو عملی میدان میں پختہ کر کے ان سے قوم کی تعمیر کا کام لینا معماران ملت کی دوراندیشی کا مرہون منت ہوگا۔

قوم کی اجتماعی ترقی کے لیے سب سے اہم چیز سرمایہ کا پھیلاؤ اور اس کا سرکولیشن ہے۔ جب تک مالدار طبقے کا پیسہ کسی نہ کسی شکل میں متوسط، غریب اور نادار طبقے تک نہیں پہنچے گا، اس وقت تک اجتماعی معاشی ترقی کی راہ ہموار ہونا

ممکن نہیں۔ اونچے طبقے کا سرمایہ نیچے کی طرف سرکولیٹ کرنے کے لیے اسلام نے زکاۃ، صدقہ، فطرہ جیسے بہت سے طریقے عطا کیے ہیں، مگر یہاں ہماری غرض صرف کاروباری طریقوں سے وابستہ ہے، یعنی تجارت کے میدان میں سرمایہ کا بہاؤ نیچے کی طرف لانے کے مؤثر طریقوں کی وضاحت کرنا ہمارا مطمح نظر ہے، لہٰذا ہم ذیل میں صرف تجارتی میدان میں اجتماعی ترقی کی کوشش کے لیے چند باتیں پیش کر رہے ہیں۔

زمینی حقیقت یہ ہے کہ بھارت میں مسلم تجارت کے کمزور ہونے کی ایک بڑی وجہ متوسط یا غریب کاروباریوں کا چھوٹے کاروبار کے لیے سودی قرضوں پر منحصر ہونا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ یہ درمیانی طبقہ سود کی شکل میں اپنی محنت غیروں کی جھولی میں ڈالتا ہے اور بسا اوقات متوقع نتائج نہ ملنے پر کاروبار سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

جب تک اس صورت حال کا مقابلہ نہ کیا جائے اور اس کا متبادل نہ پیش کیا جائے، تب تک مالدار مسلم تاجروں کی دولت میں اضافہ تو ہو سکتا ہے، مگر قوم کی معاشی حالت متغیر نہیں ہو سکتی، لہٰذا اصولی بات (Main Point) یہ ہے کہ مسلمانوں کے مالدار طبقے کو چاہیے کہ چھوٹے سرمایہ کاروں کو غیر سودی قرضے دے کر تجارتی میدان میں ان کی مدد کریں۔ اس لحاظ سے ہماری پہلے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ مالدار طبقہ کو غیر سودی قرضے دینے پر آمادہ کریں۔

رہی یہ بات کہ اگر سود کے خوف کے بغیر خالص قرض دیا جائے تو لوٹائے گا کون؟ آج کے خیانت بھرے ماحول میں یہ ایک حقیقی خدشہ ہے جس کھٹکا لگا رہنا فطری بات ہے، مگر شرعی اعتبار سے اس خطرے کے کچھ حل نکال کر ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

اس کی ایک صورت تو رہن کی ہے یعنی گروی رکھنا۔ جس مسلمان متوسط یا نادار طبقے کے تاجر کو غیر سودی قرض دیا جائے، اس سے سونا چاندی وغیرہ کوئی قیمتی چیز اتنی مقدار میں رہن رکھوالی جائے کہ ادائیگی نہ ہونے صورت میں اسے بیچ کر قرض کی رقم وصول کی جا سکے۔ اس عمل سے ایک طرف تو سود کی شکل میں دوسری قوموں کو منتقل ہونے والا ہماری اچھی خاصی رقم بچ جائے گی، اور دوسری طرف درمیانی طبقے کے چھوٹے تاجر کثرت سے اس کام میں حصہ لے کر اپنا نجی کاروبار کھڑا کرنے کی کوشش کریں گے۔ سرمایہ کا یہ دوہرا بہاؤ اجتماعی معاشی ترقی میں کافی معاون ثابت ہو سکتا ہے، مگر یہاں یہ خیال رہے کہ رہن یعنی گروی رکھی ہوئی چیز سے اُس مالدار تاجر کا فائدہ اٹھانا سخت ناجائز وحرام ہے۔ آج کل قرض دینے والے مسلمان عام طور سے اس گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کو اندازہ تک نہیں ہوتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بڑے مسلم تاجر اپنے ماتحت یا اپنے حلقے کے متوسط و نادار ایسے افراد جو تجارت کا ڈھنگ جانتے ہوں، اور اس میں آگے بڑھنے کا جذبہ رکھتے ہوں، ان کو مضاربت کے ذریعے تجارت میں عملی طور پر لانے کی کوشش کریں، یعنی سرمایہ، مالدار طبقے کے ہمدرد مسلمان تاجر کا اور محنت عقلمند و امانت دار و بھروسے مند مڈل کلاس مسلمان کی۔ اگر اس طرح کی پارٹنر شپ کا عمل اپنے اپنے علاقوں میں چند مالدار مسلم تاجر کرنے کو تیار ہو جائیں

تو کچھ ہی عرصے میں بہت سے نئے تاجر پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ مسلمان سود جیسی حرام کاری سے بھی بچ جائیں گے۔ بڑے تاجروں کی دولت میں اضافہ بھی ہوگا، متوسط و نادار طبقے کے چھوٹے تاجر ترقی بھی کریں گے اور اجتماعی طور پر مسلم تجارت کو فروغ بھی ملے گا، مگر یہاں ایک بات قابل لحاظ ہے جس کا دھیان نہ رکھا جائے تو یہ سارا معاشی عمل بے کار ہو کر رہ جائے گا، بلکہ وبال بن جائے گا۔ وہ یہ کہ اس قسم کی پارٹنرشپ میں نفع میں پرسنٹز رکھنا تو جائز ہے، مگر اس میں تعیین ناجائز و حرام ہے، یعنی یہ کرنا تو جائز ہے کہ نفع میں سے ستر فیصد میرا تیس فیصد تمہارا، مگر یہ سودا کہ مثلاً نفع میں سے مجھے ہر مہینہ پانچ ہزار مل جانے چاہئے۔ باقی اوپر کا تمہارا، یہ ناجائز و حرام ہے۔

ایسے ہی اجتماعی معاشی استحکام کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلم خواتین کے گھریلو پروڈکٹس کو منظّم انداز میں بازار میں لایا جائے۔ عام طور سے دیکھا یہ جاتا ہے کہ جہاں مسلم خواتین محنت کر کے گزر بسر کے لیے کسی قسم کا گھریلو پراڈکٹ بنا رہی ہیں، وہاں کوئی غیر مسلم مفاد پرست تاجر کوڑی کے مول اجرت دے کر عمدہ اور بہترین کام حاصل کر کے بڑے بازار میں اس کی اچھی قیمت پا رہے ہیں۔ ہمارے وہ سرمایہ دار تاجر جو کسی چھوٹے کاروبار میں پیسہ انویسٹ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، انہیں چاہیے کہ قوم کی خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ مسلم خواتین کے گھریلو پروڈکشن کو فروغ دینے میں اپنا سرمایہ صرف کریں۔

اس سے ایک طرف تو بہت ساری نادار مسلم خواتین کی کمائی کا ذریعہ پیدا ہوگا جس سے ان کے گھر میں معاشی خوشحالی اور بچوں کی تعلیم کی راہ ہموار ہوگی اور دوسری طرف دینی اخوت اور مذہبی ہمدردی کی وجہ سے انہیں معقول اجرت بھی مل جائے گی، پھر اس گھریلو پروڈکٹ کی عمدگی سے بڑا مسلم تاجر مارکیٹ میں اچھا نفع حاصل کر کے اس قسم کے چھوٹے کاروبار کو مزید فروغ دینے پر قادر بھی ہوگا۔ مذکورہ طریقہ کار سے ہمارے گھریلو سامان کو مارکیٹ میں اہمیت بھی ملے گی اور گھر گھر تک معاشی استحکام کا یہ فارمولا اثر انداز بھی ہوگا۔

اس سلسلے میں عوامی رفاہی تنظیموں کو بھی آگے آنا چاہیے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مالدار تاجر کام دینے اور گھریلو پروڈکٹ کو فروغ دینے کے لیے آمادہ ہوتا ہے، گھروں سے خواتین اس پراجیکٹ پر محنت کرنے کے لیے بھی تیار ہوتی ہیں، مگر اس میں استعمال ہونے والی مشینوں کا خرچ اٹھانا نہ تو مالدار تاجر کے بس میں ہوتا ہے، نہ ہی نادار خواتین کے۔ ایسے مقامات پر مسلم رفاہی تنظیموں کا رول کلیدی ہو جاتا ہے۔

رفاہی تنظیمیں اگر گھریلو پروڈکشن کے آلات مہیا کرانے کی پالیسی کے تحت ہر سال حسب استطاعت اپنے اپنے علاقوں میں چند گھروں کو بھی اس قسم کے آلات اور مشین فراہم کرا دیں تو آسانی سے مارکیٹ میں مسلم خواتین کے گھریلو پروڈکٹس کو پروموٹ کیا جا سکتا ہے۔ اس کا مزید ایک مثبت فائدہ یہ ہوگا کہ مسلم خواتین کی مظلومیت کا

ڈھونگ رچانے والے نام نہاد نسوانی حقوق کے علم بردار اپنی بے جا تنقید پر نظر ثانی کرنے کے لیے مجبور ہوں گے۔

آخری بات جو ہم اپنی اس مختصر تجویز میں پیش کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی معاشی ترقی اور مسلم تجارت کی ہمہ گیری کا خواب اسی وقت پورا ہوسکتا ہے جب عمومی طور پر ہر طبقہ اور خصوصی طور پر سرمایہ دار طبقہ امت کی خیر خواہی کا جذبہ لے کر چلنے کی کوشش کرے گا۔ ہماری قوم کا حال یہ ہے کہ جس کے پاس دو پیسے آجاتے ہیں اور تھوڑی سی فراوانی ملتی ہے، وہ ترقی کے خیال اور دولت کے نشے میں باقی پوری مسلم برادری کو حقیر، بے کار اور پسماندہ سمجھنے لگتا ہے اور بعد کے اس کے سارے کاروبار غیر مسلموں سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

جب تک اس صورت حال کا خاتمہ نہ ہوگا اور جب تک ہر آگے بڑھنے والا اپنے ساتھ کسی نہ کسی مسلمان کو آگے بڑھانے کا احساس لے کر نہیں چلے گا، اس وقت تک معاشی ترقی وخوشحالی کے سارے کے سارے فلسفے چھپائی کے کاغذ اور سوشل میڈیا کی وال کی زینت تو بن سکتے ہیں، مگر قوم کے لیے کارآمد نہیں ہوسکتے۔

مقالہ چہارم

علمائے کرام،عوام اور تجارت

تعارف مقالہ نگار

حضرت مولانا مفتی محمد خبیب القادری تحسینی رضوی، مدنا پور، بریلی شریف (یوپی) کے متوطن ہیں۔آپ نے مدرسہ عالیہ نعمانیہ غریب نواز (شیش گڑھ)،الجامعۃ الغوثیہ نیویا حسین (پیلی بھیت شریف)،الجامعۃ الاسلامیہ اہل سنت خلیل العلوم (سنبھل)اور جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) میں تعلیم پائی۔اور سال 2008 میں فارغ التحصیل ہوئے۔

موصوف،غریب نواز اکیڈمی مدنا پور شیش گڑھ بہیڑی بریلی شریف (یوپی) کے بانی ہیں۔آپ کا مشغلہ،درس و تدریس ہے۔مدرسہ فیض النبی غریب نواز صفی پور شریف اناؤ (یوپی) میں آپ تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

رابطہ نمبر:+917247863786
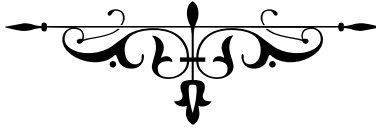
علماے کرام،عوام اور تجارت

از: مولانا مفتی خبیب القادری

مدنا پور: بریلی شریف (یوپی)

جس معاشرے میں ہم اور آپ زندگی گزار رہے ہیں، یہ معاشرہ ایسا نہیں تھا، بلکہ اس معاشرے کی شکل بگاڑ دی گئی۔ آج اول تو کوئی عالم دین تجارت کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے۔ اگر کوئی تجارت کے لیے تیار ہو جاتا ہے تو اس کو عوام الناس طعنہ دیتے ہیں۔ اس کو گھور گھور کے دیکھتے ہیں۔ چوراہوں اور گلی کوچوں میں اس کا مذاق اڑاتے ہیں، جیسا کہ وہ کوئی غلط کام کر رہا ہے۔ ایسا کرنے والے لوگ یقیناً نادان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تجارت کے احکام قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں اور تجارت کرنا سنت سے بھی ثابت ہے۔

پیارے آقا حضرت سیدنا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر مہاجرین کا ذریعہ معاش تجارت ہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتے تھے، اس لیے انہیں اس کا موقع کم ملتا۔ گاہے بگاہے انہوں نے بھی تجارت فرمائی۔

سرخیل فقہا، امام الائمہ، سراج الامہ حضرت نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے تاجروں میں تھے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بہت بڑے تاجر تھے۔ راس المحد ثین امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تجارت کرتے تھے۔ اسی طرح اکثر سلف صالحین کا ذریعہ معاش تجارت تھی۔ ان کا یہ مشغلہ اس لیے بھی تھا کہ وہ اپنے آپ کو حکومت کے اور اہل ثروت کے احسان سے بچا کر رکھنا چاہتے تھے۔ تجارت اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت ہے۔

اس کو علما اگر اپناتے ہیں تو مذاق نہیں بنانا چاہیے اور علماے کرام کو بھی تجارت کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے، مگر اکثر پڑھے لکھے حضرات فارغ ہونے کے بعد صرف امامت اور مدرسوں تک محدود رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ تجارت کے قریب بھی نہیں جاتے۔ سب کچھ ان کے لیے امامت اور تدریس ہی ہے۔

یہ بات حقیقت ہے کہ امامت اور درس وتدریس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی کام نہیں۔تدریس وہ انمول تحفہ ہے جو دنیا میں بھی کام آتا ہےاور قبر وحشر میں بھی کام آتا ہے،جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان مرجاتا ہےتو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے،مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے۔صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے،صالح اولاد جو مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرے۔(صحیح مسلم)

ایک حدیث پاک میں ہے: استاد جب شاگرد کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھاتا ہے تو اس وقت استاذ کو اور طالب علم اور اس کے والدین کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔(الحدیث)

علم کی بہت بڑی فضیلت ہے۔علم والا ہی اچھے طریقے سے تجارت کرسکتا ہے۔تجارت تمام پیشوں میں سب سے زیادہ عظمت وفضیلت، برکت ورحمت اور درجہ ومرتبہ والا پیشہ ہےاور یہ معاشرے کے ہر خاص وعام کی ضرورت ہے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تجارت کیا کرتے تھے،مثلاً حضرت آدم علیہ السلام زراعت کیا کرتے تھے۔حضرت ادریس علیہ السلام سلائی کا کام کرتے تھے۔حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بنایا کرتے تھے۔بہت سے انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بکریاں چرائیں۔مذہب اسلام میں کسب معاش کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔

آج مسلمان تجارت میں بہت پیچھے ہیں، بالخصوص علماے اہل سنت وجماعت۔علماے کرام کی بارگاہ میں مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ تجارت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیں، کیوں کہ تجارت میں برکت زیادہ ہے۔اس سے دولت میں بھی اضافہ ہوتا ہےاور تجارت بھی جیسا اس کا حق ہے، ویسے ادا ہو سکے گی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاے کرام بازاروں میں آمد ورفت رکھتے تھے۔(درمنثور: جلد2 صفحہ 243)

تجارت شریعت مطہرہ میں مطلوب ومحمود، مستحسن ومستحب اور رزق حلال کا سب سے زیادہ کارآمد اور نفع بخش ذریعہ ہے، بلکہ سنت ہے۔اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو ہی پسند فرماتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجارت کو اپناؤ کیوں کہ اس میں رزق کا نواں حصہ ہے۔(احیاء العلوم)

دنیا میں تجارت ہی ایسی چیز ہے جو انسان کی زندگی سدھار دیتی ہےاور آخرت سنوار دیتی ہے۔آج غیر قومیں تجارت میں بہت آگے نکل چکی ہیں۔بڑی بڑی کمپنیاں، بڑی بڑی فیکٹریاں، بڑے بڑے کارخانے، بڑے بڑے ہوٹلز؛ بڑے بڑے بلڈرز، وغیرہ غیر قوموں کے پاس پائے جاتے ہیں۔

آج ان کے یہاں عصری تعلیم یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اپنے بچوں کو وہ اپنے دھرم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم دیتے ہیں اوران کو تجارت وغیرہ کے ہنر سکھاتے ہیں۔ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے مدارس میں بچوں کو عصری تعلیم بھی دیں اور تجارتی ہنر بھی سکھائیں۔ مساجد میں تجارت کے بارے میں عوام الناس کے دلوں میں دلچسپی پیدا کریں۔ تجارت کی ترغیب دیں اور طور طریقے بتائیں۔تجارت بہت اہم چیز ہے۔ بہت فضائل کی حامل ہے۔

سچے تاجر کے بارے میں حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

{التاجر الصدوق الأمين مع النبين والصديقين والشهداء}

(سنن الترمذی،حدیث نمبر:1252)

ترجمہ: جو تاجر تجارت کے اندر سچائی اور امانت کو اختیار کرے تو وہ قیامت کے دن انبیائے کرام، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔

سچائی اور ایمان داری کے ساتھ تجارت کرنے کی بہت فضیلت ہے،اور جو لوگ تجارت میں گڑ بڑ کرتے ہیں، دھوکہ دہی کرتے ہیں،ان کے لیے بہت سخت وعیدیں ہیں۔ چناں چہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔(الترغیب والترہیب- بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:"جب بھی کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے کے مرض میں مبتلا ہوتی ہے تو ان پر قحط سالی کا عذاب آتا ہے"۔(ابن ماجہ)

چناں چہ ایک روایت میں ہے:

{التجار يحشرون يوم القيامة فجارًا إلّا من اتقى وَبَرَّ وصدق}

(المعجم الکبیر للطبرانی،حدیث نمبر:4540)

ترجمہ:تجار(تجارت کرنے والے) قیامت کے دن فاسق و فاجر بنا کر اٹھائے جائیں گے،مگر جو تقویٰ اور طاعت وسچائی کو اختیار کرے۔

حدیث پاک میں ہے: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بات کرے گا، نہ اس کی طرف منہ اٹھا کر دیکھے گا اور نہ اس کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا۔(اس میں سے ایک) جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔(صحیح مسلم حدیث نمبر:306)

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر یہ بھی ارشادفرمایا:

''اپنا مال بیچنے کے لیے کثرت سے جھوٹی قسمیں کھانے سے بچو! یہ چیز وقتی طور پر تو فروغ کی معلوم ہوتی ہے،لیکن آخر کار کاروبار سے برکت ختم ہو جاتی ہے''۔(صحیح مسلم،حدیث نمبر:4210)

ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تجارت کی جو فضیلت ہے وہ اس وقت حاصل ہوگی جب مکمل ایمانداری اور دیانتداری سے کی جائے۔تجارت میں بڑی برکتیں ہیں اور تجارت کے ذریعے ہی انسان دنیا وآخرت میں خیر کثیر جمع کرسکتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تجارت کرو، کیوں کہ رزق کے دس حصے ہیں۔نو حصے فقط تجارت میں ہیں اور جو شخص اپنے اوپر سوال (بھیک) کا دروازہ کھولتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر مفلسی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہنرمند و پیشہ والے مسلمان کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے''۔

ایک حدیث پاک میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''فرائض (نماز ،روزہ، زکات، حج وغیرہ) کے بعد حلال کی کمائی حاصل کرنا بھی ایک فریضہ اور عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کسی انسان نے اس سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے''۔(صحیح بخاری)

الحاصل تجارت کرنا سنت ہے۔قرآن وحدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔اس سے مال میں زیادتی ہوتی ہے، لہٰذا تجارت کرنے کا پہلا حق امت مسلمہ میں علمائے کرام کا ہونا چاہیے۔

نیز علمائے کرام کی بارگاہ میں مؤدبانہ ومخلصانہ گزارش ہے کہ شرم کو ایک کونے میں رکھ دیں اور تجارت کی طرف توجہ دیں،تاکہ تجارت کو تجارت کے طریقے سے کیا جا سکے، ورنہ کوئی ناپ تول میں کمی کرے گا تو کوئی جھوٹ بول کر تجارت کرے گا۔اللہ تعالیٰ راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

آمین یارب العالمین

مقالہ پنجم

روزگار کی عدمِ فراہمی: اسباب اور تدارک کے چند اصول

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد ایوب رضوی مصباحی بن قاری محمود الحسن صاحب 22: اگست 1995 کو پیدا ہوئے۔ بایزید پور، ڈلاری، ٹھاکردوارہ، مرادا باد (یوپی) میں سکونت پذیر ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی گاؤں کے مدرسہ رضویہ اسلامیہ میں حاصل کی۔ اعدادیہ تا سادسہ کی تعلیم جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور (مرادآباد) دیارِ حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان میں پائی۔ اس کے بعد عالمیت وفضیلت کی سندیں ازہرِ ہند: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) سے حاصل کیں۔ سال ۲۰۱۸ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے شعبہ فضیلت میں فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے بعد سے تدریسی خدمات اور تعلیم دونوں کام جاری ہیں۔ فی الوقت تخصص فی الفقہ کا سال اول جامعہ تاج الشریعہ (بہرائچ) میں جاری ہے، اور دو سال سے دار العلوم گلشنِ مصطفیٰ (للبنین) و جامعہ گلشنِ مصطفیٰ (نسواں) بہادر گنج، سلطان پور، مرادآباد (یوپی) میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ اس وقت دونوں اداروں کے ناظمِ تعلیمات و پرنسپل کے عہدے پر فائز ہیں۔

اردو لکھنؤ بورڈ سے منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل کی سندیں 2018 تک حاصل کر چکے ہیں۔ آپ نے دینی، سماجی، ادبی، اصلاحی، فکری اور اس کے علاوہ مختلف عناوین و موضوعات پر بہت سے مضامین رقم فرمائے۔

رابطہ نمبر: 918279422079+

روزگار کی عدمِ فراہمی: اسباب اور تدارک کے چند اصول

از: مولانا محمد ایوب مصباحی
مرادآباد (یوپی)

آج بھارت میں عام طور سے ہر طبقے میں اقتصادی زبوں حالی کسی بھی ذی شعور پر مخفی نہیں، خصوصاً مسلمان اور ان میں بھی زیادہ تر علما و ائمہ کے معاشی حالات سے سب واقف ہیں، جس کی کئی وجوہات و اسباب ہیں۔ کچھ دینی ہیں اور کچھ دنیوی۔ جن کا قدرے تفصیل سے ہم ذکر کریں گے، پھر اس کے تدارک کے لیے کچھ اصول قلمبند کرنے کی کوشش کریں گے کہ جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کو سنوارنے کی کوشش کی جا سکے۔

رزق میں تنگی کے اسباب:

محدود فکر:

آج ہر انسان اور خصوصاً طلبہ و اساتذۂ مدارس کی فکر کافی حد تک محدود ہو چکی ہے، مثلاً طلبہ کا ٹارگیٹ اور مطمح نظر صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ مدارسِ اسلامیہ میں صرف اس قدر تعلیم حاصل کر لیں کہ وہ ایک اچھے پیشہ ور خطیب بن جائیں، یا کم از کم اتنا بولنا سیکھ جائیں کہ کہیں بھی سال دو سال پڑھ کر مناسب امامت لگا کر اپنی زندگی بسر کر سکیں، جس سے کئی ایک نقصان ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو خود اصلاح طلب ہوتے ہیں، وہ قوم کی اصلاح و رہنمائی کا فریضہ انجام دینے لگتے ہیں اور قلتِ علم کے باعث ان میں بعض اخلاقی خرابیاں رونما ہو جاتی ہیں، مثلاً وہ اس بات پر تیار ہو جاتے ہیں کہ انھیں کسی مسجد میں رکھ لیا جائے یا وہاں سے نہ ہٹایا جائے، چاہے ماہانہ وظیفہ معقول ہو یا نہ ہو۔ دراصل تحصیل علم میں انتھک جد و جہد نہ کرنے کے سبب وہ جانتے ہیں کہ وہ اسی لائق ہیں۔ یہی حال ہر کم پڑھے لکھے ملازم کا ہے: الا ما شاء اللہ۔

توکل کا فقدان:

سرکاری دفاتر سے لے کر عام پرائیویٹ اداروں و محکموں میں ملازمین کا توکل سے خالی ہونا، یعنی اپنی ملازمت کو حتمی اور یقینی بنانے کے لیے اور تا دیر اس میں استقلال لانے کے لیے ناظمِ اعلیٰ، صدر اور دیگر ذمہ داران کی خوشامد اور ان کی جھوٹی تعریف میں قصیدے نظم کرنا ہے، لیکن ان حضرات میں جو با شعور ہوتے ہیں، وہ اولِ نظر میں

سمجھ جاتے ہیں کہ خوشامد کرنے والے ملازمین سے کس قدر دین کا زیاں ہے کہ وہ یہ کارنامہ اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لیے کرتے ہیں (اور یقیناً ان اشخاص کو سمجھنا اور پرکھنا بہت ضروری ہے کہ خانقاہوں اور بیشتر مدارس ومراکز میں بھی خسارہ ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے)

اس وجہ سے ان کے رزق کے وسائل تنگ ہو جاتے ہیں کہ اولاتو انھیں کوئی رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جاتا ہے تو معقول وظیفے کا انتظام نہیں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ امانت داری سے دین کی خدمت کرتے اور رزقِ وافر کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھتے تو وہ غیب سے اس کے سامان ضرور مہیا فرماتا۔

کسبِ معاش میں کاہلی:

انسان کا وطیرہ آج یہ ہو گیا ہے کہ وہ کام سے بچنا چاہتا ہے اور اپنے جسم کو آرام کا عادی بنا لیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی سعی کسبِ معاش کے تئیں اس قدر رہتی ہے کہ وہ اتنا کما لے، جتنا کھالے، حالاں کہ مستقبل کی فکر بھی انسان کو ہونی چاہیے۔ چیونٹی جس کی ایک بہترین مثال ہے کہ وہ بارش کے موسم کا انتظام وانصرام موسمِ گرما میں ہی کر لیتی ہے اور یہ توکل کے خلاف بھی نہیں ہے، اس لیے کہ انسان حقیقی رازق صرف اللہ تعالیٰ کو تصور کرے، لیکن اسباب ووسائل خود مہیا کرے، جو ان دو آیتوں: "وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا" اور "هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا" کے درمیان تطبیقِ انیق بھی ہے۔

ذکرِ الٰہی سے اعراض:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: {وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا} (سورہ طہٰ: آیت 4)

ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''دنیا میں، یا قبر میں، یا آخرت میں، یا دین میں، یا ان سب میں؛ دنیا کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ ہدایت کا اتباع نہ کرنے سے عملِ بد اور حرام میں مبتلا ہو، یا قناعت سے محروم ہو کر گرفتارِ حرص ہو جائے اور کثرتِ مال واسباب سے بھی اسے فراغِ خاطر (بے فکری) اور سکونِ قلب میسر نہ ہو، دل ہر چیز کی طلب میں آوارہ ہو، اور حرص کے غموں سے کہ یہ نہیں وہ نہیں، حال تاریک اور وقت خراب رہے اور مومن متوکل کی طرح اسے سکون وفراغ حاصل ہی نہ ہو۔ جس کو حیاتِ طیبہ کہتے ہیں: قال تعالیٰ: فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے) اور قبر کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ کافر پر اس کی قبر میں ننانوے اژدہے مسلط کیے جاتے ہیں، اور آخرت

میں تنگ زندگانی جہنم کے عذاب ہیں، جہاں زقوم (تھوہڑ) یعنی دھتورا اور کھولتا پانی اور جہنمیوں کے خون اور ان کے پیپ کھانے پینے کو دیے جائیں گے، اور دین میں تنگ زندگانی یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی کسبِ حرام میں مبتلا ہو"۔ (تفسیر خزائن العرفان)

تجارت میں قسم کھانا:

تجارت میں قسم کھانا بھی تنگی رزق اور بے برکتی کا ایک سبب ہے۔ ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تجارت میں قسم کی کثرت سے پرہیز کرو کہ یہ اگرچہ مال کو بکوا دیتی ہے، مگر برکت کو مٹا دیتی ہے"۔

(مسلم شریف: کتاب المساقاتِ والمزارعۃ، باب النھی عن الحلف ص:865 مکتبہ دارِ حزم بیروت)

مال کے لالچ میں امیر گھرانے میں شادی کرنا:

یہ بلا بہت عام ہو چکی ہے کہ بچے جوان ہو جاتے ہیں اور کے ذمہ داران جلد شادی ہی نہیں کرتے، اور اگر شادی کے بارے میں سوچتے بھی ہیں تو طرح طرح کی ڈیمانڈ و مطالبات کہ جہیز میں یہ چاہیے، وہ چاہیے، کھانا ایسا ویسا ہو، پھر یہ سب حاصل کرنے کے چکر میں بڑے گھرانے میں شادی، تا کہ مال کثرت سے حاصل ہو جائے۔

حالاں کہ کہ جو شخص دوسرے کے مال پر نظر رکھ کر شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ محتاج وفقیر بنا دیتا ہے۔ آج تک بیوی کے مال سے کوئی مال والا نہیں ہوا۔ حدیث شریف میں ہے۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ فرمائے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے، اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو کسی عورت کے حسب (خاندانی مرتبے) کی وجہ سے نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے کمینے پن میں اضافہ فرمائے گا"۔

(المعجم الاوسط، جلد دوم: ص18: حدیث نمبر: 2342)

رہنما اصول

اللہ سے رزق کی دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کی تعلیم دیتے ہوئے حضرتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ دعا کو بیان فرماتا ہے: "وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ" ترجمہ: اور ہمیں رزق دے، اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے"۔

تقوی و پرہیز گاری:

اگر انسان اپنے رب سے ہر وقت ڈرتا رہے، تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے

رزق کی بے شمار راہیں کھول دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرما دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:{وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ }(سورہ طلاق: آیت 4) ترجمہ: جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں اس کا گمان نہ ہو۔(کنز الایمان)

توکل:

ہر حال میں انسان کا بھروسہ اللہ ہی کی ذات پر ہونا چاہیے اور یقیناً جس کا بھروسہ اللہ پر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی و کارساز ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا }(سورہ طلاق: آیت 4) ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔(کنز الایمان)

انسان کو اس طرح کی آیات ہمیشہ اپنے ورد میں رکھنی چاہیے۔ جیسے: یہی آیت "وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْب " (سورہ ہود: آیت 88) اور "وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ "(سورہ تغابن: آیت 13)، اور اس جیسی آیتیں مستحضر رکھے اور جب بھی شیطان ورغلانے کی کوشش کرے تو فوراً ان آیتوں کو پڑھے اور ایمان میں کمزوری نہ آنے دے، اس لیے کہ شیطان راہِ خدا میں خرچ کرنے پر فقر و تنگدستی کا خوف دلاتا رہتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر بھی فرمایا:

{اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا }(سورہ بقرہ: آیت: 268) ترجمہ: شیطان تمھیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا۔

لیکن کیا کہیے؟ انسان کا طرزِ عمل خصوصاً مسلمانوں کا کہ اگر کسی مسجد یا مدرسے میں صرف کرنے کی بات آ جائے تو اسے سانپ سونگھ جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات ادارے میں تعلیم حاصل کر رہے اپنے بچے کی ماہانہ اور بوقتِ داخلہ داخلہ فیس ان لوگوں پر بوجھ معلوم ہوتی ہے، اور زکات کو تو آج مسلمان تاوان تصور کر رہا ہے، لیکن اگر کہیں ناموری کے لیے خرچ کرنے کی بات آ جائے تو پھر اس کے پاس پیسے کی فراوانی ہو جاتی ہے۔

رقاصہ وطوائف پر برسرِ عام نوٹ لٹانے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب انسان راہِ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہے تو فوراً شیطان غریبی اور مفلسی کا خوف دلا دیتا ہے۔ اس وقت انسان اللہ پر بھروسہ رکھے اور مفلسی کا خیال بھی اپنے دل تک نہ آنے دے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

غیر شادی شدہ مردوں وعورتوں کا نکاح کر دینا:

گھر میں اگر تنگی ہو یا کہیں سے روزگار فراہم نہ ہوتا ہو، یا گھر میں فاقہ کشی ہو تو اسے دور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ گھر میں جو مرد وعورت بے نکاح ہوں، ان کا نکاح کر دیا جائے، اس سے تنگدستی وفاقہ کشی ختم ہو جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا:

{وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ} (سورہ نور: آیت 32) ترجمہ: اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں، اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انھیں غنی کر دے گا اپنے فضل کے سبب۔ (کنز الایمان)

کسبِ معاش کی کوشش کرنا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: {ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِہَا وَکُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِہٖ} (سورہ ملک: آیت: 15) ترجمہ: وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام (تابع) کر دی تو اس کے رستوں میں چلو، اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔ (کنز الایمان)

راہِ خدا میں خرچ کرنا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: {وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَہُوَ یُخۡلِفُہٗ وَہُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ}
(سورہ سبا: آیت 39)

ترجمہ: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اللہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔
(کنز الایمان)

راہِ خدا میں خرچ کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، مسکینوں کو کھانا کھلانا، یہ ایسے کام ہیں کہ اگر انسان انہیں اپنا لے تو رزق میں کشادگی بھی ہوتی ہے، اور مصائبِ دنیوی کو بھی اس کی برکت سے دفع کر دیا جاتا ہے۔ بعض کتبِ سیر و تواریخ میں ہے: "جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کی دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا اس وقت تک کے لیے مؤخر فرما دی اور فرعون کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک اس کے دربار میں لنگرِ عام چلتا رہا۔ جس دن فرعون کو غرقاب کیا گیا، اس دن اس کے دربار میں ایک بھی آدمی نے کھانا تناول نہیں کیا تھا۔ (عامہ کتب)

توبہ واستغفار کرنا:

بسا اوقات انسان کے رزق میں تنگی اس کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے بھی آجاتی ہے، اس کا انکشاف خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کر دیا، فرمایا: {وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ}
(سورہ شوریٰ: آیت 30)

ترجمہ: اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا۔ (کنز الایمان)

بندہ کو چاہیے کہ وہ سچی توبہ کرے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہے، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے، پھر جب گناہوں کی نحوست نہ رہے گی تو رزق میں کشادگی ہو جائے گی۔ خود حضرتِ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ اصول سمجھانے کی کوشش کی، جس کو قرآن کریم نے اس انداز سے بیان فرمایا:

{فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا}(سورہ نوح، آیت 11-12)

ترجمہ: تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، تم پر شراٹے کا مینہ (موسلا دھار بارش) بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے لیے باغ بنادے گا اور تمھارے لیے نہریں بنائے گا۔ (کنز الایمان)

گھر میں نماز کا ماحول بنانا:

جس گھر میں نماز کا ماحول نہیں ہوتا تو اس گھر والوں پر ان کا رزق تنگ کر دیا جاتا ہے۔ آج تنگی رزق کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ راتوں کو زیادہ جاگتے ہیں، پھر صبح آٹھ دس بجے تک آرام سے سوتے رہتے ہیں، پھر یہ شکوہ کرتے ہیں کہ روزگار دستیاب نہیں ہو رہا۔ اگر صبح جلدی بیدار ہو جائے اور گھر والوں کو بھی نماز کی ترغیب دلائی جائے اور نماز کا ماحول بنایا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور رزق کے دروازے ہم پر کھلتے چلے جائیں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى}
(سورہ طٰہٰ: آیت 132)

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ، کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، ہم تجھے روزی دیں گے۔ (کنز الایمان)

مقالہ ششم

ہندی مسلمان تجارت کا پیشہ اختیار کریں!

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد فیضان رضا رضوی علیمی بن محمد اصغر علی خاں صاحب 05: مئی 1995 کو رضا باغ گنگٹی وایا پوپری ضلع سیتامڑھی بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ رضاء العلوم میں اور اعلیٰ تعلیم نور العلوم رضا چوک، دار العلوم حنفیہ غریب نواز (بوکارو)، جامعہ ابوالغوث (غازی پور)، مدرسہ فیض العلوم (محمد آباد گوہنہ: مئو) اور دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی (یوپی) میں حاصل کی۔ عالمیت کی سند مدرسہ فیض العلوم (محمد آباد گوہنہ) سے 2017 میں، اور فضیلت دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی سے 2019 میں حاصل کی۔ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ (پٹنہ) سے مولوی فائنل اور مولانا مظہر الحق یونیورسیٹی (پٹنہ) سے B.A. مکمل کیا، اور اس وقت M.A. سال اول میں ہیں۔

راجستھان کی مرکزی درسگاہ جامعہ فیضان اشفاق (جاجولائی: ناگور شریف) میں درجہ سادسہ تک تدریسی خدمات انجام دیں، اور اس وقت جامعہ شرفیہ رضویہ (غوث نگر کچھڑا ضلع مدھوبنی: بہار) میں درجہ ثالثہ تک کے طلبہ کو تعلیم دے رہے ہیں۔

درس وتدریس، تبلیغ واشاعت، تحریر وتقریر، مضمون نگاری اور جماعت رضائے مصطفٰے (سیتامڑھی) کے نائب صدر کی ذمہ داری اور جامعہ شرفیہ رضویہ کے ناظم تعلیمات وتدریس کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ اب تک سیکڑوں فکری، سوانحی اور فلاحی مضامین ومقالا جات ملک کے ماہناموں اور سوشل میڈیا پر شائع ہو چکے ہیں، مثلاً قربانی کی فضیلت، حجۃ الاسلام اپنی تصانیف کے آئینے میں، اعلیٰ حضرت اور رد بدعات، مسلمان اور دیوالی کی مبارک بادی! ایک لمحہ فکر، سیتامڑھی کا تعلیمی وثقافتی جائزہ وغیرہ۔

جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضان خاں قادری قدس سرہ العزیز سے شرف بیعت حاصل ہے۔ رابطہ نمبر: +918604387933

ہندی مسلمان تجارت کا پیشہ اختیار کریں

از: مولانا محمد فیضان رضا رضوی علیمی
(سیتامڑھی: بہار)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تجارت حصول رزق کے اہم اور عظیم اسباب میں سے ایک ہے اور یہ ایسا سبب ہے جس کی ضرورت واہمیت اور افادیت ہر دور وعصر میں یکساں طور پر تسلیم کی گئی ہے، لیکن دور جدید میں تو عالمی اور ملکی معیشت میں اس کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح محسوس کی جارہی ہے۔ تجارت کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جس قوم نے بھی اس کو اپنا ہے، آج وہ ترقی کی راہ پر ہے، اور وہی قوم ملک کی سیاست، معیشت اور سرکاری ملازمت میں پیش پیش ہے۔

ایک وقت تھا جب مسلمان تجارت کے میدان میں ساری قوموں پر غالب تھے اور یہ غلبہ بھی ایسا کہ دوسری اقوام مسلمانوں سے اصول تجارت سیکھتے اور میدان تجارت میں قدم رکھتے تھے، لیکن آج حال یہ ہے کہ مسلمان تجارت کیا کریں گے کہ ان کو تو تجارت کے اسلامی اصول کا دور دور تک کوئی علم نہیں۔ میں اپنے اس مختصر سے مضمون میں تجارت کے اسلامی اصول، جدید تجارت، تجارت کے مواقع وغیرہ اہم عناصر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں۔

تجارت کے اسلامی اصول:

علم تجارت:

انسان زندگی کے جس بھی شعبہ میں جانا چاہے، جب تک اس شعبہ کا علم کامل طور پر نہیں حاصل کر لیتا ہے، اس سے پہلے وہ اس میں بیکار رہے، کیوں کہ علم ایک ایسی عظیم دولت ہے جس کو پیارے رسول سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا ہے۔ تاجر کو چاہیے کہ تجارت کے اسلامی اصول کی تعلیم حاصل کریں، کیوں کہ اس کے بغیر اس میدان میں ترقی کرنا بڑا مشکل ہے۔

اس موضوع سے متعلق خلیفہ سوئم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بہت ہی اہم ہے۔ کیمیائے سعادت میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بازار جاتے تو تاجروں

سے بیع کے مسائل پوچھتے اور جو نہیں بتا تا، اسے کوڑے لگا کر علم سیکھنے کے لیے بھیجتے اور فرماتے کہ جو بیع کے احکام نہ جانے، اسے بازار میں نہیں ہونا چاہیے، یعنی تجارت ہی نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ لاعلمی میں حرام اور سود میں مبتلا ہو جائے گا اور اسے خبر بھی نہ ہوگی۔ اس کو امام ترمذی نے سنن ترمذی میں اس طرح روایت کیا: ((**لا يبيع في سوقنا الا من قد تفقه فی الدين**)) اور کسی بھی کام میں جائز اور حلال طریقے کی کمائی ہی ترقی کی راہ پر لے جاتی ہے۔

درستی نیت:

نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ دلوں کے حالات کو مالک پروردگار جل مجدہ بخوبی جانتا ہے، اس لیے تاجر کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ نیت صاف اور پاک ہو۔ حلال مال کمانے کے جائز طریقے اور صحیح نیت بھی ہونی چاہیے۔ نیت کی درستگی کا مطلب یہ ہے کہ تجارت اس لیے کی جائے کہ اس سے جو منافع ہوں گے، اس کے ذریعہ میں اپنے اہل وعیال، والدین، غریب ومجبور اور لاچار خویش واقارب کی دیکھ بھال کروں گا اور جو مجھ سے بن پڑے گا، راہ خدا میں خرچ کروں گا۔

یہ دونوں مذکورہ اصول تجارت میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اس لیے ہر تاجر کو ان دونوں اصول کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

جدید تجارت:

تاجروں کو حالات اور مواقع کے لحاظ سے اپنی تجارت کو ڈھالنا بہت ضروری ہوتا ہے، کیوں کہ جو مارکیٹ میں چل رہا ہوتا ہے، اس کو جب تک اپنایا نہیں جائے گا، اس وقت تک تجارت میں اچھا منافع سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس وقت کی تجارت میں ہر چیز فینسی اور عمدہ قسم کی ہونی چاہیے، کیوں کہ لوگوں نے اپنا ذہن بنالیا ہے کہ جو چیز خوب صورت نظر آتی ہے، وہی اچھی ہوتی ہے، اس لیے اس کا خیال عصر حاضر میں ہر تاجر کو ہونا چاہیے۔

علما کے لیے معقول تجارت:

علمائے کرام تجارت میں اپنی شمولیت لازم بنائیں۔ اس دور میں خودکفیل ہونا نہایت ضروری ہے۔ عصر حاضر کے حالات اور عوام کی بدسلوکی کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ مروجہ تدریس وامامت میں کتنی پریشانی ہے۔ دین متین کا کام کرنے کے لیے کوئی ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں امامت اور مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس سے کہیں زیادہ دین کی خدمت تجارت میں رہ کر آپ کر سکتے ہیں۔

علما کے لیے بہت سارے معقول اور مناسب ذرائع ہیں جن کو اپنا سکتے ہیں، مثلاً جہاں مسجد میں امامت کرتے ہیں، وہیں کیرانے کی دکان کرلیں۔ کمپیوٹر لے کر کہیں قریب کے قصبہ یا شہر میں آن لائن امور کے لیے دوکان کھولیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے استطاعت دی ہے تو کپڑے وغیرہ کی دوکان کرلیں اور قریب کی مسجد میں فی سبیل اللہ

امامت کریں۔ یقین جانیں کہ جب علمائے کرام میدان تجارت میں اتر پڑیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ علما کے مسائل بھی حل ہوتے نظر آئیں گے۔

اگر زیادہ رقم نہیں ہے تو جہاں امامت وتدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہیں کاپی، کتاب، قلم پنسل وغیرہ رکھیں، اور طلبہ وہیں سے خریداری کریں۔ ان کے علاوہ جو بھی جائز اور مناسب امور ہوں، انجام دیں۔

تجارت کیسے شروع کریں؟

تجارت شروع کرنے کے لیے لاکھوں کروڑوں کا انتظار نہ کریں۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری قدس سرہ القوی فرماتے ہیں:

''ہر بڑی سے بڑی چیز ابتدا میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور وہ بتدریج بڑھتی ہے، مسلمان یہ خیال ذہن سے نکال دیں کہ جب تک لاکھ، دولاکھ روپیہ کا سرمایہ نہ ہو، تجارت نہ کریں گے''۔

تھوڑے سں سرمایہ میں کام شروع کریں اور مستعدی اور نیک نیتی سے کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ میں یہ چھوٹا کام ہی بڑھ کر بڑا ہو جائے گا۔ آگے وہ لکھتے ہیں کہ:

درحقیقت یہ خیال کہ اگر بڑا سرمایہ نہ ہوگا تو ہمارا کام چل ہی نہ سکے گا، تجارت کے اصول سے ناواقفی ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ کم ہی پیسہ کیوں نہ ہو، تجارت شروع کریں اور نیک نیتی اور اصول تجارت پر گامزن رہیں۔ ان شاء اللہ خالق ورازق رب غیبی مدد فرمائے گا اور خیر و برکت کا نزول فرمائے گا۔

چھوٹے کاروبار:

کاروبار جیسا بھی ہو، اس میں محنت ولگن اور اعتماد ویقین سے جمے رہیں۔ چھوٹے کاروبار کے لوگ محنت کریں اور اپنی حیثیت کے اعتبار سے دوکان میں رقم لگاتے رہیں۔ چھوٹے کاروبار میں کرانے کا اسٹور، چائے کا ہوٹل، پان کی دوکان، پھل فروٹ کا اسٹال، موسمی کپڑے کی دوکان یا پھیری، کاپی قلم کی دوکان وغیرہ کو چھوٹی پونجی والے شخص استعمال میں لاسکتے ہیں۔

مشترکہ سرمایہ داری:

تجارت کا ایک بہتر طریقہ یہ بھی ہے کہ دو چند لوگ مل کر کسی بڑی تجارت کے لیے سرمایہ اکٹھا کریں اور تجارت میں لگ جائیں۔ اس میں چند باتیں خاص خیال رکھنے کی ہے، جیسے جتنے لوگ شامل تجارت ہیں، سب لوگ برابر کی رقم لگائیں، سب کے کام بانٹ دیے جائیں، سب لوگ دیانت داری اور اپنا ذاتی کام سمجھ کر دل وجان سے محنت

کریں۔کوئی بھی حصہ دار اپنی من مانی نہ کرے۔خرچ کرنے کی ایک سمت تیار کرلیں اور اعتماد و یقین کے ساتھ مشترکہ سرمایہ کو آگے بڑھاتے رہیں۔اللہ پاک پر امید و بھروسہ رکھیں۔اللہ برکت دینے والا ہے۔

تجارت کرنے والوں کے لیے چند اہم ہدایات:

تجارت میں برکت اور خیر ہی خیر ہے۔رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے اسی میں ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو اس میں خوب خوب ترقی کرنی چاہیے۔اس سلسلے میں چند بنیادی ہدایات مندرجہ ذیل ہیں۔

قرض لے کر کاروبار ہرگز شروع نہ کریں، بلکہ پہلے کچھ بچت کریں اور اس سے کام شروع کریں۔ساری جمع پونجی نہ لگائیں، بلکہ کچھ رقم گھریلو اخراجات کے لیے علیحدہ کرلیں۔جو بھی کاروبار شروع کریں، پہلے تجربہ حاصل کرنے کے لیے کہیں کچھ ماہ ملازمت کرلیں۔ابتدائی طور پر چھوٹے پیمانے پہ کاروبار شروع کریں، پھر آہستہ آہستہ اس میں اضافہ کریں۔اپنے کاروبار کے کام خود اپنے ہاتھوں سے بھی ضرور کریں۔ملازمین کی قدر کریں اور ان کے دکھ سکھ میں بذات خود شریک ہوں۔

چھوٹے بڑے، امیر غریب تمام گاہکوں کے ساتھ بے حد خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔اگر کوئی گاہک سامان نہ بھی خریدے تو بھی اس کو پوری محبت دیں، اپنے گاہکوں کے لیے پینے کے پانی کا بھی مناسب انتظام رکھیں۔گاہکوں کے چھوٹے بچوں کو تحفے میں چاکلیٹ، ٹافی کبھی کبھی دے دیں۔سامان میں واقعتاً کوئی خرابی ہو تو واپس لینے یا تبدیل کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہ کریں۔اپنے کام میں باقی لوگوں کی بہ نسبت کچھ انفرادیت لائیں، مثلاً درزی ہے تو اچھے اور فینسی بٹن لگائیں۔چائے کا اسٹال ہے تو اس میں الائچی وغیرہ ڈال کر دیں۔ہوٹل ہے تو کوئی اچھی سی چٹنی کھانے کے ساتھ کھانا پیش کریں۔پیکنگ سے زیادہ کوالٹی پر توجہ دیں۔

اپنے ہم پیشہ اور ہمسایہ دکان داروں سے ہرگز ہرگز حسد جلن نہ کریں، بلکہ دوستانہ تعلقات بنا کر رکھیں۔کاروباری اتار چڑھاؤ پر گہری نظر رکھیں۔ایسا کوئی دعویٰ یا وعدہ نہ کریں جو آپ کی استطاعت سے باہر ہو۔گاہک کے ساتھ جو بھی وقت طے ہو، اس سے پہلے ہی چیز تیار کرلیں۔کاروبار خالص اور اسلامی اصولوں پر کریں اور اس کو اپنی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائیں۔زکوٰۃ بالکل صحیح حساب لگا کر بر وقت ادا کریں، نیز اس کے علاوہ بھی حسب توفیق غریبوں کی مدد کرتے رہیں۔ہمیشہ سچ بولیں۔جھوٹ بولنے سے اگر وقتی نفع ہو بھی گیا تو اس میں برکت بالکل نہ ہوگی۔

مال کا عیب چھپانے اور گاہک کو دھوکہ دینے سے بالکل پرہیز کریں۔یہ سمجھداری نہیں، بلکہ گھاٹے کا سودا ہے۔دیانت داری اور امانت داری کا پورا خیال رکھیں۔مارکیٹ ریٹ سے کم پر سودا بیچیں، لیکن زیادہ ریٹ پر ہرگز نہ بیچیں۔ناپ تول میں کمی ہلاکت اور خسارے کا باعث ہے۔کم تولنے کی بجائے تھوڑا بڑھا کر تولیں۔

کاروبار کے دوران نماز، روزہ اور دوسرے فرائض شرعیہ کی ادائیگی کا پورا پورا خیال رکھیں۔اوقات نماز میں کاروبار بند کردیں۔وقت کی پابندی کے ساتھ دوکان کھولیں اور بند کریں۔کاروبار میں برکت کے لیے خود بھی کثرت کے ساتھ سورہ یٰسین شریف اور سورہ واقعہ پڑھیں۔قرض لینے سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کریں،اور اگر مجبوراً لینا بھی پڑے تو جلد ادا کرنے کے لیے ساری توجہ مرکوز کردیں۔

حرام اشیا کا کاروبار بالکل نہ کریں،مثلاً شراب،نشہ،قحبہ گری،فلمیں،گانے باجے،فحش کتابیں وغیرہ۔اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کریں اور انہیں ہلکا نہ جانیں۔دونمبر کا کاروبار بالکل نہ کریں۔اصل اور خالص مال ہی فراہم کریں اور کاروبار کو دوام بخشنے کے لیے فضول خرچی کی لعنت سے اپنے آپ کو ہمہ وقت محفوظ رکھیں۔

باب سوم

مسلمانان ہند اور سماجی ضروریات

ڈائریکٹر : مولانا منظر امن مصباحی

جواہر پارے

سماجی ضروریات کے تحت وکالت کی تعلیم، میڈیا کی اہمیت وضرورت اور محکمہ پولیس وانتظامیہ میں مسلمانوں کی نمائندگی کے تعلق سے اس باب میں ضروری معلومات درج کی گئی ہیں۔ مسلمانوں کو ان امور سے دلچسپی لینا ضروری ہے، ورنہ بھارتی آئین میں دیے گئے حقوق سے خود کو محروم سے محروم تر کرتے چلے جائیں گے، اور ہر سطح پر لاچاری مجبوری ہمارا مقدر بن جائے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مسلمان بھائی اس طرف توجہ کریں۔

باب سوم

مسلمانان ہنداور سماجی ضروریات

ڈائریکٹر: مولانا منظر امن مصباحی (رفیع گنج، اورنگ آباد: بہار)

مقالہ اول

وکالت کی تعلیم ضرورت واہمیت

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد عاکف حیدر بن غلام محمد صاحب 1991 میں گاؤں کرہیلہ بوبرا، ضلع کٹیہار (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مشہور مدرسہ رکن الدین عیدگاہ پیپل گاچھی میں حاصل کی۔

اس کے بعد والد صاحب کے ساتھ قصبہ سالماری میں پوری فیملی کے ساتھ شفٹ ہو گئے، اور وہیں سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے والدین نے راستہ ہموار کیا۔ فارسی پڑھانے کے لیے سالماری جامع مسجد کے امام صاحب مولانا نجم الہدیٰ صاحب کو مقرر کیا۔ اور ساتھ میں مدرسہ خواجہ نگر سالماری میں بھی تعلیم جاری رہی۔

باضابطہ مدرسے کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے والد صاحب نے بنگال بھیجا، جہاں پر مخدوم اشرف مشن سے جماعت اولیٰ سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ دو سال کے بعد کچھوچھہ مقدسہ جامع اشرف میں داخلہ لیا، اور وہیں سے عالمیت اور فضیلت کی سند حاصل کی۔ عالمیت کے بعد ایک سال کے لیے جامعہ سعدیہ کیرلا میں عربی اور انگلش میں مہارت حاصل کی۔

2013 میں جامعہ نظام الدین میں داخلہ لیا اور وہاں سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اس کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اردو میں ایم اے کیا، تدریس میں طرف خصوصی دلچسپی رکھنے کی وجہ سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کی برانچ کالج آف ٹیچر ایجوکیشن آسنسول میں بی۔ایڈ کورس میں داخلہ لیا، اور اس کے بعد اسی یونیورسٹی کے برانچ کالج آف ٹیچر ایجوکیشن بھوپال سے ایم۔ایڈ کر رہے ہیں اور آخری سال میں ہیں۔

موصوف کا پہلا مضمون جامع اشرف سے نکلنے والا سالانہ ماہنامہ ''صدائے جامع اشرف میں ''تدوین حدیث'' کے موضوع پر منظر عام ہوا تھا۔

رابطہ نمبر: +918376020840

وکالت کی تعلیم ضرورت واہمیت

از: مولانا محمد عاکف حیدر

کالج آف ٹیچر ایجوکیشن (بھوپال)

یوں تو ہر شعبہ و پیشہ کی ضرورت سماج طے کرتا ہے۔ سماج کو جب انجینئر وڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے تو ہزاروں طلبہ انجینئر وڈاکٹر بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ طلبہ میں ایک دوسرے کو دیکھ کر ذاتی تحریک پیدا ہوتی ہے اور والدین بھی اس کو اختیار کرنے کی ضد کرتے ہیں اور اس کے لیے ہزاروں کروڑوں روپئے خرچ کر دیتے ہیں۔ یقیناً اس کی ضرورت ہے، اس سے انکار نہیں، مگر کیا انجینئر و ڈاکٹر سے اپنا حق مانگ سکتے ہیں؟ آپ ان سے ظلم، Curreption، بے ایمانی وغیرہ سے آزادی مانگ سکتے ہیں؟ اور کیا انصاف کی امید لگا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مگر سماج کو جس قدر وکالت کی ضرورت تھی اور ہے، اس نے اس کو نظر انداز کر دیا اور کر رہا ہے، اس جانب توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ کاش اگر صرف 10: فیصد والدین وکالت کے پیشے کو اختیار کرنے کا مشورہ اور اس کی Courselling & Guidance کرتے تو آج سماج کی صورتِ حال بہت حد تک بدلی ہوئی نظر آتی اور سماج خوش حالی کی طرف گامزن رہتا۔

اس بات سے بالکل بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج سماج کی بدترین صورتِ حال اور بدحالی کی اہم وجہ وکلا کی کمی ہے اور ہم General طور پر بھی تعلیم کے لحاظ سے بہت پیچھے ہیں جس کا تدارک بہت مشکل ہے۔ اگر آپ کے سماج یا خاندان میں وکیل نہیں بنیں گے، یا نہیں بنائیں گے، تب تک آپ حقوق سے دور رہیں گے اور مظلوموں

کی صف میں کھڑے رہیں گے۔

ملک کی موجودہ صورتِ حال بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔مسلمانوں کے لیے مذہبی آزادی اور مذہبی امورحتی کہ ان کی زندگی بھی محفوظ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قیمت سمجھی جارہی ہے، بلکہ سچ تو یہ بھی ہے کہ ان کے وجود کے لیے بھی خطرہ محسوس کیا جارہا ہے۔

مذہبی شناخت سے لوگوں کی پہچان کی جانے لگی ہے۔اسی باعث اب مذہبی شناخت کا اختیار کرنا بھی ان کے لیے جانی ومالی نقصان کی وجہ بن رہا ہے۔ماضی قریب میں ماب لنچنگ اور فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو بہت بڑی مقدار میں مالی، جانی اور جائداد کا نقصان اٹھانا پڑا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

وہ بےقصور لوگ جن کی جانیں گئیں، جن کا مالی نقصان کیا گیا اور جن کی جائدادوں کو تباہ وبرباد کردیا گیا، انہیں کب انصاف ملے گا؟ مجرموں کو کب سزا ملے گی؟ اور کتنی سزا ملے گی؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔مظلوم کو انصاف ملے گا بھی یا نہیں؟ یا وہ صرف انصاف کی امید ہی لگائے رکھیں؟ کون ان کے حقوق کی لڑائی لڑے گا؟ اور ان کو اپنے حقوق کی لڑائی کتنے سال لڑنی پڑے گی؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کے بارے میں حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔دوسری طرف اگر ہم ملک بھر کی جیلوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ جیلوں میں مسلمانوں کا تناسب بہت زیادہ ہے۔اس کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جنھیں صرف شک کی بنیاد پر قید کرلیا گیا اور دو دو دہائی تک ان کو رہائی نصیب نہ ہوئی۔اسی طرح وہ اسٹوڈنٹس اور سماجی کارکناں جو NRC-CAA کے خلاف احتجاج کررہے تھے ان کو UAPA کے تحت گرفتار کیا جارہا ہے، کئی بہنیں ابھی جیل میں قید ہیں، معلوم نہیں کب ان کو انصاف ملے گا؟

ایسی سنگین صورتِ حال میں ہمیں قانون کی تعلیم حاصل کرنا چاہیے، تاکہ ہم بے گناہ قیدیوں کی رہائی کے لیے کوششیں کرسکیں۔ایک ذمہ دار شہری کا فریضہ انجام دیتے ہوئے مظلوم لوگوں کے لیے قانونی لڑائی لڑسکیں، اور کمزوروں، غریبوں اور سماج کے مظلوم طبقے کی آواز بن سکیں۔

اس اہم اور پروفیشنل کورس کی اہمیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارے پاس وکلا کی کمی ہے اور ہمیں سپریم کورٹ میں شاہ بانو کیس، بابری مسجد کیس، طلاق ثلاثہ کیس کے لیے غیر مسلم وکلا کی خدمات لینی پڑتی ہیں، اور اپنی بات کو ترجمہ کرکے ان کو سمجھانا پڑتا ہے، پھر وہ ہمارا دفاع کرتے ہیں، اور صحیح طور پر کر نہیں پاتے۔

دراصل وکالت میں قانون کی باریکیاں سمجھائی جاتی ہیں اور بات کو مؤثر انداز میں پیش کرنے کا ہنر بتایا جاتا ہے۔ہر گاؤں اور سماج میں قانون دانوں کی ضرورت ہے۔آج اگر اس کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا گیا تو آج سے

بھی بُرا حال مستقبل میں آئے گا۔

وکیل کیسے بنیں؟

وکیل بننے کے لیے LLB کا کورس کرنا ہوگا۔

LLB کا فل فارم ((Legur Baccalaureus ہے جو Latin Word ہے۔انگریزی میں اس کو(Bachelor Of Laws) کہتے ہیں۔

’’Legur‘‘ Plurel ہے جس کی وجہ سے "LLB" میں "LL" استعمال کرتے ہیں۔

"LLB"میں داخلہ لینے کے لیے دوراستے ہیں:

(1) بارہویں کلاس (12th) کے بعد کسی بھی Shear سے بارہویں کلاس 50 فیصد مارکس کے ساتھ پاس ہونے کے بعد "BA.LLB" میں داخلہ لے سکتے ہیں، جو پانچ سال کا کورس ہے۔

(2) Graduation کے بعد کسی بھی Subject سے 45 فی صد مارکس کے ساتھ گریجویشن پاس کرنے کے بعد "LLB" میں داخلہ لے سکتے ہیں، جو تین سال کا کورس ہے۔

ان دونوں راستے سے داخلہ لینے کے بعد Entrance دینا ہوگا جو "CLAT"(Common low Admissia Test) کے نام سے All India Level پر لیا جاتا ہے۔

اس امتحان میں English Logical Reasoning، Legal Aptitude، Maths اور General Awarness کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔

اس امتحان کو پاس کرنے کے بعد کسی کالج میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

Law کی پڑھائی کے بعد Internship کرنا ہوتا ہے، یعنی Theory Class کے بعد اس کا Practical کرنا ہوتا ہے۔

اس Internship کے دوران کورٹ کچہری کے بارے میں بہت ساری چیزیں سکھائی جاتی ہیں، جیسے کورٹ کی Hearing کیسے ہوتی ہے؟ Drafting کیسے کرتے ہیں؟ ایک ہی وکالت نامے پر دو Advocate کیسے وکالت کرتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اورآخری مرحلہ State Bar Courcil Enrollment کا ہے۔

Internship کے بعد کسی بھی State Bar Courcil میں جا کر اپنے آپ کو Enrol کرانا ہوتا ہے۔ اسے فائنل کرنے کے بعد All India Bar Examination کو پاس کرنا ہوتا ہے، جو Bar

Courcil Of India کے ذریعہ کرایا جاتا ہے۔

اس امتحان کو Clear کرنے کے بعد ہی Practice کرنے کا Certificate دیا جاتا ہے، جس کے بعد پورے بھارت میں کہیں بھی کبھی بھی Practice کر سکتے ہیں۔

وکیل بننے کے بعد کیا کریں؟:

وکیل بننے کے بعد بہت سارے Field ہیں، آپ اپنی دلچسپی کے مطابق کوئی بھی Field اختیار کر سکتے ہیں۔

وکیل بننے کے بعد ایک تو آپ جج بن سکتے ہیں، یا اگر آگے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو "LLM" کرنے کے بعد کسی کالج میں Lecturer بن سکتے ہیں۔

آپ Criminal Lawyer اور Civil Lawyer بھی بن سکتے ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت سار ی فیلڈ ہیں جیسے:

Environmental Lawyer(1)

اس میں ان چیزوں کو برباد ہونے سے بچانے کی بات کی جاتی ہے جو ہمیں Nature کی طرف سے ملی ہے۔

Cyber Lawyer (2)

اس وقت آن لائن اور Crime Cyber سے جڑے بہت سے معاملات سامنے آرہے ہیں، جس میں فرضی کام اور Hacking شامل ہے، اسی لیے ابھی Computer & Network Securities کی کافی Demands آتی ہیں

:Labour Lawyer(3)

مزدوروں اور ان کے Solution کے لیے Labour Law بنایا گیا تھا۔آج کل Labour Law کے تعلق سے ہزاروں کیس Pending ہیں، اس میں بھی آپ اپنا کیریئر بنا سکتے ہیں۔

(4) International Lawyer اس قانون کے تحت ملکوں کے آپسی تنازعات کو قانونی طور پر حل کیا جاتا ہے۔اگر آپ کی انگریزی اچھی ہے تو اس فیلڈ میں اپنا کیریئر بنا سکتے ہیں۔

(5) Corporate Lawyer الگ الگ طرح کی Industries اور Buseness کے دوران Tax کی مشکلات اور دوسرے طرح کے Problums کا Solution کرنا Corporate Lawyer ہوتا ہے۔ Corporation کے میدان میں اس طرح کے Expert کی کافی مانگ ہوتی ہے۔اگر آپ چاہیں تو اس میں بھی اپنا کیریئر بنا سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وکالت سماج کے لیے ایک بہترین پیشہ ہے جس کے ذریعہ قانونی طور پر سماج کی برائی کو

دور کر سکتے ہیں، حقوق کی مانگ کر سکتے ہیں، مظلوموں کی آواز بن سکتے ہیں اور نیک نیتی کے ساتھ سماج وقوم کی ترقی میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہو سکتے ہیں، اسی لیے اسدالدین اویسی نے کہا تھا کہ ہر گھر سے ڈاکٹر وانجینئر کی طرح ایک وکیل بننا چاہیے۔

حوالہ جات:

(1) مضمون: وکالت، مولوی اور مسلمان۔
(2) ہندوستانی مسلمانوں کے لیے قانون کی تعلیم کیوں ضروری ہے؟
(3) مضمون: دستور ہند ایک معروضی مطالعہ۔
(4) مضمون: وکالت کا پیشہ۔
(5) ویکیپیڈیا: آئین ہند۔
(6) ویکیپیڈیا: بھارت کی سیاست۔

مقالہ دوم

میڈیا: ضرورت واہمیت اور تقاضے

مقالہ نگار کا تعارف

محترم جاوید اسلم (بی اے، بی ایڈ) بھارت کی مشہور اردو یونیورسٹی: مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدرآباد) کے ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن میں زیر تعلیم ہیں۔ موصوف نے مانو میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر تحریری مقابلہ میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی، اور آزاد ڈے تحریری مقابلہ میں سکنڈ پوزیشن حاصل کی۔

رابطہ نمبر: +919430834016
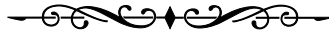
میڈیااورموجودہ زمانہ

از: جاویداسلم

مولانا آزاد یونیورسٹی (حیدرآباد)

میڈیا زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق خبروں، واقعات اور حادثات کا جائزہ لے کر ایک خاص ترتیب سے معلومات جمع کرنے کے بعد انھیں عام فہم انداز میں پیش کرنے کا نام ہے۔ میڈیا انگریزی میں میڈیم (Medium) کی جمع ہے، جس کے معنی وسائل وذرائع ابلاغ اور نشریات کے ہیں۔ میڈیا ایک ذریعہ معلومات اور بات چیت کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

بلفظ دیگر میڈیا کے معنی یہ ہیں کہ اخبار، ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے ذریعے عوام تک پروگرام یا معلومات پہنچائی جائیں۔

میڈیا کی تاریخ اور اس کے ادوار:

اٹھارہویں صدی کے نصف میں نوآبادیاتی ماضی سے لے کر اکیسویں صدی کی سب سے بڑی کام کرنے والی جمہوریت کے طور پر آج تک بھارتی میڈیا کی پھیلی ہوئی ایک طویل تاریخ ہے۔

جب انگریز مضبوطی سے ملک میں داخل ہو گئے اور بھارتی تحریک آزادی ابھی تک اپنے نوزائدہ مرحلے میں تھی تو اٹھارہویں صدی اواخر کے اخبارات نہ صرف حکمرانوں کے ذریعے، بلکہ بہت حد تک ہند اور بیرونِ ہند برطانوی قارئین کے ذریعے ملک میں داخل ہوئے، اس کے بعد پبلشنگ ہاؤسز کو نجی کمرشیل انٹرپرائمرز کے طور پر تشکیل دیا گیا، جس میں سال بھر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

بھارتی اخبار ''ساگاراشمان'' جیمس آگسٹس ہکی (James Augustus Hicky) کے ساتھ شروع کیا۔ ہیکی نے بھارت کا پہلا انگریزی اخبار 1780 میں بنگال گزٹ (Bangal Gazatte) کے نام سے شروع کیا۔

اس سے پہلے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے قوانین نے بھارت میں اخبارات کے قیام کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ صرف اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ اس کا پیپر آزادنہ (Indepedent) طور پر سمجھا جاتا تھا۔

''بنگال گزٹ'' دیگر اخبارات کے ساتھ ساتھ بالترتیب 1789 اور 1790 میں ''بمبئ ہیرالڈ'' اور ''بمبئ کوریئر'' اور 1791 میں ''بمبئ گزٹ'' مارکیٹ میں داخل ہوا، لیکن حکومت نے آزادی صحافت پر جلد ہی پابندی عائد کردی۔

اس کے بعد اس آزادی پر وسیع پیمانے پر تنقید کی گئی، پھر دو دہائیوں سے بھی زیادہ عرصے تک پریس کی یہ سازش لگاتار جاری رہی۔ ان سب کے پیچھے دراصل وجہ یہ تھی کہ انڈیا میں پے در پے گورنر جنرلوں نے پریس کو آزادی دینے سے انکار کردیا تھا۔

برطانوی حکومت کے زمانے میں پریس پر سخت کشیدگی اور دباؤ کے متعدد حادثات اور واقعات رونما ہوئے، جیسا کہ ان وقائع کا اندازہ اس وقت کے ایکٹ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ آزادی سے پہلے بھی 1931 کے ایکٹ نے مزید اس سلسلہ کشیدگی کو آگے بڑھایا، لیکن ان سب کے باوجود آزادی کے بعد بھارت میں میڈیا نے کافی ترقی کرلی۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابلاغ وترسیل کا سب سے زیادہ اور مؤثر کام اخبارات کے ذریعہ کیا گیا اور ہر دور میں اس کی افادیت میں کمی کی بجائے زیادتی ہی ہوئی۔

آہستہ آہستہ ذریعہ ابلاغ وترسیل کے ہر شعبے میں بے پناہ ترقی ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے شہروں اور دور دراز دیہاتوں میں بھی میڈیا کا اثر بہت تیزی کے ساتھ بڑھ گیا۔ اس وقت اخبارات کے علاوہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹر نیٹ و دیگر ذرائع ابلاغ نے دھوم مچا رکھا ہے۔ جس کا اثر عصر حاضر میں یہ ظاہر ہوا کہ لوگوں کی دلچسپی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ میڈیا انسانی زندگی کا جزولاینفک قرار پاچکا ہے۔

تمام ذرائع ابلاغ سے لوگ شغف حاصل کرنے لگے ہیں، حتی کہ دنیا بھر کی معلومات حاصل کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ کی تمام قسموں سے استفادہ کرنے سے یکسر انحراف کرتے نظر نہیں آتے۔ ساتھ ہی ساتھ میڈیا کے وسیع دائرہ کار کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جن مقامات پر کسی زمانے میں اخبارات کی رسائی مشکل تھی۔ آج کے دور میں وہاں تک بآسانی رسائی ہونے لگی ہے۔

بڑے بڑے شہروں سے لے کر تحصیل، قصبات یہاں تک کہ دور دراز کے دیہی علاقوں تک بھی خبریں بآسانی

پہنچ رہی ہیں۔ دوردراز دیہی علاقوں میں ریڈیواور ٹیلی ویژن ابلاغ کے مؤثر ذرائع بن چکے ہیں۔

مروجہ میڈیا کو عام طور پر تین زمروں میں تقسیم کر سکتے ہیں: پرنٹ میڈیا، بروڈ کاسٹ (الیکٹرانک میڈیا) اور انٹرنیٹ وغیرہ۔

پرنٹ میڈیا:

پرنٹ میڈیا سے مراد اخبارات اور رسائل وجرائد ہیں جو معلومات حاصل کرنے کا اور لوگوں کو حالات حاضرہ سے باخبر رکھنے کا سب سے آسان، سستا اور مستقل ذریعہ ہے۔

اخبارات کا اصل مقصد قارئین کو روزانہ کی سرگرمیوں، واقعات اور خبروں سے آگاہ کرنا ہوتا ہے۔ ان اخبارات میں مقامی، قومی اور بین الاقوامی تمام خبریں شائع کی جاتی ہیں۔ روزانہ رونما ہونے والے واقعات وحادثات سے باخبر کیا جاتا ہے۔ واقعات پر رائے زنی کر کے رہنمائی کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے۔ سیاسی اور غیر سیاسی تمام تحریکات سے عوام کو آگاہ کیا جاتا ہے۔

ہر میدان کے ماہرین کی آرا شائع کر کے ایسی معلومات فراہم کی جاتی ہیں، جو زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھتی ہوں۔ اخبارات اور روز ناموں میں جو معلومات شائع کی جاتی ہیں، ان کے لیے ان تمام جدید ایجادات سے کام لیا جاتا ہے جن کے ذریعہ اخبارات کا کام تیز رفتاری سے ہو سکے۔

انٹرنیٹ کی وجہ سے اور بھی کام آسان ہوگیا ہے۔ اب فوٹو اور خبروں کے لیے تمام اخبارات میں انٹرنیٹ کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ انٹرنیٹ کی وجہ سے اخبارات کا کام اتنا آسان ہوگیا ہے کہ دہلی میں کمپوز شدہ ایک مضمون کو دنیا کے کسی بھی کونے تک حسب ضرورت سیکنڈوں میں ارسال کیا جا سکتا ہے، اور بعینہٖ وہ سارے صفحات وہاں پہنچ جاتے ہیں، پھر وہاں اس مضمون کا پرنٹ نکال لیا جاتا ہے اور اسے مشین میں چھپنے کے لیے ڈال بھی دیا جاتا ہے۔ اس طرح عصر حاضر میں اخبارات کو شائع کرنے اور ان کے مواد کی فراہمی میں آسانی اور سہولت پیدا ہو چکی ہے۔

آج ہر روز مختلف زبانوں میں مختلف شہروں سے الگ الگ اخبارات شائع ہوتے ہیں۔

ہندی زبان میں ''دینک جاگرن، دینک بھاسکر، ہندوستان، امراجالا اور پربھات خبر وغیرہ''۔

انگریزی زبان میں ''دی ٹائمز آف انڈیا، دی ہندو، دی انڈین ایکسپریس اور دی ٹیلی گراف وغیرہ''۔

اردو زبان میں شائع ہونے والے اخبار ''انقلاب، سہارا، سیاست، قومی تنظیم، فاروقی تنظیم وغیرہ''۔

جدید ٹیکنالوجی سے اخبارات کو دیدہ زیب بنانے میں بھی کافی مدد ملی ہے اور خوبصورت سے خوبصورت شکل میں اخبارات اس کے ذریعہ چھپ کر آنے لگے ہیں۔ آج کے دور میں اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ نئی ٹیکنالوجی ہی کی مدد سے اتنے عمدہ اخبارات شائع ہو رہے ہیں۔ جدید برقی آلات کی ایجادات سے چھپائی وغیرہ کا کام

بہت ہی آسان ہو گیا ہے۔

چھپائی کی مشینیں بھی بڑی تیز رفتاری سے کام کرنے لگی ہیں۔ نئی نئی مشینوں کی ایجادات سے عمدہ پرنٹنگ کے ساتھ اخبارات خوبصورت اور دیدہ زیب ہو کر عوام تک پہنچنے لگے ہیں، اخبارات میں زندگی اور معاشرے کے مختلف گوشوں کے متعلق معلومات فراہم کی جانے لگی ہیں۔ اخباری کاغذ بنانے والے بھی مستعدی سے کام کرنے لگے ہیں۔

سستی قیمت میں اچھے کاغذات اخبار کے دفتر کو دستیاب ہونے لگے جس کے نتیجے میں معمولی آمدنی والا انسان بھی اخبار خرید کر اپنی معلومات میں آسانی کے ساتھ اضافہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

براڈ کاسٹ میڈیا (الیکٹرانک میڈیا) Broadcast Media:

پوری دنیا میں جس طرح آج اخبارات کا رواج ہے، زمانہ ماضی میں اسی طرح ریڈیو کو بھی بہت مقبولیت حاصل تھی۔ دیگر ذرائع ابلاغ کی طرح خبر رسانی کا ایک اہم ذریعہ ریڈیو بھی ہے۔ کچھ برسوں قبل تک جب ٹیلی ویژن کو شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی، دنیا کے کونے کونے میں خبر رسانی کا اہم ترین ذریعہ ریڈیو ہی مانا جاتا تھا۔

ریڈیو پر وہ تمام چیزیں نشر کی جاتی تھیں جن کا تعلق انسان اور معاشرے سے ہوا کرتا تھا۔ ریڈیو کے ذریعے تبصرے اور تجزیے، موجودہ حالات اور رونما ہونے والے اہم واقعات بھی نشر کیے جاتے تھے۔

اسی طرح وقتاً فوقتاً بعض تقاریب بھی ریڈیو کے ذریعے شائع کی جاتی تھیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بعض اوقات پارلیمانی کاروائی، صدر جمہوریہ ہند اور وزیر اعظم کی تقریریں بھی ریڈیو کے ذریعے شائع کی جاتی تھیں۔

ریڈیو کا آغاز وارتقا:

بھارت میں ریڈیو نشریات کا سلسلہ 1921 میں شروع ہوا۔ ٹائمس آف انڈیا نے اپنے بمبئی آفس میں 1921 میں پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف کے اشتراک سے موسیقی کا ایک خصوصی پروگرام نشر کیا۔ یہ بھارت میں ریڈیو نشریات کا پہلا تجزیاتی مظاہرہ تھا۔

1927 میں انڈین براڈ کاسٹنگ کمپنی کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بعد سے بھارت میں ریڈیو نشریات کے لیے لائسنس یافتہ ریڈیو کی تعداد دوگنی بڑھ گئی۔ 1934 میں آل انڈیا ریڈیو کا قیام عمل میں آیا۔

ریڈیو کو عوامی مقبولیت دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں ملی۔ 1947 میں بھارت آزاد ہوا تو آل انڈیا ریڈیو نے اس پروگرام کو براہ راست نشر کیا اور ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی تاریخی تقریر کو پورے ملک میں ریڈیو کے ذریعہ ہی نشر کیا گیا۔ دھیرے دھیرے آزادی کے بعد ریڈیو نشریات کا کافی فروغ ہوا اور ریڈیو کا دائرہ

بھی وسیع ہوا۔

آہستہ آہستہ لوگوں کا رجحان ریڈیو کی جانب ہونے لگا، یہاں تک کہ پورے ملک میں لاکھوں افراد کی روزی روٹی اس سے جڑ گئی۔ ہمارے سامنے ریڈیو کی جو صورتِ حال ہے، وہ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے سامنے آئی ہے۔ یہ ترقی یافتہ شکل ہے جس سے ملک کے تمام شہری آج بآسانی سے استفادہ کررہے ہیں۔

ٹیلی ویژن 1920 کی دہائی کے اواخر میں خام تجرباتی شکلوں میں دستیاب ہوگیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ اور برطانیہ میں بلیک اینڈ وہائٹ ٹی، وی (Black & White T.V.) نشریات کی ایک بہتر شکل میں مقبول ہوچکی تھی اور ٹیلی ویژن کا استعمال گھروں، کاروباروں اور اداروں میں معمول سمجھا جاتا تھا۔ 1960 کی دہائی میں امریکہ اور دیگر بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں رنگین نشریات متعارف کرائی گئیں۔

15 اگست 1982 کا دن بھارتی ٹیلی ویژن کی تاریخ میں بہت اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ اس دن دور درشن نے رنگین ٹی، وی نشریات کی ابتدا کی۔ اس کے بعد درجنوں نیوز چینل، انٹرٹینمنٹ چینل، تجارتی چینل اور تفریحی چینل وغیرہ کی شروعات ہوئی، جن کی وجہ سے ناظرین کی تعداد میں بھی بے تحاشہ اضافہ ہوا، اور چینلوں میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

رفتہ رفتہ مختلف قسم کے چینل شروع ہوئے، مثلا: آج تک، این ڈی ٹی وی، انڈیا نیوز، بی بی سی، زی نیوز، آئی بی این، ٹائمس ناؤ، ای ٹی وی اردو، زی سلام (اردو) عالمی سہارا (اردو) اور ڈی ڈی اردو وغیر۔ مذکورہ چینلوں نے اپنی کارکردگی کے فروغ میں 24 گھنٹے وقت دینا شروع کردیا۔

سوشل میڈیا

سوشل میڈیا مثلاً فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر، اور ویب اپلی کیشن جیسے: گوگل اور بلاگز نے عصر حاضر میں خبروں کے کاروبار اور رپورٹنگ کے عمل کو بدل کر رکھ دیا ہے، کیوں کہ اب صحافت کے دائرہ کار میں داخلہ بہت آسان ہوگیا ہے۔

کوئی بھی پی، سی یا اسمارٹ فون والا شخص رپورٹر، ایڈیٹر، ڈیزائنر، ڈسٹری بیوٹر، پبلیشر، براڈ کاسٹر اور پروڈیوسر سب کچھ ہوسکتا ہے اور کسی بھی وقت کہیں بھی کوئی بھی مواد تحریر، تصویر، آواز، ویڈیو کی صورت میں بلاگ، ٹویٹر، یوٹیوب یا فیس بک پر شیئر کرسکتا ہے۔

سوشل میڈیا کے ذریعے ہر کام اتنا آسان ہوگیا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سیکنڈوں میں خبریں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے گوشے میں باآسانی پہنچائی جاسکتی ہیں۔

موجودہ زمانے میں سوشل میڈیا کے متعلق اگر یہ بات کہی جائے تو بیجا نہ ہوگی کہ سوشل میڈیا معلومات اور خیالات کا ایک طوفان ہے جو ہر کسی کو بہائے لے جارہا ہے۔ جتنے اس کے مثبت پہلو ہیں، اتنے ہی اس کے منفی پہلو بھی ہیں۔

بلاشبہ سوشل میڈیا، ایک ٹوئٹ، بلاگ یا ایک تحریر پلک جھپکنے میں ملک میں جاری بحث کا رخ موڑ دینے پر قادر ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا میڈیم ہے جس کے نہ کوئی قواعد ہیں اور نہ ہی ضوابط۔ سوشل میڈیا کے استعمال سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس میڈیم کا استعمال کرنے والا شخص صاف وشفاف سڑک پر اپنے خیالات کی گاڑی دوڑانے میں آزاد ہے اور سوائے سلف کنٹرول کے کوئی ایسا اسپیڈ بریکر نہیں جو اسے روک سکے اور یہی تیز رفتاری حادثات کی باعث ہوا کرتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ اس کے استعمال کے حوالے سے ضابطہ اخلاق ھونا چاہئے، مگر اس بارے میں یقین نہیں ہے کہ اس ضابطہ اخلاق پر عمل ہوسکے گا یا نہیں؟ کچھ گھروں کی حد تک تو شاید حد بندی ہوجائے، مگر ملکی سطح پر شاید ممکن نہ ہو۔

اس سلسلے میں حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے آزادانہ استعمال کے پیش نظر اس کے حوالے سے حدود وقیود کا تعین کرے، اور معاشرے میں غلط معلومات اور خبروں کو پھیلنے سے روکے۔

میڈیا کی ضرورت واہمیت:

میڈیا کرۂ ارض کی سب سے بڑی طاقت ہے، کیوں کہ اس کے پاس ایسے اختیارات ہیں جن کی بدولت یہ بے قصور کو گناہ گار اور گناہ گار کو بے قصور بنا سکتا ہے۔ یہی اصل قوت ہے، کیوں کہ عوام الناس کے اذہان پر میڈیا ہی اپنی پکڑ رکھتا ہے۔

دور جدید میں مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ کے بعد مملکت کا ستون میڈیا ہی ہے جسے معاشرے کا آئینہ کہا جاتا ہے۔ یہ معاشرے میں وقوع پذیر ہونے والے تمام افعال کے بارے میں عامیوں تک اطلاعات کی رسائی کے علاوہ ذی شعور افراد کی ذہن سازی کرنے کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے۔

میڈیا نہ صرف سماج کا ایک اہم حصہ ہے، بلکہ جمہوری ملک کا بھی ایک اہم ستون ہے۔ یہ مجموعی طور پر ملک و قوم میں لوگوں کی آواز اور ہتھیار ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عصر حاضر میں میڈیا کی اہمیت اور ضرورت ہر لحاظ سے پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے، کیوں کہ یہ رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

طاقتور میڈیا ہی ملک وقوم کو صحیح خطوط پر استوار رکھنے کے لیے اہم رول ادا کرسکتا ہے، اور جب میڈیا ہی اصول پسندی اور اقدار پر مبنی طرز عمل کو نظر انداز کرنے لگتا ہے، تب یہ عام لوگوں کی تباہی کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔

یہ میڈیا ہی کا تحفہ ہے کہ آزادی کے بعد 60 سالہ کانگریسی راج میں ہم مسلمانوں کو دوسرے درجے کا شہری بنانے کی ناکام کوشش جاری رہی اور اب بھاجپائی راج میں مسلمانوں پر میڈیا کے ذریعے چوطرفہ حملہ کیا جا رہا ہے، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی اس سے متعلق خاموشی، نہ صرف تعجب خیز لگتی ہے، بلکہ ہماری ذلت آمیز اختتام کی واضح نشانیوں میں سے ایک نشانی نظر آتی ہے۔

جب جب ہم میڈیا کے عتاب کا شکار ہوتے ہیں، تب ہمیں ان کی موثر جواب دہی کے لیے اپنے ترجمان میڈیا ہاؤسز کے بنائے جانے کی فکر لاحق ہوتی ہے، لیکن ہم پھر اپنے مشن کے متعلق اپنے میڈیا ہاؤس سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی آل واولاد اور معاشرے میں سرخرو بننے کے لیے عالی شان عمارت اور بلڈنگ کی تعمیر میں گم ہو جاتے ہیں۔

ان افعال کو دیکھ کر ذہن وفکر میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا ہم مسلمانوں میں اغیار کے مقابلے اہل ثروت کم ہیں؟ کیا اغیار کے مقابلے ہمارے اصحاب ثروت اتنی استعداد نہیں رکھتے کہ وہ ذاتی طور پر اپنی تجارت کی غرض سے میڈیا قائم کر سکیں جو انہیں ذہنی طور پر عزت وشہرت اور سیاسی اور معاشی اثر ورسوخ سے نواز سکے اور ساتھ ہی ساتھ جوان کی دنیا اور آخرت کو بھی سنوار سکے۔ ان سارے سوالوں کا جواب سوائے خموشی کے کچھ نہیں۔

درحقیقت اغیار کے مقابلے ہمارے درمیان ان سے زیادہ صاحب ثروت حضرات موجود ہیں، لیکن کمی تو صرف میڈیا کی ترجیحات کی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہمارے صاحبان ثروت کو صرف اور صرف ان کی ذاتی زندگی میں نام ونمود کی فکر لاحق ہوتی ہے۔

حالیہ سماجی وسیاسی بحران کے پیش نظر اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلم ترجمانی کی ٹریننگ دینے کے لیے ''اسلامک اسکول آف جرنلزم'' شروع کیا جائے اور سماجی وسیاسی بحران کے پیش نظر مسلم میڈیا ہاؤس اور ٹی وی چینلوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔

اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم ہم مسلمانوں کو ہر ریاست کے مختلف شہروں میں چھوٹے چھوٹے پیمانے پر کیبل نیٹ ورک شروع کرنے پر زور دیا جائے اور اپنی دعوت فکر کو ذہن میں رکھتے ہوئے مختلف موضوعات پر بین المذہبی ماہر مبصرین اور علمائے دین کو دعوت دی جائے۔ مختلف اہم معاشرتی موضوعات پر اچھے ماحول میں ڈبیٹ کرائے جائیں اور ان ریکارڈنگ کو ملک بھر میں آباد کروڑوں دیش واسیوں تک پہنچانے کا کام کیا جائے اور انھیں نشر کیا جائے۔

اسی طرح "اسلامک اسکول آف جرنلزم" کے کورس کی تربیت یافتہ ٹیم کو اپنے کیبل ٹی وی نیٹ ورک پر ڈبیٹ کی عملی ٹریننگ دینے کے بعد اور مکمل طور پر ان کے میڈیا سے ہم آہنگ ہونے کے بعد ان کو نیشنل لیول کے میڈیا پر مسلم نمائندگی کرنے کی تربیت دی جائے، تاکہ وہ صحیح طور پر اسلام اور مسلمانوں کی نمائندگی کر سکیں۔

آج آزاد میڈیا کی بدولت ہی وطن عزیز کے جوانوں میں اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہوئی ہے۔آج سے دس پندرہ سال قبل کسی فرد میں اتنی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ملک کے سیاسی لیڈروں کے سامنے اونچی آواز میں بات کرلے،مگر آج آزاد میڈیا کی وساطت سے وطن کے معمار، اس ملک کے سرمایہ داروں، سیاستدانوں وحکمرانوں سے اپنے حق کے حصول کے لیے آواز بلند کرتے نظر آتے ہیں۔

خواہ ملک کی بقا کا سوال ہو، یا کسی کو انصاف دلانے کا معاملہ،خودکشی کا معاملہ ہو یا ماب لینچگ ، یا پھر کسی ایک مخصوص فرقہ کی ٹارگٹینگ کی بات ہو، توہین عدالت کا کیس ہو، یا کرپشن کا کیس۔ان تمام ایشوز کو لگاتار میڈیا خوبصورت طریقے سے فوکس کررہاہے اورعوام کے سامنے لارہاہے۔

میڈیا کے تقاضے:

مغربی میڈیا اس وقت دنیا کے 70: فیصد ابلاغی ذرائع پر قابض ہے۔اس نے تمام اخلاقی اصولوں کو بالائے طاق رکھا ہوا ہے۔سیاہ کو سفید، ظالم کو مظلوم اور امن پسند کو کو دہشت گرد ثابت کرنا مغربی میڈیا کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔مغرب نے میڈیا کے ذریعہ سے انتہائی منظّم منصوبہ بندی کے ساتھ اپنی فکر وتہذیب کی خوب تشہیر کی ہے۔

موجودہ دور میں مغرب نے علم وفکر سے لے کر سوچنے سمجھنے کے زاویے، کھانے پینے، رہنے سہنے اور طرز گفتگو سے لے کر گھریلو معاملات کے طور طریقے تک سب کو بدل کر رکھ دیا ہے۔مغرب نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے ذرائع کو ابلاغ شاہ کلید کے طور پر استعمال کیا ہے۔

عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں پر مغربی ذرائع ابلاغ کی جو یلغار ہے، وہ ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہے۔اس نے ہر انسان کے فکر وخیال کو متزلزل کر کے نت نئی الجھنوں اور مسائل کا شکار بنایا ہے۔عریانیت اور فحاشی کو اتنا عام کیا ہے کہ اب یہ معاشرتی زندگی کا ایک اہم اور لازمی حصہ تصور کیا جانے لگا ہے۔میڈیا کے سہارے مغرب نے اپنی فکر و تہذیب پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔

مادہ پرستی،عیش پرستی، فیشن پرستی، کلچر اور جاہ وحشمت کے حصول کے لیے تمام اخلاقی اصولوں کو پس پشت ڈال کر جذبہ مسابقت، فتنہ پروری اور اشتعال انگیزی کو میڈیا کے ذریعے فروغ دیا جارہاہے۔

مغربی اور یورپی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کو ہر جگہ ذہنی غلام بنانے کے لیے بھرپور کوشش میں لگا ہوا ہے، کیوں کہ یہ دور جسمانی غلامی کا نہیں، بلکہ ذہنی غلامی کا ہے۔ذہنی غلامی،جسمانی غلامی سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتی ہے اور بدتر بھی۔یہ استعماریت کی نئی شکل ہے جسے مغربی دنیا پوری طرح سے استعمال کررہاہے۔

ہمارے اسلامی اسکالر اور مفکرین الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا کو اسلام کی اشاعت اور پھیلاؤ کے لیے ایک بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔عالم اسلام کی مضبوطی اور ترقی کے لیے ایک اہم عنصر تصور کرتے ہیں، اور اس کو نظرانداز

کرنے یا اس کو کم اہمیت اور کم ترجیح دینے کو بڑی لاپرواہی اور ناپسندیدہ سمجھتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ اگر مسلمان علم و استدلال سے ذرائع ابلاغ کی دنیا میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کرسکیں گے تو اسلام کو دائمی اور عالمی مذہب کے طور پر ہرگز پیش نہیں کرسکیں گے۔

صرف تیر و تفنگ اور بندوق کے میدان میں دشمن کا مقابلہ کرنا مطلوب نہیں، بلکہ قرطاس و قلم اور نشر و اشاعت کی دنیا میں بھی اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، اس لیے اس بات کی ہمیشہ ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے پاس نہ صرف خبر رساں ایجنسیاں اور نیوز چینلز ہوں، بلکہ الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سائبر میڈیا کے تمام ادارے بھی ہوں جو عالمی اور مغربی ذرائع ابلاغ کی کارستانیوں اور ان کے غلط پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔

اس کے لیے قوم مسلم کو اس بات پر اولین فرصت میں توجہ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ مسلم قوم دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہ جائے، اس سلسلے میں مناسب اقدامات کی ضرورت ہے۔

چند تجاویز مندرجہ ذیل ہیں:

(1) مسلم ممالک ایسے اعلیٰ معیار کا میڈیا ہاؤس اور تعلیم و تربیت کے ادارے قائم کریں جہاں سے جدید تعلیم یافتہ نوجوان اور ماہرین تیار ہوں جو رپورٹنگ اور تجزیہ نگاری میں جاں فشانی سے کام کریں اور دنیا کو واقعات کی حقیقی شکل سے بھی روشناس کرا سکیں۔

(2) سرکاری اور نجی سطح پر بھی ایسے ٹی وی اور نیوز چینل قائم کیے جائیں جو دعوتی جذبے کے ساتھ اور حق و صداقت کے بل پر آگے بڑھیں اور پروپیگنڈے کا پردہ فاش کریں۔

(3) مدارس میں پڑھنے والے ذہین اور باصلاحیت طلبہ کو میڈیا کورس میں داخلہ لینے کی ترغیب دی جائے اور ان کے لیے مالی معاونت کا انتظام بھی کیا جائے۔

(4) ایسے ورکشاپس اور کانفرنسوں کا تسلسل سے اہتمام کیا جائے جو نہ صرف ابلاغیات عامہ کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے ہوں، بلکہ ان تمام افراد کے لیے بھی ہوں جو صحافت سے وابستہ ہیں۔ ان کی صحیح تربیت کرنے کے لیے مختلف مراحل میں پروگرام منعقد کئے جائیں، تاکہ ان میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی روح بھی بیدار ہو۔

(5) مغربی فکر و تہذیب اور فلسفہ نے پورے انسانی معاشرے کو جن الجھنوں، مسائل اور مشکلات سے دوچار کر دیا ہے، تجزیہ اور دلائل سے ان خرابیوں کو اجاگر کیا جائے، تاکہ پوری نوع انسانی ان مسائل اور خرابیوں سے آگاہ رہے۔

(6) عالمی اور مغربی ذرائع اور تحقیقی ادارے اسلام کے مختلف احکام اور تعلیمات کے بارے میں بڑے پیمانے پر دنیا میں جو شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں، ان کا احتجاجی مظاہروں کے ساتھ علمی وفکری سطح پر بھی جواب دینے کی ضرورت ہے۔

چوں کہ علمی وفکری شبہات اوراعتراضات کا جواب علمی وفکری زبان میں ہی دیا جاسکتا ہے، اس لیے یہ اسلامی دانشوروں، عالموں، تحریکوں، تنظیموں اوراداروں کی ذمہ داری ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ میڈیا ایسا کردار معاشرے میں متعارف کرائے جو ہر شخص کے جذبات، احساسات اورخیالات کی عکاسی کرے، اوراس کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار بھی ہو۔ میڈیا ریاست کا وفادار بھی ہو، اورآئین ودستور کا پابند بھی۔ حتیٰ کہ اسلام کی آفاقی تعلیمات کا بھی ترجمان ہو۔

میڈیا ملک وقوم کی ساری اکائیوں کی وحدت کی علامت ہو۔ قوم کی اعلیٰ روایت کا امین ہو، اورقوم کی ارفع اقدار کا محافظ بھی ہو۔ میڈیا کا کردار غیر جانبدارانہ اور مصلحانہ ہو۔ اس کے کردار میں معلمانہ اور منصفانہ پہلو غالب نظر آئے۔

حق شناسی اس کا شعاراور باطل شکنی اس کی پہچان ہو۔ ایسا ہی میڈیا ہرایک انسان اورمسلمان کے دل کی آواز ہےاوراپنے ہر سننے پڑھنے دیکھنے والے کے احساسات وجذبات کا ترجمان ہے۔ ان تمام تقاضوں پر ہر دور میں پورا اترنا میڈیا کا امتحان ہے۔

مقالہ سوم

محکمہ پولیس اور انتظامیہ میں قوم مسلم کی نمائندگی

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد انصار الحق الرضوی المصباحی ولد محمد ہارون رشید صاحب کمتا، تھانہ: ٹنڈوا، ضلع: چترا (جھارکھنڈ) کے باشندہ ہیں۔

آپ نے پرائمری تعلیم مدرسہ اہل سنت برہان العلوم کمتا چترا (جھارکھنڈ) میں حاصل کی۔ عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ سراج العلوم نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) میں پائی۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ یوپی سے سن 2018 میں تعلیمی فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) میں درجات تحقیق کی تکمیل کی، اور افتا کی تربیت حاصل کی۔ منشی، مولوی، کامل، عالم، فاضل دینیات، فاضل معقولات کی سندیں اتر پردیش مدرسہ بورڈ لکھنو سے حاصل کیں۔

وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم، فاضل، جھارکھنڈ مدرسہ بورڈ رانچی سے مکمل کیے۔ شبلی نعمانی کالج اعظم گڑھ (یوپی) سے بی اے (B.A) پاس کیا اور الفلاح یونیورسٹی دھوج ہریانہ (دہلی) سے بی ایڈ کی ڈگری مکمل کرنے والے ہیں۔

رابطہ نمبر: +918840651046 +918009155392

محکمہ پولیس اور انتظامیہ میں قوم مسلم کی نمائندگی

از: مولانا محمد انصار الحق مصباحی

الفلاح یونیورسٹی (ہریانہ)

کسی بھی قوم اور معاشرے کی فلاح و کامرانی اور ترقی و بلندی میں شعبہ پولیس اور انتظامی محکمے کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ان کے قیام کا مقصد معاشرے سے جرائم، بدعنوانیاں اور خلاف قانون حرکات کو ختم کر کے اس کو پاکیزہ اور صاف، ستھرا بنانا ہوتا ہے، تاکہ معاشرہ کامیابی و کامرانی کی منزلیں طے کر سکے اور دنیا میں امن و امان اور راحت و سکون کا ماحول بنا رہے۔لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ رہے اور وہ چین و سکون اور عافیت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

چناں چہ مشاہدہ ہے کہ جس قوم اور معاشرہ میں پولیس محکمہ جتنا مضبوط و مستحکم ہوتا ہے، وہاں جرائم و بدعنوانیاں اسی قدر کم ہوتی ہیں اور امن و امان، حفظ و سلامتی اسی قدر زیادہ ہوتی ہے، اور جہاں انتظامیہ اور پولیس محکمہ کمزور ہوتا ہے، وہاں اسی قدر لوٹ کھسوٹ، چوری ڈکیتی، رشوت ستانی اور بدعنوانی کا بازار گرم ہوتا ہے۔

لہٰذا قوم اور معاشرہ میں امن و سلامتی کی بحالی، حقوق انسانی کی پاس داری، جرائم پیشہ افراد کی نگرانی اور جرائم کی روک تھام و مجرموں کی گرفتاری کے لیے ضروری ہے کہ انتظامیہ اور پولیس محکمے بحسن و خوبی اپنے فرائض کی ادئیگی میں ہمہ تن مصروف رہیں۔ساتھ ہی بلا تفریق مذہب و ملت، رنگ و نسل ہر ایک کے لیے قانونی چارہ جوئی کو ممکن بنائیں اور آئین و قانون پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی عمل کرائیں۔

جہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہوں، وہاں یہ چیز اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب مذکورہ محکموں میں ہر قوم اور ہر مذہب کے افراد کی نمائندگی ہو، کیوں کہ اگر ان محکموں میں تنوع اور تکثیریت کا فقدان ہوگا تو کسی بھی قوم اور فرقے کے خلاف ناانصافی اور ظلم کے امکانات پائے جائیں گے، کیوں کہ جس ادارے میں تکثیریت و تنوع کی عکاسی نہیں ہوتی ہے۔وہ ادارہ تنگ نظری کے خطرات سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ پاتا، مثلاً جہاں مختلف مذاہب،

ذات برادری اور علاقے سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک ساتھ مل کر کام کرتے ہیں، وہاں کسی ایک خاص اہل مذہب اور کسی خاص برادری سے ناانصافی اور ظلم ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں، اور اگر ایسا نہ ہو تو ظلم وتعصب اور ناانصافی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

یہ بات بھی مشاہدہ میں آچکی ہے کہ جس ملک میں پولیس اور انتظامیہ میں اکثریتی طبقے کے افراد کی اکثریت ہوتی ہے، وہاں امن وامان خلل پذیر رہتا ہے اور اقلیتوں پر ظلم وتشدد جاری رہتا ہے۔ بھارت میں جہاں مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے، وہیں یورپ اور امریکہ میں بھی سیاہ فام اقلیتوں کو ٹارگیٹ کیا جارہا ہے۔ یہی حال ان تمام ملکوں کا ہے جہاں مذکورہ محکموں میں اقلیتی طبقے کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

بابا صاحب امبیڈکر نے کہا ہے کہ قانون کتنا بھی اچھا کیوں نہ ہو، اگر اس کو نافذ کرنے والے لوگ محکوم طبقات سے نہیں آئیں گے تو اس کا فائدہ محکوم طبقات تک نہیں پہنچ پائے گا۔

سماج کے اندر موجود تنوع اگر ان اداروں میں بھی ہوتا تو ان کو کسی قوم یا فرقے کے خلاف کوئی ناانصافی کرنے سے پہلے کئی بار سوچنا پڑتا۔ آج تنوع کی عدم موجودگی میں پولیس ''ہندو'' پولیس معلوم ہوتی ہے۔ اس میں بھی دبدبہ غالباً ہندو اعلیٰ ذات کا ہی ہے۔

آزاد بھارت میں فسادات کے دوران مسلمانوں کے ساتھ پولیس اور انتظامیہ کا رویہ اور سلوک کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ایک/ دو واقعات ہوں تو ان سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔ یہاں تو ہر رونما ہونے والا فساد، پولس اور انتظامیہ کی حقائق سے چشم پوشی، ناانصافی، مسلمانوں پر ظلم وستم کی ایک نئی داستان رقم کرتا ہے۔

اتر پردیش کے مختلف ضلعوں میں کام کرنے والے پولیس افسر ''وبھوتی نارائن'' نے فسادات کے وقت پولس اور انتظامیہ کے کرتوتوں کو اس طرح بیان کیا ہے:

> ''تقریباً سبھی بڑے فرقہ ورانہ حادثات کے دوران مرنے والوں میں مسلمانوں کی تعداد نہ صرف زیادہ تھی، بلکہ بیشتر واقعات میں تو یہ 80: فیصد سے بھی زیادہ تھی۔ تباہ شدہ املاک بھی زیادہ تر مسلمانوں کی ہی تھیں۔ ان حالات میں امن وقانون قائم کرنے والی ایجنسیوں سے فطری امید یہی ہوگی کہ گرفتاریوں اور تلاشیوں کے دوران وہ اس حقیقت کو ذہن میں رکھیں اور تناسب میں ہندوؤں کی زیادہ گرفتاریاں کریں اور ان کے گھروں کی زیادہ تلاشیاں لیں، لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوتا۔ تقریباً سبھی فسادات میں جہاں مرنے والوں میں مسلمان زیادہ تھے، گرفتاریاں بھی انہیں کی زیادہ ہوئیں، تلاشیاں بھی ان ہی کے گھروں کی لی گئیں اور کرفیو بھی انہی علاقوں میں سختی سے لگایا گیا، جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی''۔

انگریزوں کے دور حکومت میں مسلمانوں پر مبنی کوئی خالص رجمنٹ نہیں تھا۔ مسلمانوں پر مشتمل پانچ یونٹز ضرور تھے، مگر کوئی رجمنٹ نہیں تھا، جیسا کہ دوسرے فرقوں کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ 1857 کی بغاوت میں مسلمانوں نے نمایاں رول ادا کیا تھا اور اس کو انگریز یاد رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ برطانوی حکومت کو اس بات کا بھی شک تھا کہ بھارت کے مسلمان ملک کو آزاد کرانے کے لیے افغانیوں کی مدد لینے کی کوشش کر رہے تھے، مگر حالات نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ انگریزوں کو فوج کے دروازے سب کے لیے کھولنے پڑے۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران بڑی تعداد میں جوانوں کی ضرورت فوج میں تھی۔

1857 کی بغاوت کے چار سال بعد پولیس ایکٹ لایا گا اور اس طرح جدید پولیس کا وجود سامنے آیا۔ بسا اوقات پولیس محکمہ میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب ان کی آبادی سے بھی زیادہ رہا ہے۔ انیسویں صدی سے لے کر بیسویں صدی کی دوسری دہائی تک پنجاب، بامبے اور یونائیٹڈ پروونسز (آج کا اتر پردیش) کی پولیس میں مسلمانوں کی شرح پچاس فی صد تھی۔ جہاں تک بات راجے رجواڑوں کی تھی تو وہاں جو راجا ہوتا تھا، اس کے پاس ہی پولیس کی تقرری کرنے کا اختیار ہوتا تھا۔ اکثر یہ دیکھا گیا کہ جس مذہب یا فرقے سے راجا کا تعلق ہوتا تھا، پولیس بھی اسی مذہب سے بھرتی کی جاتی تھی، مثال کے طور پر جموں اور کشمیر کے راجا نے پولیس میں ڈوگرا اور اعلیٰ ذات کے ہندؤں کو بھرتی کر رکھا تھا اور اپنی متعصّبانہ پالیسی کے تحت مسلمانوں کو اس سے باہر رکھا تھا۔

مسلمان جموں اور کشمیر میں اکثریت میں ہونے کے باوجود بھی پولیس محکمہ سے دور رکھے گئے تھے اور ان کو دیگر محکموں سے بھی باہر رکھا گا تھا، جس کے خلاف شیخ عبداللہ کی قیادت میں مسلمان اپنے حقوق کے لیے سڑکوں پر اتر گئے تھے۔ حیدرآباد میں صورت حال اس کے مختلف تھی۔ وہاں کا حکمراں نظام ایک مسلمان تھا اور جنتا کی اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ حیدرآباد میں زیادہ تر پولیس میں مسلمان تھے، مگر غیر مسلموں کے لیے پولس محکمے کے دروازے بند نہ تھے۔

آزادی کے وقت مسلمانوں کی نمائندگی فوج اور پولیس میں بہتر تھی۔ کہیں کہیں وہ اپنی آبادی کے آس پاس نمائندگی پائے ہوئے تھے تو کہیں یہ نمائندگی ان کی آبادی سے بھی زیادہ تھی۔ انگریزی فوج میں مسلمان 30 سے 36 فی صد تھے، جبکہ سکھ 8 فی صد تھے۔ باقی 60 فی صد نمائندگی ہندو، عیسائی، گورکھا اور دیگر فرقے پر مشتمل تھی۔ جب کہ 30 جون 1947 تک 516 انڈین پولیس افسروں میں 63 مسلمان تھے جو کہ ان کی آبادی کا 12 فی صد تھا۔ ہندو افسروں کی تعداد مسلمانوں سے دگنی یعنی 130 تھی، جبکہ اس کا بڑا حصہ 323 یوروپین ہڑپ کر بیٹھے تھے۔ آزادی کے بعد مسلمانوں کے بہت سارے افسران پاکستان چلے گئے جس سے ان کی شرح کم ہوگئی۔

ملک کی بڑی ریاست اتر پردیش میں مسلمان بڑی تعداد میں پولیس میں تھے۔ سال 1921 میں ان کی

نمائندگی اتر پردیش پولیس میں 40 فی صد تھی۔ 15 سال بعد 1935 اور 1936 میں بھی ان کی نمائندگی برقرار رہی اور ان کی تعداد 48 فی صد رہی، مگر یہ صورت حال ہندو فرقہ پرست نظریہ کے حامل سیاست دانوں کو خواہ وہ کانگریس میں ہوں یا ہندو مہا سبھا میں، بے چین کیے ہوئے تھی اور اس کے خلاف وہ ایک کے بعد ایک سازش تیار کرنے لگے، جس کے منفی اثرات آج تک نظر آ رہے ہیں۔

اسی پر بس نہیں، بلکہ پولس اور انتظامیہ جیسے حساس اداروں میں آج بھی مسلم نمائندگی دن بدن کم ہو رہی ہے۔ اسٹڈی آف ڈیولپنگ سوسائیٹیز کے تحت بنائی جانے والی اس اہم رپورٹ ''اسٹیٹس آف پولیسنگ انڈیا رپورٹ 2018'' میں 15 ہزار 562 مسلمانوں اور عیسایوں سے کیے جانے والے انٹرویو میں جب یہ سوال کیا گیا کہ ریاستوں کی پولیس میں مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم کیوں ہے؟

ہندوؤں نے اس سوال کے جواب میں مسلمانوں کی حب الوطنی کو اس کا سبب قرار دیا، لیکن مسلمانوں اور سکھوں نے ہندوؤں کے تعصب کو اس کا سبب قرار دیا کہ وہ مسلمانوں کو آگے نہیں آنے دینا چاہتے اور اس ضمن میں ریکروٹمنٹ بورڈز میں ایسے انتہا پسند ہندوؤں کو شامل کیا جاتا ہے، جو مسلمانوں کو پولیس اور حساس شعبہ جات میں دیکھنا ناپسند کرتے ہیں اور اسی لیے مسلمان امیدواروں کو ''ری جیکٹ'' کر دیا جاتا ہے، جب کہ سیاسی افق پر کسی بھی دور میں برسر اقتدار آنے والی بھارتی حکومت اس سلسلہ میں اگرچہ تمام تر حقائق سے روشناس ہوتی ہے، لیکن مسلم اقلیتی طبقہ کے لیے پولیس اور سرکاری ملازمتوں میں کوٹہ مقرر کرنے سے احتراز کرتی ہے۔

بھارتی حکومتی اداروں کا کہنا ہے کہ 1999 سے 2018 کے درمیان جمع کی جانے والی معلومات اور اعداد و شمار کی رُو سے مسلمانوں کا بھارت کی پوری آبادی میں تناسب 14.2 فی صد ہے، لیکن پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ان کا تناسب محض 2.3 فی صد ہے۔ بھارتی جریدہ ''نیشنل ہرالڈ'' نے ایک سنسنی خیز رپورٹ میں بھارتی مسلمانوں کی پولیس میں ریکروٹمنٹ اور تناسب پر سیر حاصل بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ مسلمانوں کو جان بوجھ کر پولیس فورس میں شامل نہیں کیا جاتا جس کی بنیادی وجہ ان کی مسلم کمیونٹی کے بارے میں غلط تاثر قائم کیا جانا ہے جس میں ایک بنیادی خیال یہ بھی ہے کہ مسلمان ''بھارت دیش'' کے اس طرح وفادار نہیں ہو سکتے جس طرح ہندو شہری ہوتے ہیں، اور امن کے قیام سمیت دہشت گردی کے خلاف ہندو سپاہی جس طرح کام کرتے ہیں ،اس طرح مسلمان پولیس اہل کار اور افسران کام نہیں کر سکتے۔

بھارتی سینسر ڈیپارٹمنٹ نے اپنی ایک تازہ رپورٹ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ آبادی میں مسلمانوں کے تناسب کے مقابلے میں پولیس فورس میں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ بعض ریاستوں میں یہ تعداد ایک فصد بھی نہیں ہے۔

سروے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی والی شمالی ریاست اتر پردیش میں مسلمانوں کی آبادی 19 فی صد سے کچھ اوپر ہے، لیکن اسی ریاست کی پولس میں مسلمانوں کی ملازمتوں کا تناسب محض 5: فی صد ہے، جس کے بارے میں متعلقہ حکام کوئی توجیہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک انتہائی دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ جموں و کشمیر کے حساس مقامات پر پولیس کے شعبہ میں مسلمان مرد و خواتین کا کل تناسب صرف 4 فی صد ہے۔ دارالحکومت دہلی میں مسلمانوں کا پولس ڈیپارٹمنٹ میں کل تناسب 2 فصد ہے اور یہاں 98 فی صد اکثریت ہندوؤں اور سکھوں کی ہے۔

مہاراشٹر جہاں بھارت کا معاشی مرکز ممبئی واقع ہے، یہاں مسلمان پولس اہلکاروں کی تعداد محض 1 فیصد ہے۔ ریاست بہار میں مسلمانوں کا پولیس میں تناسب 4: اعشاریہ پانچ فی صد ہے اور راجستھان میں پولس ڈیپارٹمنٹ میں مسلمانوں کا تناسب 1 اعشاریہ دو فی صد ہے۔

بھارتی سماجیاتی ماہرین کا یہ ماننا ہے کہ مسلمانوں کی حب الوطنی پر ملکی اسٹیبلشمنٹ کو شک وشبہ ہے اور ان کے بارے میں ہندو فیصلہ سازوں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو سکورٹی کلیرنس ملنا مشکل ہوتا ہے اور ان کا مذہبی و خاندانی پس منظر ان کی پولیس فورس میں شرکت کے آڑے آتا ہے اور متعلقہ ریکروٹمنٹ بورڈ میں براجمان افسران جو اکثریتی ہندو طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، مسلمانوں کو اس حساس شعبہ میں ملازمت کے لائق نہیں سمجھتے۔

مسلمان زعما اور سیاسی رہنماؤں کا دوٹوک موقف یہی ہے کہ مسلمانوں کو بھارتی افواج اور انٹلی جنس سمیت پولس اور سکورٹی کے کسی بھی شعبہ میں ملازمت کے لائق نہیں سمجھا جاتا اور ان کو پڑوسی ملک پاکستان کا حامی سمجھا جاتا ہے۔

ایک حق گو ہندو افسر اور انڈین پولس سروس کے اعلیٰ عہدیدار بسنت رتھ نے تسلیم کیا ہے کہ کسی بھی حساس شعبہ اور بالخصوص انٹلی جنس اور اینٹی ٹیررا سکواڈ سمیت ہر سکورٹی شعبہ میں اکثریتی ہندو عہدیدار مسلمانوں کی حب الوطنی کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کا تقرر کرنا درست نہیں سمجھتے۔

انتظامیہ اور پولیس محکموں میں ہماری گرتی ہوئی شرح کا نتیجہ یہ ہے کہ آج جب دلی فساد اور اس جیسے فسادات میں پولیس بے قصور مسلمانوں کو دنگائیوں سے بچانے سے بھاگ جاتی ہے اور الٹے بے قصور مسلمانوں کو مارتی، پیٹتی ہے اور ان کو فرضی مقدمات میں جیل میں ڈال دیتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کا اسکرپٹ آزادی کے وقت ہی تیار کر لیا گیا تھا۔

ہم تو اس نبی کے ماننے والے ہیں جنہوں کھانے پینے کے آداب سے لے کر باعزت زندگی کے طریقے اپنی امت کو سکھائے ہیں، سائنس، ٹیکنالوجی، ڈیفنس، پبلک ریلیشن اور پالیٹکس کے گر اپنی امت کے سامنے پیش کیے

ہیں۔ جہاں ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسواک کے فوائد بیان کیے ہیں، وہیں مسلمانوں کو اپنے اور اپنے دین کے تحفظ کے لیے حکمت، دانش وری اور دعوت کو استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ طاقت استعمال کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اگر اسلام نے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کرنے سے روکا ہوتا تو نہ تو کوئی غزوہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں پیش آتا، اور نہ ہی کوئی سریہ۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے تحفظ کی خاطر اور اپنے دین کی پاس داری کے لیے ذہنی وعملی طور پر لائحہ عمل تیار کریں۔ سرکاری محکمہ جات جیسے پولیس، انتظامیہ اور کورٹ میں ہماری نمائندگی نہ کے برابر ہے۔ 2015 سے 2018 تک صرف کرناٹک میں سترہ ہزار پولیس کانسٹیبلوں کی بھرتی ہوئی ہے۔ ان میں صرف نو سو مسلمانوں نے روزگار حاصل کیا۔

ہر سال یو پی ایس سی کے لیے تقریباً دس لاکھ طلبہ فارم بھرتے ہیں، جب کہ کامیاب امیدواروں کی تعداد محض آٹھ سو یا نو سو کے قریب ہوتی ہے۔ اس میں بھی مسلم امیدواروں کی تعداد قابل رحم ہے۔ 2018 میں محض 28 مسلم امیدواروں نے نمایاں کامیابی حاصل کی، جب کہ 2019 میں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا، اور 43 امیدواروں کا سلیکشن ہوا، لیکن رینکنگ میں کمی آئی۔

2019 میں ایک بھی امیدوار 20 ٹاپ میں نہیں تھا، بلکہ سو کے اندر محض ایک امیدوار تھا، جب کہ 2018 میں جنید احمد اور شاہد مصباحی جیسے محنتی، جفاکش اور ٹائلنٹیڈ نو جوانوں نے نمایاں کامیابی حاصل کر کے ملک وملت کا خوب نام روشن کیا۔

آج انتظامیہ اور پولیس محکمہ دن بدن قوم مسلم کی نمائندگی سے جو خالی ہوتا جا رہا ہے، اس کی ایک وجہ تو بھارتی سیاست دانوں اور اعلیٰ افسران کا تعصب اور ان کی تنگ نظری ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے نو جوانوں کا ایک بڑا طبقہ منشیات اور لہو ولعب میں مصروف عمل ہے، جنہیں نہ تو اپنے مستقبل کی فکر ہے اور نہ معاشرے کی، نہ ملک وملت کی، بلکہ دن رات اپنا قیمتی وقت گیم کھیلنے، فلمیں دیکھنے، واٹس ایپ اور فیس بک پر چیٹنگ کرنے میں صرف کر رہے ہیں اور پھر یہی لوگ مستقبل میں بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ انہیں دو وقت کی روٹی کے لیے پیسے میسر نہیں ہوتے، ان کی وجہ سے ان کے بچوں کا مسقبل بھی تاریک رات کی مانند ہو جاتا ہے۔

آج قوم کو ذہنی طور پر تیار ہو کر فسطائی طاقتوں کے خلاف کمر بستہ ہونا چاہئے اور ملک کے جمہوری نظام کو بحال کروانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو علمائے دین مدارس اسلامیہ سے فارغ ہو کر نکل رہے ہیں، انہیں حکومتی محکموں میں بھرتی ہونے کے لیے تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارا کلکٹر آئی. اے. ایس ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن ہو، عالم وقاری ہو تو یقیناً مسلمانوں کی بہتر قیادت ہوسکتی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ علما کو مساجد و مدارس ہی تک محدود رکھا جائے۔ جب علما مدارس سے فارغ ہو کر مختلف تنظیموں

کے سربراہ ہو رہے ہوں اور سیاسی پارٹیوں میں شامل ہو رہے ہوں تو کیا یہی علما اپنی دینی تعلیم سے فارغ ہو کر مزید دو سال سول سروسز کی تیاری کے لیے نہیں لگا سکتے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو ہمارے علما دوسرے مسلم امیدواروں سے بہتر کار کردگی دکھا سکتے ہیں اور وہ ملک کے انتظامی امور میں اپنی شراکت دے سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ آج ملک کا انتظام چلانے والے بیوروکریٹس یعنی افسر شاہی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی تعداد برہموں کی ہے اور ملک میں برہموں کی جملہ تعداد صرف 3 فی صد ہے، جب کہ سرکاری ملازمتوں میں ان کی نمائندگی 34 فی صد ہے۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو آگے لائیں، تا کہ وہ قوم کے تحفظ کے لیے کام کر سکیں۔

ذرا سوچیے کہ ہر تھانے میں اگر کم سے کم دو مسلم کانسٹیبل ہوں۔ ہر ضلع میں کم سے کم دو مسلم انسپکٹر ہوں، اور ہر ریاست میں کم از کم 10: آئی پی ایس افسر ہوں تو مسلمانوں کے تحفظ کے لیے کتنی بڑی طاقت مل سکتی ہے۔ بھلے یہ لوگ صرف مسلمانوں کے لیے کام نہ کریں، بلکہ انصاف کے لیے کام کریں۔ قانون وآئین کی بالا دستی اور اس کے نفاذ کے لیے کام کریں، تب بھی ملک میں مسلمان محفوظ رہ سکتے ہیں، کیوں کہ بابا بھیم راؤ امبیڈکر نے ملک کے آئین میں تمام لوگوں کو یکساں طور پر جینے کا حق دیا ہے۔

بھارت کا آئین کسی خاص مذہب و ذات کے لیے مخصوص نہیں ہے، اور نہ ہی اس آئین کو ماننے والوں میں سے کوئی کسی پر ظلم کر سکتا ہے، مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے افسران، پولیس، سیاست داں فرقہ پرست سوچ والے بنتے جا رہے ہیں۔ ایسی ذہنیت سے ملک کے آئین کو بچانے کے لیے ہمیں آگے آنا ہوگا۔ اپنی فکر اور طرز حیات کو بدلنا ہوگا، تبھی ہمارا مستقبل تابناک ہو سکتا ہے، او ہم قوم و انسانیت کی خدمت کر سکتے ہیں۔

سابق صدر جمہوریہ اے پی جے عبد الکلام نے کیا خوب کہا ہے:

You can not change your future but you can change your habits, and your habits surely will change your future.

ڈاکٹر اقبال نے اپنے کلام میں کہا تھا:

تیرے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے	خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر	تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر
عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے نوجوانوں میں	نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

باب چھارم

مسلمانان ہنداور فرقہ وارانہ فسادات

ڈائریکٹر : مولانا اشرف جیلانی مصباحی

جواہر پارے

اس باب میں چار مقالات شامل ہیں۔ اور ہر ایک کا مطالعہ ضروری ہے۔ جب بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں، ہماری کمزوریاں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ آئین میں دیے گئے حقوق بھی بے معنی لگتے ہیں۔ عدالتی نظام سے بھی مایوسی ہاتھ آتی ہے، لہٰذا لازم ہے کہ اس باب میں جو معلومات دی گئی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ کر مسلمانوں میں بیداری لانے کی کوشش کی جائے۔

باب چھارم

مسلمانان ہنداورفرقہ وارانہ فسادات

ڈائریکٹر: مولانا اشرف جیلانی مصباحی (گھوسی،مئو: یوپی)

مقالہ اول

فرقہ وارانہ فسادات سے حفاظت ونجات کی مؤثر تدابیر

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا سید محمد قدیر رضا صاحب مصباحی ابن حضرت سید مفتی محمد فاروق رضوی صاحب مصباحی ساکن: رسول پور قاضی (ضلع کوشامبی: یوپی)8 نومبر 1986 کو پیدا ہوئے۔
ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور محلّہ کے مکتب سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لیے اہل سنت کی مایہ ناز درسگاہوں میں داخل ہوئے، اور جامعہ اشرفیہ (مبارکپور) میں شعبہ فضلیت کی تکمیل کی۔ آپ نے درجہ اعدادیہ تا شعبہ فضیلت درج ذیل مدارس میں تعلیم حاصل کی۔
جامعہ فاروقیہ ریوڑی تالاب بنارس، جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس، دارالعلوم ضیاء العلوم ادری ضلع مئو، دارالعلوم فیض العلوم محمد آباد گوہنہ، مئو، جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ۔
مولانا موصوف نے عربی وفارسی مدرسہ بورڈ اتر پردیش کے تمام امتحانات اچھے نمبرات سے پاس کیے۔ سید صاحب قبلہ ایک معروف علمی و روحانی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہایت ہی متین وسنجیدہ مزاج کے حامل ہیں۔ خوش اخلاقی ونرم خوئی اور عمدہ گفتار کے مالک ہیں۔ لکھنے پڑھنے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ کے کئی مضامین ومقالات مختلف ماہناموں میں شائع ہو چکے۔
رابطہ نمبر: 7668142569

فرقہ وارانہ فسادات سے حفاظت ونجات کی مؤثر تدابیر

از: مولانا سید محمد قدیر رضا مصباحی

استاد: دارالعلوم مسعودیہ رضویہ چندہ پور: ہنڈیہ (الہ آباد: یوپی)

فسادات کیا ہوتے ہیں؟ سڑکوں پہ شور، زہریلے نعرے، گالی گلوج، شراب اور گانجے میں بدمست شیطانی بھیڑ، ہاتھوں میں اسلحے، لیڈروں کے نفرت آمیز بیانات، کپڑوں سے پہچان کرنے کی نصیحت، قتل پر ابھارنے اور گولی مارنے کا عام اعلان۔

یہ لوگ کسی بھی شہر کی خون چکاں داستان لکھتے ہیں۔شہروں کا سہاگ اجاڑتے ہیں۔کسی شہر کو دنگوں میں تپا دینے کے بعد جب دہشت اور سناٹے کی صبح ہوتی ہے، ہر طرف اینٹوں، پتھروں سے پٹی سڑکیں، جلے ہوے مکانات، شکستہ دیواریں، لٹی ہوئی دکانیں، بلکتی ہوئیں بیوائیں، خوفزدہ بچے، سسکتی ہوئی مستورات، اکا دکا اڑتے چہچہاتے پرندے۔شاید کہتے ہوں انسانوں کو یہ کیا ہو گیا؟

بات درست ہے کہ انسان سب چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔قرآن مجید میں انسانوں کے بارے میں ہے:

وہ بہت ظالم اور بہت نادان ہے (سورہ کہف)۔

جب انسان اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے تو سرکشی کرتا ہے (سورہ احزاب)۔

وہ بڑا تنگ دل ہے (سورہ علق)۔

یہ قران کے بول ہیں اور مناظر ہمارے سامنے ہیں۔

فسادات کی تشخیص:

ہندو پاک بٹوارے کے بعد سے بھارت کی سرزمین برابر خون سے رنگین ہوتی رہی ہے۔ 1947 کے دنگوں سے شروع ہوا مسلمانوں کا حال زار وہ 2020 کے دہلی فساد تک جاتا ہے۔بہت بار دنگے سرکاری ہوتے ہیں، یعنی

ایک کمیونٹی کے خلاف سرکاری اسلحے تک استعمال کیے جاتے ہیں، حالاں کہ بعد میں معمولی سزائیں بھی ہوئی ہیں۔

کئی بار تو دنگوں کے ظلم و تشدد سے سرکاری ظلم و تشدد ہاتھ ملا لیتے ہیں، اور بعض دفعہ حکومتیں اپنے دلارے سنگٹھنوں کے گُرگوں سے دنگے کرواتی ہیں۔ ہر مسلم مخالف خونی ٹکراو کو فساد نہیں بولتے۔ فسادات کی کئی شکلیں ہوتی ہیں مثلاً ہندو فساد یا سنگھی فساد جسے ہم عام طور پے ہندو مسلم فساد، یا فرقہ وارنہ فساد کہتے ہیں۔ چوں کہ فسادی پلان اُدھر ہی سے آتے ہیں۔

چند بڑے فسادات یہ ہیں:

1989 کا بھاگل پور فساد، 1990 کا حیدرآباد فساد، 1992 کا ایودھیا فساد، 1993 کا بامبے فساد۔

قتل عام:

اس کی مثال 1984 کا دہلی میں سکھوں کا قتل عام، 1990 کا کشمیر گاوکدل قتل عام، میرٹھ میں 1987 کا ہاشم پورہ قتل عام وغیرہ۔

خوں ریزی یا نسل کشی:

اس کی تصویر زیادہ انسانیت سوز اور دردناک ہوتی ہے۔ 2002 کے گجرات دنگے کو نسل کشی یا خوں ریزی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

تشدد:

اس کی مثال 2013 میں رونما ہوا مظفر نگر تشدد ہے۔ اس طرز کے چھوٹے چھوٹے تشدد کے واقعات اب کافی چلن میں ہیں، جسے ماب لنچنگ کہا جاتا ہے۔ یہ عام طور سے پورے بھارت کے لیے زیادہ اذیت ناک ہیں۔ بھارتی دنگوں کی تاریخ میں دو چیزیں انتہائی سیاہ ہیں۔ جو اصل میں فسادات کا سبب بنتی آئی ہیں اور قانونی پکڑ سے بچے رہنے کا کامیاب ترین قدیم موروثی آزمودہ اور مجرب نسخہ رہی ہیں۔

پہلا طریقہ:

دنگا شروع کرانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً اشتعال انگیز جلوس مسلم علاقوں میں لے جانا اور زہریلے نعرے لگانا اور مسلمانوں کی طرف سے خود ہی پتھر چلانا اور الزام مسلمانوں کے سر تھوپ کر فساد کا موقع بنانا۔

دوسرا طریقہ:

دنگے کے دوران استعمال کیا جاتا ہے وہ یہ کہ باہری بھیڑ کو دنگے کی دعوت دینا اور پورے احترام سے با حفاظت انہیں نکلوا دینا، پھر ہوتا یہ ہے کہ ان کے تشدد سے مقتولوں کا مقدمہ نامعلوم افراد پر لگا دیا جاتا ہے۔ مطلب

یہ کہ انصاف نہیں ملے گا اور وہ دُلارے کھلے عام گل کھلاتے گھومتے ہیں۔ان دو چیزوں کا حل ڈھونڈنے میں حکومتوں نے کبھی سنجیدگی نہیں دکھائی۔یہی وجہ ہے کہ دُلاروں کو دنگا،فساد انجام دینے کا حوصلہ ٹوٹنے نہیں پاتا۔

فساد کے امکانات ایسے کم کریں:

مختلف رنگ ونسل،قوم،مذہب،ذات،برادری کو بنیاد بنا کر لڑائی جھگڑے اور فساد کی گنجائش برابر بنی رہتی ہے۔بس کوئی آگ لگانے والا چاہیے۔باقی آگے خود ہی ''انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے''۔
''انسان نطفے سے پیدا کیا گیا،پھر یکایک جھگڑالو بن بیٹھا''۔(سورہ النحل)،تاہم امن عامہ کو بنائے رکھنے کے لیے انسان کچھ نہ کچھ اقدامات وتدابیر اور اسٹراٹیجی اپناتا رہتا ہے۔کچھ یہاں ذکر کے جاتی ہیں۔

سماجی یکجہتی کے لیے ایکتا منچوں کا قیام:

اس میں لحاظ ہو کہ اسلامی خلاف ورزی نہ ہونے پاے،جیسے گڑگاوں کی ناگرک ایکتا منچ جس نے حساس حالات میں اچھا کام کیا۔لکھنو کی سوامی لکشمی شنکر آچاریہ کی بنائی ہوئی ہندو مسلم ایکتا منچ،احمد آباد کی اوبی سی ایکتا منچ اور جون پور کھیتا سرائے کی ہندو مسلم ایکتا منچ جس نے تہواروں میں عام جھڑپوں کو نابود کر کے امن وامان قائم کیا سیتامڑھی پوپری کی اردو ہندی ایکتا منچ جس نے حال میں راحت اندوری کے انتقال پر تعزیتی نشست کی تھی۔اس طرح کے منچوں کی موجودگی ماحول کو میٹھا بنائے رکھنے میں گارگر ثابت ہوتی ہے۔تناو اور نفرت کی گنجائش کو کم کرتی ہے۔

عام احتجاجوں میں شرکت:

بھارت ایک سیکولر ملک ہے،اور کسی سیکولر ملک کی خامی کو سیکولر طریقے سے دور کیا جاتا ہے۔ 1815 سے 1964 تک کے جدید یورپ کی تاریخ پڑھیں تو یورپ کی مختلف تجربات سے گزر رہی مجوزہ جمہوریت کا سفر ملے گا جو خشک وتر اور نشیب وفراز سے بھرپور ہے۔ظلم ومزاحمت کا دلچسپ سلسلہ ہے۔تاناشاہی اور جمہوریت کی کشمکش ہے۔یاد رکھیں سیکولر نام کا یہ بھارت وہاں کی سرگرمیوں اور نقالی سے الگ بالکل بھی نہیں ہے۔یہاں کی پریشانیوں کا ہر حل وہاں کی جدوجہد سے اخذ کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی قرآن مقدس ہمیں مزید صاحب بصیرت بناتا ہے۔احتجاج و مظاہرے کسی جمہوری ملک کے لیے بالکل سماجی فریضے کی طرح ہوتے ہیں۔

ملک کے عام ایشوز مثلا:

ڈیزل،پٹرول،کرایے وغیرہ کے دام بڑھنے پر ہونے والے عام مظاہروں،اور احتجاجوں میں بشمول علمائے اکرام ہماری بڑی تعداد کرتے پائجامے میں دکھنی چاہیے،تاکہ غیر مانوس ہمارے لباس سے مانوس ہوں اور احتجاجوں کی کامیابی میں ہماری کوششیں ملک کے سامنے آئیں اور دشمن کی مسلمانوں کو اچھوت بنانے کی کوششیں ناکام ہوں۔

اس میں شرکت کا مقصد زیادہ یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ سماجی یکجہتی کو فروغ دیں اور اپنی چھاپ اغیار پر چھوڑ سکیں۔

ظلم کے خلاف احتجاج:

جب ہمارا برابر احتجاج میں دیکھا جانا بھارت کو ہضم ہونے لگے گا تو اپنا ذاتی احتجاج بھی آسان ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اغیار سے بھی تعداد آئے۔ سیاست میں ایک کہاوت ہے: ''شور مچاو، بات بناؤ''۔ یہی چیز کسی سیکولر سیاست میں راس آتی ہے۔ اس میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر آپ کو معمولی کانٹا بھی چبھے تو مل جل کر بلبلا اٹھیں۔ آہ وفغاں کریں۔ چیخیں، چلائیں، ملک سر پر اٹھالیں، سوشل میڈیا کا استعمال کریں اور اقوام عالم کو آپ بیتی بتائیں۔ اگر آپ نے آج کانٹا چبھنے پر صبر کرلیا تو آئندہ گردن کے کاٹ دیے جانے پر بھی صبر کا حوصلہ رکھیں۔

قیام امن کے لیے انفرادی تعاون:

دعوتی نیت سے ہنود سے روابط ڈھونڈے جائیں۔ ہر ملاقات میں ان پر اپنی اسلامی چھاپ چھوڑیں اور اگر کام کا لگے، آپ سے متاثر ہو تو دعوتی کتب، اور مترجم ہندی اسلامی کتابیں پڑھنے کو دیں۔ تقسیم کتب کی شروعات مزاروں سے کی جاسکتی ہے۔

اجمیر و بہرائچ سے بڑی سرگرمی شروع کی جاسکتی ہے۔ یقیناً اسلام کو جس نے پڑھا ہے، وہ اسلام سے قریب ہی ہوا ہے۔ ایک سوامی لکشمی شنکر آچاریہ ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ انسانیت کو راہ راست پر لانے کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔

2018 میں طلاق ثلاثہ بل کے ہنگاموں کے دور میں کانگریس کی ایک خاتون لیڈر رنجیت رنجن کی لوک سبھا کی تقریر سنیں۔

انہوں نے کہا کہ:

> ''میری ایک مسلم سہیلی نے مجھ سے قرآن کا تعارف کرایا۔ میں دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں اس بل کا جس کی وجہ سے ہم نے قرآن کو دل سے پڑھا۔ طلاق کے حوالے سے سورۃ النسا اور سورہ البقرہ کو پڑھا۔ جس میں پوری تفصیل سے اتنے اڈوانس قوانین پہلے ہی سے موجود ہیں کہ مجھے فخر ہے قرآن پر، اس سے مضبوط طلاق کا طریقہ ہو ہی نہیں سکتا''۔

ان کی تقریر یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ لوگوں سے اسلام کا تعارف کرانا کس قدر ضروری اور ناگزیر امر ہے۔ سوچیے کہ لوک سبھا کے ایوان میں اس قدر منفی ماحول میں کس طرح انہوں نے کہا ہوگا کہ: ''ہمیں فخر ہے قرآن پر'' اور وہ بھی کسی ہندو خاتون کا۔ ہمیں اسلام کے اندر کا یہ اعجاز بروئے کار لانا ہوگا۔

مضبوط معاشرے کی تشکیل:

زیادہ تر ظالموں کے ظلم کا تختہ مشق غریب اور تعلیمی پسماندہ لوگ بن جاتے ہیں۔خواہ مسلم ہو یا دلت۔پورے بھارت میں فسادات کا سب سے گندہ ریکارڈ شمالی بھارت کا ہے۔وجہ اس کی تعلیمی پسماندگی ہے۔شمالی بھارت سے زیادہ جنوبی بھارت کے شانت ہونے کی وجہ تعلیم ہے۔جہل ایک اندھیرا ہے جس میں تشدد اور گنوار پن ہے۔اکثر محنت سے سیکھا گیا علم آدمی کو سنجیدہ بنا دیتا ہے۔

صاحبو! وہ دن گئے جب ہم اپنی شان و ہیبت محلات اور قلعوں سے جتاتے تھے۔اب مادی علوم کا دور ہے۔کالجز بنانے ہوں گے۔دیکھتے نہیں ٹھاکروں، برہمنوں کے نام کے کالجوں کی بہتات ہے۔پورے بھارت میں جال بچھا ہوا ہے۔نسلیں ان کالجوں میں پڑھتی رہیں گی اور ان کی ذاتوں سے مرعوب ہوتی رہیں گی۔ان کی بالادستی قبول کرتی رہیں گی۔ہمیں اسکول و کالج بنانے ہوں گے۔مسلمانوں کی تعلیم کے لیے اور شان اسلام کے لیے۔ہمارے یہاں ناموں کی کمی نہیں ہے۔ایسے ایسے نام ہیں جو حلقۂ علوم عصریہ میں بڑے احترام سے لیے جاتے ہیں۔فرض کریں، علامہ ابن رشد کالج، ابن سینا انٹر کالج، الفارابی انسٹی ٹیوٹ، یعقوب الکندی اکیڈمی، ابن الہیثم انٹرمیڈیٹ کالج، جابر بن حیان پالیٹکنک، وغیرہ وغیرہ نام ہوں تو کتنا اچھا ہوگا۔بھارت کی نسلیں پڑھیں گی، دل و دماغ میں ناموں کا اثر باقی رہے گا اور بغیر کسی فہمائش وتقریر کے مسلمانوں کا قد بڑا ہوگا۔

ماہر وکلا کی ضرورت:

فسادات کی مار ہی کیا کم ہوتی ہے کہ ایک اور مرحلہ سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔وہ ہے فرضی مقدموں کی باڑھ اور بلا ثبوت جیلوں میں ٹھونسنے کی ہوس۔مسلمان کا قتل ہو تو نامعلوم افراد پر مقدمہ، اور ایک سنگھی کا ہو تو درجنوں مسلمانو ں پر مقدمہ اور گھروں سے اٹھانے کا کھیل۔حالیہ دہلی فساد رپورٹ کے مطابق اب تک تقریبا 2650 لوگوں کی گرفتاریاں ہوئیں ہیں۔ان میں ہندو صرف 550 ہیں۔باقی 2100 مسلمان ہیں۔اپنے وکلا کی عدم دستیابی امت کے لیے بڑا پریشان کن قضیہ ہے۔کون ان بےقصوروں کا مقدمہ لڑے، اور کون مظلوموں کی مسیحائی کرے، لہٰذا اب ہمیں اپنے بچوں کو وکالت پڑھانا ہوگا، اور یہ وقت کا جبری تقاضہ ہے۔ وکالت ہے بھی رتبے اور پیسے والا پیشہ۔گریجویشن کے بعد تین سالہ کورس ہے۔

ملی تنظیموں کو متحد کرنا:

ہمارے یہاں تنظیم وتحریک کی کوئی کمی نہیں ہے۔ہر ایک کا اپنا اپنا دائرہ کار ہے، تاہم یہ ساری تنظیمیں آپس میں روابط میں رہیں تو سب کو سیکھنے کے مواقع ملیں گے، اور سب بہتر ڈھنگ سے کام کر سکیں گے۔تنظیمیں ممبر سازی کرتی

ہیں۔ چاہیے کہ ہر تنظیم کے ممبرز ایک بڑی تنظیم کے بھی ممبر بنیں، مثال کے طور پر ایم ایس او کے بھی ممبر بنیں اور آپ اپنی تنظیم کی ممبر شپ بھی رکھیں، یا کئی تنظیموں کی ممبری لے لیں۔ یہ طریقہ آپ کو قوت اتحاد فراہم کرے گا اور پر جوش رکھے گا ۔اس کے علاوہ آپ مختلف این جی اوز اور ہیومن رائٹس سماجی تنظیموں سے بھی روابط رکھ سکتے ہیں۔

عام احتیاطیں:

عام گزرگاہ، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، اور عام جگہوں پر آپس میں سلام وکلام کے ذریعے متحد اور مربوط ہوجائیں۔ارطغرل غازی ڈرامہ کا آجکل لوگ موبائل ٹون استعمال کرتے ہیں۔ کسی کا وہ ٹون بجا، سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں مسلمان لوگ موجود ہیں۔ بغیر مزاج ٹٹولے کسی سے بات نہ کریں۔ ہندوؤں کے عام حساس تیوہار جیسے رام نومی، کانوڑ یاترا، ہولی، درگا پوجا، دسہرہ وغیرہ میں ان کے قریب جانے سے بچیں۔خاص کر رام نومی میں، اس میں ایک جلوس نکلتا ہے، آگے ٹریکٹر یا ٹرالی پر رام، لکشمن اور سیتا کا مجسمہ ہوتا ہے اور پیچھے بھیڑ ہوتی ہے جو غیر قانی طور سے تلوار، بھالے اور دھاردار اسلحے لیے ہوتی ہے۔اس کے قریب کبھی نہ جائیں۔

قبل از وقت فساد کا اندازہ کیسے کریں؟:

کوئی معمولی جھڑپ ہوئی ہو، یا گائے کاٹ کر کسی نے شرارتاً پھینک دی ہو، یا کہیں ہنود کے کسی مجسمے کو نقصان پہنچایا گیا ہو، یا اس طرح کی کوئی اور بات ہوئی ہو تو اس کو بڑا بنانے اور مختلف سنگھٹنوں کے ذریعہ فرقہ وارانہ شکل دینے کی برابر کوشش ہورہی ہو، اور بھڑکاو لیڈروں کا آنا جانا ہورہا ہو، اور نفرت آمیز بیانات دیئے جارہے ہوں اور جب میڈیا اسکو کور کررہا ہو، اور لگاتار زہر اگل رہا ہو، تب حالات کو اچھا نہیں سمجھنا چاہیے، پھر ان امور کی طرف توجہ دینی چاہیے کہ اجنبیوں کی آمد ورفت بڑھ تو نہیں رہی، شاکھائیں کتنی ہیں۔ان کے پدادھیکاری کون کون ہیں۔ وہاں معمول سے زیادہ بھیڑ تو نہیں لگ رہی ہے۔ اگر ایسا ہورہا ہو تو مادر وطن کے حق میں ایکتا منچ یا کوئی اور، اُس جگہ کے ایم ایل اے، سانسد، ڈی ایم، ایس پی، لوکل نیتا پردھان یا سبھاسدن سب سے ہنگامی ملاقات کریں اور حالات سے آگاہ کرتے رہیں، اور اگر یہاں سے مایوسی ہاتھ لگے اور بغیر کاروائی کے صرف دلاسے اور آشواسن دیا جارہا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ ارض مادر وطن کو یہ لوگ پھر سے ایک بار خون سے رنگین کردینا چاہتے ہیں۔

ماحول بگڑنے پر ہماری حفاظتی تدابیر:

مختلف علاقوں اور انکی جغرافیائی طول وعرض اور آبادیوں کی قلت وکثرت کے اعتبار سے حفاظتی تدابیر کی صورت حال مختلف ہوسکتی ہے، تاہم حالات خراب ہونے پر آپ اپنی دکانوں، مکانوں کے مہنگے سامان نکال لیں۔

نیم پلیٹ یا نیم بورڈ یا بینر جس سے مذہب کی شناخت ہوتی ہو، نکال لیں۔ دعاوں سے حصار کریں۔ کچھ لیموں، مرچ ، دھاگے وغیرہ کا استعمال بطور خداع کر لیں، یا بروقت کلر پینٹ لے لیں یا زعفرانی رنگ لے لیں اور اس سے کچھ ایسا لکھیں جس سے شناخت مشکل ہو جائے۔

اگر چہ یہ بات درست ہے کہ غداروں کے ذریعہ آپ کی دوکانوں اور سرحدی علاقوں کے مکانات کے اعداد وشمار پہلے ہی محفوظ کر لیے جاتے ہیں کہ اتنے کو نقصان پہنچانا ہے، مگر آپ ان کی شناخت کرنے میں شبہ پیدا کر سکتے ہیں۔ روشنی کا خوب انتظام رکھیں، کیوں کہ ایسے وقت بجلی کٹ جاتی ہے۔ خفیہ کیمرے ہوں۔ ظاہری کیمرے کام نہیں آئیں گے۔ سب مل جل کر سب سے زیادہ سرحدی آبادی کا خاص خیال رکھیں، کیوں کہ وہ محفوظ تو آپ محفوظ ۔ دور لگی آگ کو قریب آنے میں وقت نہیں لگتا۔ وہاں، خفیہ کیمرے لگائیں۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو کسی محفوظ جگہ لے جائیں۔

فسادی آپ کے علاقے کو پڑھتے ہیں اور پورے پلان سے فساد کرتے ہیں، اس لیے علاقے کی ساخت کے لحاظ سے دفاعی خاکہ مرتب رکھیں، اور برابر اس کو بہتر بناتے رہیں۔ اس پر عملی مشق بھی کرتے رہیں۔ قانون ''رائٹ ٹو سیلف ڈیفنس''، یعنی اپنے دفاع کا حق دیتا ہے، تا کہ آپ اپنی جان و مال، عزت وآبرو کی حفاظت کر سکیں۔ پریشانی کے عالم میں بدحواس ہونے کی جگہ عقل سے کام لیں۔

سجدوں اور اذکار سے اپنی روحانی طاقت مضبوط رکھیں کہ پائے استقلال واستقامت میں جنبش نہ آنے پائے۔ درد وزخم پر صبر کریں، اور کبھی یہ ناسازگار حالات اس لیے بھی آتے ہیں، تا کہ آزمائش میں مبتلا کر کے یہ دیکھا جائے کہ وہ صبر وثبات قدمی کے تقاضے پورے کرتے ہیں یا ان کے پائے استقلال میں لغزش آ جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ''(سورہ بقرہ: آیت 155,156)

ترجمہ: اور ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی ہی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔

صاحبو! اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی کی جانب سے سارے امور ہیں۔ اس کے بغیر چاہے ایک پتہ نہیں ہل سکتا۔ وہی بھلی
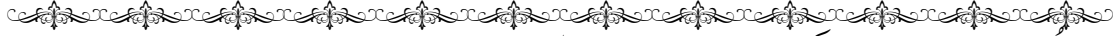
تدبیر سمجھا تا ہے، سواسی کو راضی رکھیں۔ آپس میں نیکیوں کی تلقین کریں۔

خراب حالات اور پریشان کن نتائج کے باوجود ہمیں مایوس ہونے کی قطعا کوئی ضرورت نہیں، اس لیے کہ ہمیں حکم ہے ''لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ'' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

قوموں کی زندگیوں میں انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے اس طرح کے حالات آتے ہیں اور پہلے بھی آتے رہے ہیں، لیکن اب وقت ہے کہ حالات کا جائزہ لے کر مستقبل کے طریقہ کار وضع کریں۔

مقالہ دوم

اقلیتوں پر حملے اور آئینی تدارک

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد زاہد علی مرکزی بن محمد اصغر علی برکاتی 15: نومبر 1989 کو موضع باگی، تحصیل کالپی شریف (ضلع جالون یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ حفظ قرآن کی تکمیل جامعہ غوثیہ شکوریہ (بلہور: کانپور) میں کی۔ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد اکبر علی برکاتی سے حاصل کی۔ 1433 مطابق 2011 میں جامعۃ الرضا (بریلی شریف) سے شعبہ فضیلت کی سند وفراغت حاصل کی۔

شیخ العلما حضرت مفتی رحمت اللہ قادری بلرامپوری شاگرد خاص صدر العلما حضرت غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ بندیل کھنڈ یونیورسٹی (جھانسی) سے بی اے (سوشیالوجی) کی ڈگری حاصل کی۔

ابھی دارالعلوم غوثیہ مجیدیہ (مرزا منڈی، کالپی شریف: جالون) میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ متعدد کتب ورسائل اور بہت سے مضامین ومقالات تحریر فرمائے۔

ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) کے مستقل مضمون نگاروں کی ٹیم میں شامل ہیں۔

رابطہ نمبر: +917703091212

اقلیتوں پر حملے اور آئینی تدارک

تحریر: مولانا محمد زاہد علی مرکزی (کالپی شریف)
چیئرمین: تحریک علمائے بندیل کھنڈ (یوپی)
رکن: روشن مستقبل (دہلی)

سپریم کورٹ نے ملک میں ہجوم کے ہاتھوں بڑھتے ہوئے تشدد پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ستمبر 2017 میں کہا تھا کہ گائے کے تحفظ یا بچوں کے اغوا کے شبہے میں کیا جانے والا اجتماعی تشدد (ماب لنچنگ) ایک سنگین جرم ہے ،اور اسے روکنا سبھی ریاستوں کی ذمے داری ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ ریمارکس راجستھان، ہریانہ اور اتر پردیش کی حکومتوں کے خلاف توہین عدالت کی ایک درخواست کی سماعت کے دوران دیے۔ اس درخواست میں کہا گیا تھا کہ ان ریاستوں نے ہجومی تشدد روکنے کے لیے سپریم کورٹ کی ہدایات پر عمل نہیں کیا ہے۔

سپریم کورٹ نے ستمبر 2017 میں یہ حکم دیا تھا کہ ''ماب لنچنگ'' روکنے کے لیے ملک کے ہر ضلع میں ایک اعلیٰ پولیس افسر مقرر کیا جائے جو اس طرح کے واقعات روکنے کے لیے حالات پر گہری نظر رکھے، لیکن حکومت، طلاق ثلاثہ، رام مندر، این آر سی، سی اے اے، جن سنکھیا، فیملی لا، سول کوڈ پر تو بہت متحرک نظر آتی ہے، پر لنچنگ پر سپریم کورٹ کے فرمان کے بعد بھی کوئی سدھ نہیں لیتی ہے۔ حکومتی غنڈوں کا ضمانت پر رہا ہوتے ہی ہار پہنا کر، پھول برسا کر استقبال کیا جا رہا ہے۔

وجہ صاف ہے۔ انھیں ایسا ہی بھارت چاہیے جو مسلمانوں کو دوسرے درجے کا شہری بنائے۔ نہ انھیں حقوق دیے جائیں اور نہ ہی ان کی سنی جائے۔ مریں، کٹیں، لوٹے جائیں، ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جائیں اور آواز اٹھانے والا کوئی نہ ہو۔ .

یہ کیسے شاکاہاری (گوشت نہ کھانے والے) ہیں؟

دراصل گایوں کی حفاظت کے نام پر کچھ لوگوں نے گؤ شالائیں کھول رکھی ہیں، جس کی وجہ سے غنڈہ گردی کی جارہی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اکثر گائے کے محافظین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انسان کا کسی بھی جاندار کا گوشت کھانا ان میں تشدد کو جنم دیتا ہے، مگر دیکھئے کہ یہ گورکشک (گائے کے محافظین) تو ویجیٹیرین ہیں، یعنی گوشت نہیں کھاتے، پھر ان میں تشدد کہاں سے آیا؟

کیا گائے کے نام پر مسلمانوں، دلتوں، کسانوں کو ماردینا یہ تشدد نہیں؟ وہ خود تو متشدد ہیں اور دعویٰ ہے کہ گوشت استعمال کرنے والے لوگ تشدد پسند ہوتے ہیں رات میں سڑکوں میں چیکنگ کرتے ہیں اور گائے ملنے پر بلا سوچے سمجھے مارتے پیٹتے ہیں۔ یہی نہیں، بسا اوقات تاجروں کو گوبر اور پیشاب کو ملا کر کھلایا بھی ہے اور جب اس سے بھی جی نہیں بھرتا تو اس شخص کا قتل بھی کردیتے ہیں۔ یہ سلسلہ انڈیا میں تو بہت پہلے سے چل رہا ہے، مگر اس میں تیزی 2007 کے بعد آئی۔ 2014 کے بعد تو اس میں اس قدر اضافہ ہوا کہ سپریم کورٹ کو بھی ریاستوں کے نام حکم نامہ جاری کرنا پڑا۔ یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

آیئے! اس طرح کے رونما ہونے والے حادثات کے اعداد وشمار جان لیتے ہیں، جن میں بھیڑ، یا گورکشکوں نے بے بنیاد الزام لگا کر سیکڑوں افراد کو قتل کردیا۔

ستمبر 2014 اتر پردیش کے دادری میں محمد اخلاق کو صرف اس لیے خونی بھیڑ نے ماردیا کہ کسی نے کہہ دیا تھا کہ اخلاق کے گھر میں گائے کا گوشت ہے۔ یہ معاملہ انٹرنیشنل میڈیا پر بھی بہت اچھلا اور ساری دنیا نے اس واقعے کی مذمت کی۔

اکتوبر 2014 ہماچل پردیش کے "لاواس" گاؤں میں بجرنگ دل کے افراد نے ایک بے قصور شخص پر گائے کی تسکری کا الزام لگا کر قتل کردیا۔

یکم اکتوبر 2014 کو کشمیر کے "اودھم پور" میں بھی انہیں گورکشکوں نے ایک بے گناہ ٹرک کلینر کو قتل کردیا۔

2 جنوری 2016 پنجاب کے ضلع "روپ نگر" میں بھینسوں کی چربی لے جانے والے دوٹرکوں پر گوکشی کا جھوٹا الزام لگا کر جلادیا۔

13 جنوری 2016 مدھیہ پردیش کے "خرکیہ" ریلوے اسٹیشن پر گورکشکوں نے ایک مسلم پر گائے کا گوشت لے جانے کا الزام لگا کر خوب پیٹا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ گوشت گائے کا نہیں تھا۔

4 مارچ 2016 ہریانہ کے " کروچھیتر " میں گورکشکوں نے سہارنپور کے ایک شخص کا قتل کردیا۔

11 مارچ 2016 راجستھان کے "میواڑ" یونیورسٹی میں گورکشکوں نے کشمیری طلبہ پر گائے کا گوشت کھانے کا جھوٹا الزام لگا کر انہیں مارا، اور گرفتار کروادیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ گوشت بھی گائے کا نہیں تھا۔

17 مارچ 2016 - جھارکھنڈ کے "لاتیہار" میں "گورکشا سمیتی" کے افراد نے دو تاجروں کو مار کر ان کی لاشیں درخت پر لٹکا دیں۔

27 مارچ 2016 پنجاب کے "روپ نگر" کرالی روڈ پر گورکشکوں نے ٹرک ڈرائیور ملیکا رسنگھ کی پٹائی کر دی جب کہ وہ گائے نہیں، بھینس کی چربی لے جا رہا تھا۔

31 جولائی 2016 پنجاب کے ہی "مکتسر" ضلع میں گورکشکوں نے "راکیش کمار" نامی شخص پر گوکشی کا الزام لگا کر جم کر پیٹا۔

31 مئی 2016 راجستھان میں نیشنل ہائی وے 13 پر ایک سو چالیس لوگوں نے تین ٹرک ڈرائیوروں کو روک کر جم کر پیٹا، پولیس کے روکنے پر پولیس کی بھی پٹائی کر دی اور ٹرک کو آگ کے حوالے کر دیا۔

2: جون 2016 - ہریانہ کے "کرنال" میں گورکشکوں نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔

10: جون 2016 - گورکشکوں نے رضوان مختار نامی شخص پر گائے کا گوشت بیچنے کا الزام لگا کر گوبر (جانوروں کا فضلہ) کھلایا۔

11 جولائی 2016 - گجرات کے "اونا" ضلع کے "موٹا سمادھیہ" گاؤں میں طبعی موت سے مری ہوئی گائے کی کھال اتار رہے سات دلتوں کو 34: گورکشکوں نے بے دردی سے لوہے کی راڈ سے پیٹا اور ان کے ہاتھ باندھ کر ان پر کوڑے برسائے اور ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر وائرل کیا۔ اس کی مخالفت میں دلتوں نے مظاہرے کیے جس میں ایک شخص کی جان چلی گئی۔

26: جولائی 2016 - گورکشکوں نے مدھیہ پردیش کے "مندسور" ریلوے اسٹیشن پر ایک مسلم عورت کو گائے کا گوشت لے جانے کے الزام میں کھلے عام سر بازار پیٹا۔

6: اگست 2016 کو مدھیہ پردیش ہی کے "رائے سین" میں ایک سڑک حادثے میں ایک ٹرک سے تین گائیں ٹکرا گئیں، ٹرک ڈرائیور منو بھائی اور کلینر محسن کو خونی بھیڑ مارنے پہنچ گئی۔ جان کی حفاظت کے لیے انہیں "برنا" ندی میں چھلانگ لگانا پڑی جس کی وجہ سے ٹرک ڈرائیور کی موت ہو گئی۔

5: اپریل 2019 کو گجرات میں ایک دلت کو لوہے کی راڈ سے پیٹ کر مار ڈالا گیا۔

7: اپریل 2019 کو آسام میں ایک مسلم شخص کو گایے کے گوشت کو بیچنے کی وجہ سے سخت زدوکوب کیا گیا۔ ساتھ ہی خنزیر (سور) کا گوشت بھی جبرا کھلایا گیا اور ویڈیو بھی وائرل کیا گیا ہے۔

5: ستمبر 2020 - حالیہ معاملہ یوپی کے بریلی کا ہے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق بریلی میں 32: سالہ مسلم نوجوان باسط علی کو انتہا پسندوں کے ایک ہجوم نے چوری کے شک میں بری طرح زدوکوب کیا۔ ان پر تار چوری کرنے

کا جھوٹا الزام عائد کر کے ہندو شدت پسندوں نے کئی گھنٹے تک اسے درخت سے باندھ کر رکھا اور جم کر اس کی پٹائی کی۔اس کی اطلاع جب پولس کو ملی اور پولس موقع واردات پر پہنچی تو ہجوم نے باسط کو پولس کے سپرد کر دیا۔اس واقعہ کا بے چین کر دینے والا ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر گشت کر رہا ہے۔

وہیں مقتول کی ماں نے میڈیا سے کہا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ باسط کو کچھ لوگ پیٹ رہے ہیں،تو میں نے اپنے چھوٹے بیٹے کو اسے بچانے کے لیے کہا،لیکن وہ اتنا ڈر گیا تھا کہ اس نے خود کو ایک کمرے میں بند کرلیا۔(روزنامہ سہارا-حیدرآباد 6:ستمبر)

6:ستمبر 2020 کو ایک اواقعہ دہلی کے این سی آر میں بروز اتوار پیش آیا۔محمد آفتاب گڑگاؤں سے بلند شہر اپنی کار سے ایک سواری کو لے کر گئے۔واپسی میں کچھ لوگوں نے لفٹ مانگا اور کہا کہ آگے چھوڑ دو۔یہ لوگ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے۔مسلمانوں کے خلاف بولنے لگے۔محمد آفتاب کو شک ہوا،اور انھیں لگا کہ یہ لوگ صحیح نہیں ہیں۔انھوں نے فوراً اپنے بیٹے کو فون لگایا اور موبائل کالنگ پر رکھ دیا۔آفتاب کے بیٹے صابر کو گاڑی میں بیٹھے لوگوں کی پوری آواز سنائی دے رہی تھی۔

پانچ منٹ تک مسلمانوں کے خلاف الٹا سیدھا بولنے کے بعد گاڑی میں بیٹھے دو افراد نے محمد آفتاب سے کہا۔جے شری رام کہو۔جے شری رام بولو۔آفتاب نے بولنے سے انکار کر دیا۔انھوں نے شراب پینے کو کہا۔آفتاب نے اس سے بھی انکار کر دیا۔یہ ساری باتیں آفتاب کے بیٹے صابر سن رہے تھے اور آڈیو بھی ریکارڈ ہو رہی تھی۔اس کے بعد کار میں بیٹھے دہشت گردوں نے آفتاب کو مارنا شروع کر دیا۔موبائل آن تھا،اس لیے آواز صابر کو سنائی دے رہی تھی۔کچھ دیر بعد فون کٹ ہو گیا۔

آفتاب کے بیٹے صابر نے پولس اسٹیشن میں جا کر شکایت درج کرائی۔پولس نے لاسٹ لوکیشن کا پتہ لگایا۔چتارو نام کی جگہ آخری لوکیشن تھی۔وہاں پر یہ لوگ گئے اور جانے کے بعد فوراً گاڑی تلاش کی گئی اور بادل پور پولس اسٹیشن سے چار کیلومیٹر کی دوری پر کار کھڑی مل گئی۔وہاں دو پولس والے بھی موجود تھے۔صابر نے پوچھا ۔میرے والد کہاں ہیں؟

پولس نے کہا: آپ کو ہاسپٹل چلنا پڑے گا۔ہاسپٹل جانے کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے والد آفتاب کی موت ہو چکی ہے۔دن دہاڑے قتل اور ماب لنچنگ کا یہ واقعہ راجدھانی دہلی میں پیش آیا۔

10:ستمبر 2020-اخلاق سلمانی نام کا ایک نوجوان،روزی روٹی کی تلاش میں "پانی پت" جاتا ہے۔وہاں اس سے گناہ یہ ہوتا ہے کہ پیاس کی شدت کی بنا پر پانی مانگ لیتا ہے۔بس کیا تھا،خون کے پیاسے درندے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

پانی کے بدلے بھیڑ اس قدر مارتی ہے کہ اسے ہوش بھی نہیں رہتا۔ مار مار کر ادھ مرا کر دیا جاتا ہے اور وہاں سے قریبی "آرا مشین" لے جا کر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، کیوں کہ اس کے ہاتھ میں 786 کے عدد کندہ تھے، پھر اسی حالت میں اسے ریلوے ٹریک پر پھینک دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے مزید واقعات بھی ہوئے ہیں۔ یہ چند واقعات بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں۔

بے خوف قاتلوں کو کون روکے گا؟

ہم ایسا بھارت دیکھ رہے ہیں جہاں قاتلوں کے دلوں میں قانون کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی انھیں کوئی خوف ہے۔ جب چاہتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، کسی نہتھے مسلمان یا دلت کو گھیر کر مارتے پیٹتے ہیں۔ ان سب میں میڈیا کا کردار بھی خوب ہے۔ کوئی ایسا موقع نہیں جاتا کہ میڈیا مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش نہ کرتی ہو۔

ایک ہفتے میں یہ چوتھی لنچنگ ہے، مگر میڈیا سے لنچنگ کی خبریں اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر ان قاتلوں پر لگام کون لگائے گا اور انھیں روکنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ کیا حکومت اس دن کے انتظار میں ہے جب مظلوم کو اپنی عدالت قائم کرنا پڑے گی۔ خود اپنے ہاتھوں انصاف کرنا پڑے گا؟ اگر ایسا ہوتا ہے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دیش کی کیا حالت ہوگی۔ حکومت کو انصاف سے کام لیتے ہوئے اس پر سخت قوانین بنانے اور ان کے نفاذ کی ضرورت ہے۔

میڈیا کا کردار!

یوں تو میڈیا 2014 سے ہی اپنا رنگ دکھا رہا ہے، مگر کورونا کے شروعاتی ایام میں جس قدر تبلیغی جماعت کو لے کر میڈیا ٹرائل ہوا، اس نے پورے انڈیا میں ایسا ماحول بنایا کہ ہر طرف لوگ مسلمانوں کو ہی اس بیماری کا ذمہ دار سمجھنے لگے۔ پولیس سے لے کر طبی عملہ تک مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرنے لگا، جبکہ نہ جانے کتنے مندر لاک ڈاؤن کے بعد تک کھلے رہے اور بھیڑ بھی ہوئی۔ مذہبی رسومات بھی ہوئیں۔ حکومت خود کہتی رہی کہ انڈیا میں کوئی خطرہ نہیں۔ فروری سے اسکینگ ہو رہی ہے، مگر مارچ آتے آتے سب کچھ تبلیغی جماعت اور مسلمانوں کے کھاتے ڈال دیا گیا۔

یہی حال 8: جون 2020 کو اِن لاک ون کے دوران دیکھنے کو ملا، جب حکومت نے مذہبی مقامات کو مشروط طور پر کھولنے کی اجازت دی اور الکوحل بیسڈ سینیٹائزر کو لازم قرار دیا۔ اس پر بھوپال اور راجستھان کے کئی بڑے مندروں کے پجاریوں نے صاف منع کر دیا کہ ہم مندر جیسی پوتر (پاک) جگہ پر شراب جیسی گندی چیز کے استعمال کو نکارتے ہیں اور ایسے کسی سینیٹائزر کا استعمال نہیں کریں گے جو الکوحل بیسڈ ہو، لیکن جب یہی اعلان بریلی شریف اور کچھ جگہوں سے ہوا تو میڈیا ٹرائل دیکھتے ہی بنتا تھا۔

کوئی سرخی لگا رہا تھا کہ "دیش دقیانوسی سوچ سے لڑے یا مہاماری سے؟" "مہاماری میں مولاناؤں کی من مانی "بریلی کے مولانا کا نیا فرمان" وغیرہ وغیرہ۔ اگر بات کسی مسلمان کی ہو تو میڈیا تحقیق کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتا کہ خبر سچی ہے یا جھوٹی؟

ایک ہیروئن ممبئی کو POK (مقبوضہ کشمیر) کہہ دے، اور ممبئی جانے سے ڈرے تو دیش بھکت، اور مسلم ایکٹر عامر خان اگر کہہ دے کہ ڈر لگتا ہے، یا ترکی کی فرسٹ لیڈی سے ملاقات کر لیں تو دیش دروہی۔ کنگنا راناوت کا غیر قانونی آفس ٹوٹے تو پوری حکومت ساتھ کھڑی ہو، نہ صرف کھڑی ہو، بلکہ وائی پلس سیکوریٹی بھی فراہم کرے، اور جامعہ کی لائبریری پر حملہ ہو تو اسٹوڈنٹس کو بری طرح مارا پیٹا جائے، تابڑ توڑ گولیاں چلائی جائیں، لیکن حکومت خاموش رہے۔

جے این یو میں کھلے عام غنڈہ گردی ہو، اور پولس سوتی رہے، لیکن شاہین باغ میں گولی چلانے والے کو پولیس ایسے لے جائے جیسے برسوں کا بچھڑا دوست ملا ہو۔ ڈاکٹر کفیل، شرجیل عثمانی، صفورہ زرگر، جیسے سیکڑوں نوجوان صرف اس بات پر گرفتار کیے جائیں کہ وہ قانونی طور پر اپنے حق کے لیے مظاہرے کر رہے تھے! اچھا پیمانہ ہے۔

سدرشن نیوز کے اینکر سریش چوہان نے یو پی ایس سی میں کامیاب ہونے والے مسلم بچوں کے خلاف "نوکر شاہی جہاد" نامی شو تیار کیا، ہنگامہ ہوا، جامعہ ملیہ کے بچے ہائی کورٹ گئے، پروگرام نشر کرنے پر روک لگی، پر مرکزی حکومت نے اسے یہ کہہ کر دکھانے کی ہری جھنڈی دے دی کہ کسی پروگرام کو نشر کرنے سے پہلے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ اگر اس میں ایسا کچھ ہوگا تو بعد میں کارروائی کی جائے گی، حالاں کہ ہم اس سے قبل کئی مرتبہ ہندو تنظیموں کے احتجاج پر فلموں کے نشر ہونے سے پہلے ہی متنازع ڈانس یا شارٹس کو فلموں سے ہٹتے ہوئے دیکھ چکے ہیں، مگر "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" یعنی حکومت خود چاہتی کہ نفرت پھیلے اور اس کا فائدہ اٹھائے۔

یہ سب کچھ میڈیا اور حکومتی ملی بھگت ہے۔ دیش خسارے پر خسارہ اٹھا رہا ہے، مگر ہندو مسلم کے درمیان پیدا کی گئی نفرت پھیلا کر کچھ لوگ اپنے مفادات حاصل کر رہے ہیں۔ اگر آج بھارتی نوجوان ان سب کے خلاف متحد نہیں ہوتے تو ہم ایسا بھارت دیکھیں گے کہ جہاں نہ اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہوں گے اور نہ ہی کسی پچھڑی قوم کے!!!

28 ستمبر 2015 سے 10 ستمبر 2020 تک 200 سے زائد افراد ماب لنچنگ کا شکار ہو چکے ہیں، جن میں راجستھان میں افرازل، پہلو خان، دادری کے محمد اخلاق، حافظ جنید وغیرہ کے معاملات نے کافی طول پکڑا، یہاں تک کہ پردھان منتری کو بیان دینا پڑا، لیکن گورکشکوں پر اس کا کچھ خاص اثر نہ ہوا، اور برابر اس قسم کے واقعات دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ امید ہے کہ مستقبل میں ان میں کمی ہوگی، کیوں کہ یہ ماحول دیش اور دنیا دونوں کی سالمیت کے لیے خطرہ ہے۔

آئینی تدارک کیا ہیں؟

7: ستمبر 2020 کو "تحریک فروغِ اسلام" کے "تحفظ ناموسِ رسالت کنونشن" (ممبئی) میں ملک کے مشہور ایڈوکیٹ محمود پراچہ صاحب نے چند مفید قانونی نکات بیان کیے جنھیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ہر مسجد میں وکیلوں کی ٹیم کو ساتھ رکھیں، جو قانونی کاغذات کی تیاری میں معاون ثابت ہو، اور مشکل وقت میں کام آئیں۔

کوئی بھی مظاہرہ کرنا ہو، یا کسی مطالبہ کے لیے پولیس کمشنر وغیرہ کے پاس نہ جائیں، بلکہ عوامی نمائندے (ایم پی/ ایم ایل اے) کے دفتر جا کر مظاہرہ کریں، کیوں کہ وہ ہمارا منتخب کردہ نمائندہ ہے۔ اس کی بات پر ضرور ایکشن لیا جائے گا۔

ایسے قانونی راستے اختیار کرنا چاہیے جو آسان ہوں، کسی قسم کا نقصان نہ ہو، لیکن کبھی ڈرنا، جھجکنا نہیں چاہیے۔ ہمیں جو بھی کرنا ہے، وہ سچ، انصاف کے ساتھ کرنا ہوگا۔ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔

ہر علاقے میں ایک نمائندہ گروپ بنانا چاہیے، جو ہماری بات اور مطالبات کو قانونی طریقے سے آگے رکھ سکے۔

کسی کے خلاف ایف آئی آر اُس پولیس اسٹیشن میں درج کرانا چاہیے جہاں کے آفیسر سیکولر، انصاف پسند ہوں۔ ایف آئی آر کرانے کے بعد اس کی وصولی کی رسید ضرور لینی چاہیے اور صرف ایف آئی آر رجسٹرڈ کر کے گھر میں نہ بیٹھ رہیں۔

اگر پولیس کوئی کارروائی نہ کرے تو آگے بھی جاتے رہنا چاہیے۔ پولیس کچھ کارروائی نہ کرے تو ایف آئی آر کی رجسٹرڈ کاپی کے ساتھ مجسٹریٹ کے پاس شکایت بھی کر سکتے ہیں۔ اس جدوجہد کے نہایت مفید نتائج مرتب سامنے آئیں گے۔

اس کے علاوہ احتجاج میں خود کی گرفتاری دینا بھی اہم کام ہے۔ احتجاجی گرفتاری گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنے کے لیے اچھا حربہ ہے۔ اس کام کے لیے پہلے سے ہی کچھ لوگوں کو تیار کر لینا چاہیے، جو وقت ضرورت کام آسکیں۔

اس کا خیال بھی رکھیں:

ماب لنچنگ یا حملہ کرنے پر آپ دستور ہند کی ان دفعات کے تحت کارروائی کر سکتے ہیں۔

قتل کی کوشش دفعہ: 307۔ فسادات میں یا لنچنگ کے ساتھ عصمت دری ہوتی ہے تو آپ دفعہ: 376 کے تحت کارروائی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کے گھر میں گھس کر کوئی لوٹ مار کرتا ہے تو بھارتی قانون کی دفعہ: 395 کے تحت ڈکیتی کا مقدمہ کیا جا سکتا ہے۔

اسی دوران اگر کسی کا قتل ہوتا ہے تو دفعہ: 396 کے تحت مقدمہ درج کریں۔ اگر اس سب کے درمیان کسی خاتون کا حمل ضائع کیا جاتا ہے تو دفعہ: 312 کے تحت، خواتین کی شرمندگی جیسے گالی دینا، فحش گوئی کے لیے دفعہ: 354 کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

شام کو خواتین کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا:

ضابطہ فوجداری کی دفعہ: 46 کے تحت شام 6: بجے کے بعد اور صبح 6: بجے سے قبل، بھارتی پولیس کسی بھی خاتون کو گرفتار نہیں کرسکتی۔ چاہے اس سے کتنا بھی سنگین جرم ہو۔ اگر پولیس ایسا کرتی ہوئی پائی جاتی ہے تو گرفتار، پولیس افسر کے خلاف شکایت (مقدمہ) درج کرسکتا ہے۔ اس سے اس پولیس افسر کی نوکری خطرے میں پڑسکتی ہے۔

پولیس افسر آپ کی شکایت لکھنے سے انکار نہیں کرسکتا:

آئی پی سی کے سیکشن 166: اے کے مطابق، کوئی بھی پولیس افسر آپ کی شکایات درج کرنے سے انکار نہیں کرسکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر اس کے خلاف سینئر پولیس آفس میں شکایت درج کی جاسکتی ہے۔ اگر پولیس افسر قصوروار ثابت ہوتا ہے تو اسے کم سے کم 6: ماہ سے 1 سال تک قید ہوسکتی ہے، یا پھر اسے اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑ سکتے ہیں۔

چوک کہاں ہوتی ہے؟

ہماری سب سے بڑی ناکامی اس وقت ہوتی ہے جب ہم کورٹ میں کیس درست طور پر فائل نہیں کر پاتے، یا پھر گواہ پیش نہیں کر پاتے، یا گواہ مکر جاتے ہیں، مثلاً کسی جگہ ماب لنچنگ کی کوشش ہوئی، کئی افراد نے آپ کو زدوکوب کیا، آپ پولیس کے پاس جاتے ہیں اور اور انجان لوگوں کے خلاف ایف آئی آر درج کراتے ہیں۔ یہاں کیس لچر ہوجاتا ہے۔

اگر ممکن ہو تو رپورٹ مؤخر کریں، لیکن ایسے کسی بھی واقعے میں کم از کم ایک فرد پر نام درج رپورٹ کریں۔ ایسا کرنے سے آپ کا کیس مضبوط ہوگا اور پولیس کو کارروائی میں آسانی ہوگی۔ بعدہ کتنے لوگ تھے اور ایسا کیوں کیا؟ یہ پولیس اگلوالے گی۔ پولیس کارروائی نہ کرے تو مذکورہ بالا طریقہ استعمال کریں۔ پولیس سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ملے گی۔

اگر ہم اصل واقعے کو کورٹ میں مضبوطی سے لے جائیں، تب مجرمین کے بچنے کے چانس بہت کم ہوجاتے ہیں، اس لیے وکیل سے مشورے کے بغیر FIR نہ کریں۔ گواہ ایسے رکھے جائیں جو کسی بھی صورت حال میں اپنے

بیانات واپس نہ لیں اور نہ ہی گواہی سے مکریں، یعنی گواہ گھر کے افراد یا بہت ہی قابل اعتماد لوگوں کو بنائیں، ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

آئین ہند کے مطابق آئی پی سی کی دفعہ: 96 سے 106: تک میں خود کی حفاظت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے تحت ہر شہری کو اپنی حفاظت، اپنی بیوی، اپنے بچوں، اپنے قریبیوں اور اپنے مال کی حفاظت کا حق حاصل ہے۔ بعض اوقات اگر سنگین حالات بنتے ہیں اور آپ اپنی یا اپنے قریبیوں، مال ومتاع کی حفاظت کرتے ہوئے کسی کی جان بھی لے لیتے ہیں تو Right to self Defence کے تحت آپ کو رعایت مل سکتی ہے۔

سیکشن 100: کے مطابق اپنی حفاظت کرتے ہوئے اگر حملہ آور کی جان چلی جائے تو آپ بچ سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ ایکٹ کیا گیا ہو، یعنی حملہ آور سے شدید چوٹ پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے، یا عصمت دری کا خطرہ ہے، یا حملہ آور اغوا کرنے کی کوشش کر رہے ہوں، ایسی صورت میں بچاؤ کے لیے کیے گئے اقدام میں حملہ آور کی موت ہو جاتی ہے تو اپنا بچاؤ اسی دھارا کے تحت کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ ثابت کرنا ہوگا کہ جوابی کارروائی انھیں خطرات کے پیش نظر کی گئی تھی۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو حملہ آور کے ہتھیار کے تحت کارروائی کرنا ہوگی، مثلاً حملہ آور نے آپ پر ڈنڈے سے حملہ کیا تو آپ گولی نہیں چلا سکتے، جوابی کارروائی ڈنڈے یا اسی قسم کے آلے سے کرنی ہوگی، اگر کوئی پستول یا بندوق سے حملہ کر رہا ہے تو آپ بھی دفاع میں گولی چلا سکتے ہیں۔

آپ اگر ایسے ماحول میں رہ رہے ہیں، جہاں جان، مال کو خطرہ ہے تو آپ درخواست دے کر Arms Act کے تحت بندوق کے لائسنس کے لیے بھی اپلائی کر سکتے ہیں، نیز عدلیہ کے تحت بھی آپ یہ مانگ کر سکتے ہیں۔

3: جنوری 2018- دلتوں کے پروگرام کو لے کر پونے میں بھڑ کے نسلی تشدد سے مہاراشٹر جھلس گیا، جس کی گونج پارلیامنٹ میں بھی سنائی دی۔ کانگریس نے پارلیامنٹ میں الزام لگایا کہ جہاں جہاں بی جے پی کی حکومتیں ہیں، وہاں دلتوں پر ظلم وستم بڑھا ہے، اگر چہ مہاراشٹر کی ایونٹ کے لیے بی جے پی نے راہل گاندھی اور کانگریس پر نشانہ لگایا، لیکن اگر غور کریں تو ملک کی مختلف ریاستوں میں دلتوں پر حملے کے واقعات مسلسل زیر بحث رہے ہیں۔

بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں دلتوں پر کئی ایسے واقعات پیش آئے ہیں جنہیں لے کر کافی ہنگامہ آرائی بھی ہو چکی ہے۔ روہت ویملا کی خودکشی سے لے کر اونا، سہارنپور اور پونے تک دلتوں پر حملوں کے معاملات پر تنازعہ ہوا ہے، جبکہ ایک وقت دلتوں پر ہو رہے حملوں کے تناظر میں نریندر مودی کو کہنا پڑا کہ اگر کسی کو حملہ کرنا ہے تو مجھ پر کریں، لیکن دلتوں پر نہیں۔ اس کے باوجود دلتوں کو ہراساں کیے جانے کے واقعات مسلسل بڑھ رہے ہیں۔

قابل ذکر واقعہ پونے میں دلت، مراٹھا تصادم کا رہا ہے، جہاں دلت: مراٹھا نسلی تشدد نے سماج میں نئے زخم کو

ہرا کر دیا۔ مہاراشٹر کے پونے میں بھیما کورے گاؤں کی تاریخی جنگ کی 200 ویں سالگرہ کے موقع پر یکم جنوری کو کچھ دلت گروپوں کی طرف سے منعقدا یک پروگرام کے دوران ہندوتوا تنظیموں کی طرف سے تشدد آمیز حملے کیے گئے تھے۔ اس پروگرام میں شریک ہونے والے دلتوں کی گاڑیاں بھی جلائیں اور انہیں مارا پیٹا بھی گیا۔ اس واقعہ میں ایک کی موت ہوگئی تھی۔ (ایس او نیوز- آئی این ایس انڈیا)

بھارتی ریاستوں میں سے مدھیہ پردیش دلت مظالم میں سب سے آگے رہا ہے۔ 2014 میں ریاست کے اندر دلتوں پر ظلم کے 3,294 مقدمات درج ہوئے تھے، جن کی تعداد بڑھ کر 2015 میں 3,546 اور 2016 میں 4,922 ہوگئی۔ ملک میں دلتوں کے خلاف ہونے والے مظالم میں سے 12.1 فیصد مظالم مدھیہ پردیش میں ہوئے۔

دلتوں پر مظالم کے معاملے میں راجستھان دوسرے نمبر پر رہا، تاہم، یہاں ہراساں کرنے کے معاملات میں کمی واقع ہوئی ہے۔ راجستھان میں 2014 میں دلتوں پر ظلم کے 6,735 واقعات درپیش آئے۔ 2015 میں 5,911 مقدمات اور 2016 میں 5,136 واقعات درج ہوئے۔ اس کے بعد، بہار، جہاں بی جے پی اور جے ڈی یو اتحاد حکومت میں ہے، وہاں 2016 میں شیڈول ذاتوں کے خلاف مظالم کے 5,701: واقعات درج ہوئے۔

این سی آر بی (NCRB) کے اعداد وشمار کے مطابق راجستھان کے بعد گجرات کا نمبر ہے، جہاں 2014 میں دلت مظالم کے 1,094 واقعات، 2015 میں 1,010 اور 2016 میں 1,322 مقدمات درج ہوئے تھے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق سال 2016 میں، جہاں شیڈول ذات کے حملوں کی قومی اوسط 20.4 فیصد تھی، گجرات کا حصہ 32.5 فیصد تھا۔

دلت برادری، جو ہمیشہ سے معاشرے میں پسماندہ رہی ہے، ان کو پچھلے 10: سالوں میں بہت خراب صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (این سی آر بی) کے اعداد وشمار کے مطابق، پچھلے 10: سالوں (2017-2007) میں دلت مظالم کے معاملات میں 66: فیصدی اضافہ ہوا ہے۔ اس مدت کے دوران، ملک میں روزانہ 6: دلت خواتین کے ساتھ زیادتی کی جاتی تھی، جو 2007 کے مقابلے میں دوگنی ہے۔ اعداد وشمار کے مطابق بھارت میں ہر 15: منٹ میں دلتوں کے ساتھ مجرمانہ واقعات ہوتے ہیں۔

نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (این سی آر بی) کے ذریعہ جاری کردہ اعداد وشمار ملک میں دلتوں کی حیثیت کی داستان بیان کرتے ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق، پچھلے 4: سالوں میں دلت مخالف تشدد کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ 2006 میں دلتوں کے خلاف جرائم کے 27,070: واقعات رپورٹ ہوئے جو 2011 میں بڑھ

کر 33.719: ہو گئے۔

سال 2014 میں ایس سی کے ساتھ جرائم کے 40,401: واقعات، 2015 میں 38,670: اور 2016 میں 40,801: مقدمات درج ہوئے تھے۔ این سی آر بی کے اعداد وشمار کے مطابق حالیہ 10: سالوں میں دلت خواتین کے ساتھ زیادتی کے واقعات میں بھی دوگنا اضافہ ہوا ہے۔

شیڈول ذاتوں پر مظالم میں گرفتاریاں بھی یوپی سے سب سے زیادہ رہی ہیں۔ اس معاملے میں صرف سال 2018 میں 62,800: افراد کو گرفتار کیا گیا تھا، ان میں سے 20,151: افراد کو یوپی سے گرفتار کیا گیا تھا، جس میں 366: خواتین بھی شامل تھیں۔ اسی دوران 7953: افراد کو سزا سنائی گئی اور 16,852: افراد کو ان الزامات سے بری کر دیا گیا۔

اس طرح یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ بی جے پی کے دور اقتدار میں نہ صرف مسلم، بلکہ پچھڑی قوموں پر بھی خوب ظلم ہوا ہے۔ دیش کی بڑی آبادی پر اس طرح کے واقعات نقصان کا سبب ہیں۔ جیلوں میں بند افراد کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی مسلم اور پچھڑی اقوام کا تناسب سب سے زیادہ نظر آتا ہے، یعنی مسلم اور ہزاروں سالوں سے مصیبتیں اٹھا رہی پچھڑی قومیں دوہرے رویے کا شکار ہیں۔ اگر حکومتیں اسی طرح کا رویہ رکھتی ہیں تو ملک کبھی ترقی نہیں کر سکے گا۔

مقالہ سوم

ماب لنچنگ اور پولیس کی یک طرفہ کاروائیاں

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا احمد رضا مصباحی بن قاری محمد اجمل بن محمد علی بن محمد مختار بن عنایت اللہ مرحوم 2: فروری 1992 کو بھنگواں، پوسٹ لکھنی پٹی، تھانہ اعلیٰ پور، تحصیل رام نگر، ضلع امبیڈکر نگر، (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ نظامیہ عربیہ، نظام الدین پور (کچھوچھہ شریف) میں حاصل کی، پھر والد محترم قاری اجمل صاحب کے ساتھ دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ مئو میں داخلہ لیے۔ وہاں بہت قلیل عرصہ میں حفظ و ناظرہ کی تکمیل کی۔

اعدادیہ سے خامسہ تک کی تعلیم مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد میں ہوئی۔ عالمیت کی دستار وسند دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی سے پائی۔ پھر جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں داخل ہوئے۔ وہاں سابعہ وفضیلت کی تعلیم پائی اور 2014 میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تدریس کا آغاز دارالعلوم غریب نواز (ناندیڑ: مہاراشٹر) سے فرمایا۔ اسی دوران ماریشیش کا دورہ بھی کیا۔ واپسی کے بعد بغرض تدریس دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ (مئو: یو پی) تشریف لائے۔ ایک سال تدریس کے بعد شہزاد پور اکبر پور تشریف لائے۔

فی الحال دارالعلوم قادریہ حیات العلوم شہزاد پور میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی لطیفیہ جامع مسجد،، میران پور، اکبر پور (امبیڈکر نگر) میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے حالیہ مشاغل میں ترجمہ نگاری، ترتیب، تخریج، دینی، سیاسی، ملی، اور قومی علوم وفنون پر مضمون نگاری ومقالہ نویسی شامل ہے۔ رابطہ نمبر: 9838158368

ماب لنچنگ اور پولیس کی یک طرفہ کاروائیاں

از: مولانا احمد رضا مصباحی
جامعہ قادریہ حیات العلوم (شہزاد پور: اکبر پور، یوپی)

جمہوری ملک میں ہر انسان کو بلا خوف وخطر، امن وشانتی سے اپنی آزادانہ زندگی گزارنے کا پورا حق ہوتا ہے، اس لیے اپنے ملک میں ہر باشندہ جب، جہاں چاہے، کھلے طور پر آمد و رفت کرسکتا ہے۔ ہمارا ملک بھارت گنگا جمنی تہذیب، امن پسندی اور بھائی چارگی میں اپنی مثال آپ رکھتا ہے۔ ہر قوم و مذہب کے لوگ بے خوف وخطر آپسی اتحاد کا لحاظ کرتے ہوئے، محبت وسلامتی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ بھائی چارگی کچھ شر پسند عناصر کو راس نہیں آتی ہے، اس لیے آئے دن کچھ نہ کچھ ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ملک کو فرقہ وارانہ فساد کی طرف ڈھکیلا جاسکے، یا تو مذہب وملت کے نام پر انتشار برپا کرتے ہیں، یا ذات پات، اور بھید بھاو کی آگ کو ہوا دے کر شعلہ بناتے ہیں جس کی وجہ سے گاہے بگاہے ماب لنچنگ کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

ایک بھیڑ کسی انسان پر حملہ آور ہو کر تشدد کرے، یا جان سے ختم کردے، اسے ماب لنچنگ کہا جاتا ہے۔ جب سے بی جے پی برسر اقتدار آئی ہے، اس طرح کے واقعات میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ہر دن کسی نہ کسی معصوم کی جان جارہی ہے۔ بھارت میں اس طرح کے خونی کھیل یوں ہی نہیں ہو رہے ہیں، بلکہ اس کے پیچھے منصوبہ بندی اور پوری پلاننگ کام کر رہی ہے۔ واقعات میں اضافہ حکومت اور پولیس کی ناکامی کو ظاہر کرتا ہے، اور حکومت کی ناکامی اور نیت پر سوال کھڑا کرتا ہے۔

پولیس کی کاروائی بھی شک کے دائرے سے خالی نہیں ہے۔ جلد سے جلد قانونی کاروائی کے ذریعے بگڑتے حالات پر قابو پانے کی ضرورت ہے، تاکہ ایسے دل دہلانے والے واقعات میں کمی آئے اور امن وسلامتی پر اعتماد بحال ہوسکے۔ اس کی روک تھام کے لیے قانون ہے، حکومت ہے، عدلیہ ہے، پولیس اور اس کے افسران ہیں۔ ان کا صحیح استعمال ہجومی تشدد کے بڑھتے واقعات میں کمی لاسکتا ہے۔ کارروائی پوری، اور صحیح طور پر ہو، پولیس کے اسٹاف وافسران کا انصاف اور امن وسلامتی کے تئیں مکمل تعاون ہو۔ ظالم ومظلوم دونوں کے لیے انصاف کا رویہ ہو۔ یک

طرفہ کاروائی نہ ہوتو یقیناً ظالم کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکتا ہے اور مظلوم کو انصاف دلایا جاسکتا ہے،لیکن ماب لنچنگ کے بڑھتے واقعات اس بات کے غماض ہیں کہیں نہ کہیں کوتاہی اور کمی ضرور ہے۔

ماب لنچنگ پر ابتدائی تاریخ کے حوالے سے شافع قدوائی نے ضیاء الاسلام کی کتاب ''لنچ فائلز'' پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کا یہ اقتباس نقل کیا ہے، وہ منقولہ ذیل ہے:

''لکھا ہے کہ اس کی ابتدا امریکی خانہ جنگی کے دوران (1861) میں ہوئی تھی۔امریکہ کے سیاہ فام باشندے جب غلامی کا طوق اپنے گلے سے اتار کر آزاد ہونے کی کوشش کرتے تھے تو انھیں سرراہ پیٹ پیٹ کر ہلاک کردیا جاتا تھا۔مصنف کے مطابق خانہ جنگی کے بعد یعنی 1880 سے 1930 تک اس نوع کی ہلاکتوں کے 2400 واقعات ہوئے اور پھر یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔یہ لفظ اب برسوں بعد یعنی جون 2014 میں پھر استعمال کیا گیا جب دادری میں محمد اخلاق کو گائے کا گوشت کھانے اور اسے اپنے گھر میں رکھنے کے مبینہ الزام میں پیٹ پیٹ کر ہلاک کردیا گیا''۔(دی وائر:لنچ فائلز)

اس اقتباس میں اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ماب لنچنگ امریکی بلا ہے۔اس کی بنیاد ذات پات اور بھید بھاؤ پر ہے۔سفید فام سیاہ فام کو ہمیشہ اپنے نرغے میں رکھنا چاہتا ہے، غلامی کی زنجیروں میں باندھے رہنا چاہتا ہے،اوران کے دل ودماغ میں خوف وہراس کو اس قدر بھر دینا چاہتا ہے کہ کبھی آزادنہ طور اپنا سر نہ اٹھا سکے۔کھل کر مقابلہ آرائی نہ کرسکے۔قدم بہ قدم،شانہ بشانہ چل نہ سکے،اورسب سے بڑھ کر اعمال وافعال پر تنقید وسوال کی بوچھار نہ کرسکے۔یہی کچھ حال ہمارے ملک ''بھارت'' کا بھی ہے۔

اسی فکر کی وضاحت اور توثیق آر ایس ایس کے فکری مبلغ ایم ایس گولوالکر کے اس قول سے ہوجاتی ہے جو اس نے کہا تھا:

''وہ لوگ جن کی پتر بھومی (فادر لینڈ) اور پُنیہ بھومی (مقدس زمین) ایک نہیں ہے، ان کو اکثریتی فرقہ کے رحم وکرم پر زندہ رہنے کا حق دیا جائے گا''۔(دی ائر: لنچ فائلز)

''وہ لوگ یا تو قومی دھارے یا اکثریتی فرقہ کے تہذیبی ورثے کو پوری طرح قبول کرلیں اور اس میں ضم ہوجائیں، یا پھر وہ شہری حقوق سے عاری ہوکر اکثریت کی صوابدید پر منحصر رہیں۔اس نقطہ نظر کے مطابق اکثریتی فرقہ کی فرقہ واریت Nationalism ہے اور اقلیتی فرقہ کی فرقہ واریت محض فرقہ واریت ہے۔مصنف (ضیاء الاسلام) کے مطابق گرو گولوالکر کے اسی نقطہ نظر نے ملک میں فرقہ واریت کی لو کو بہت تیز کردیا ہے اور اس کے نتیجے میں مسلمان اور دیگر اقلیتوں کا بری طرح استحصال کیا جارہا ہے''۔(دی وائر: لنچ فائلز)

اس تناظر میں جب آپ بھارت کے موجودہ حالات کا تجزیہ کریں گے تو سیاسی پیچیدگیوں میں الجھنے سے پہلے ہی پورا معاملہ کھل کر سامنے آجائے گا اور اس عظیم جمہوری ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا سرا کہیں نہ کہیں برسر اقتدار بی جے پی پارٹی سے مل جاتا ہے، اسی لیے تو جب سے یہ پارٹی اقتدار میں آئی ہے۔ ماب لنچنگ کے واقعات میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ جس سے لوگ بے خبر تھے۔ آپ دیکھیں کہ اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے استحصال پر حکومت تماشائی بنی ہوئی ہے، اپنے کان میں روئی ڈال رکھی ہے کہ نہ سنیں گے اور نہ ہی کوئی کاروائی ہوگی۔ ظالموں کو معلوم ہے کہ حکومت ہمارے ساتھ ہے، ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے جبکہ لنچرس جانتے ہیں کہ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے، پھر بھی اس واردات کو انجام دینے میں ان کی انسانیت کہاں چلی جاتی ہے، معلوم نہیں؟ ایسے لوگ قانوناً مجرم ہیں۔ ان کے دل میں عدلیہ اور حکومت کا کوئی احترام نہیں، بلکہ درحقیقت یہی لوگ ملی دہشت گرد ہیں۔ ان کے خلاف سخت سے سخت کاروائی ہونی چاہئے اور انھیں سلاخوں کے پیچھے ڈالنا چاہئے۔

''کامن کاز اور سی ایس ڈی ایس کی جانب سے شائع ایک حالیہ سروے کے مطابق 35 فیصد پولیس اہلکاروں کا ماننا ہے کہ ''گئوکشی'' کے ''مجرم'' کو بھیڑ کے ذریعے سزا دیا جانا فطری ہے۔ اسی طرح ریپ کے معاملے میں 43 فیصد پولیس اہلکار بھیڑ تنتر کے ''انصاف'' کو صحیح مانتے ہیں''۔ (دی وائر: اردو ڈاٹ کام)

مظفر وارثی نے کہا:

ہاتھ انصاف کے چوروں کا بھی کیا مَیں کاٹوں	جرم قانون کرے، اور سزا مَیں کاٹوں

اس حکومت میں یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ محکمہ پولیس اپنی کاروائی میں سستی اور تساہلی کر رہی ہے۔ کہیں جائے واردات پر تاخیر سے پہنچ رہی ہے، کہیں یک طرفہ کارروائی کا مظاہرہ کر رہی ہے، کہیں مظلوم اور اس کے اہل خانہ کو ہی ڈرا دھمکا رہی ہے۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ ملک کا ذاتی دفاعی قانون معلوم ہو، اور اس پر عمل کر کے، قانون کے دائرے میں رہ کر سدباب کیا جا سکے۔

''ہر جمہوری نظام میں پبلک کو پرائیویٹ دفاع کا حق ہوتا ہے۔ حملہ کرنا (Attack) جرم ہے۔ ڈیفنس کرنا (Deffence) ہر شہری کا حق ہے۔ انڈین پینل کوڈ (IPC) کے سیکشن 96 سے 106 تک ذاتی دفاع کا حق (Right ro private defence) بیان کیا گیا ہے''۔ (دیوان لوح وقلم، ص: 28)

''2014 میں وزیر اعظم نریندر مودی نے لال قلعہ کی فصیل سے ملک کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ دس سال کے لیے فرقہ وارانہ اور ذات پات پر مبنی تشدد پر پابندی لگا دی جائے گی''۔

(دی وائر: لنچ فائلز)

وزیر اعظم نریندر مودی کے دیگر اعلانوں کی طرح یہ اعلان بھی کسی کام نہ آسکا، بلکہ درحقیقت یہ اعلان شر پسندوں کے لیے عندیہ ثابت ہوا، اور گویا انھیں علی الاعلان یہ حکم ملا کہ ذات پات پر مبنی تشدد کا وقت آ گیا ہے۔ بھید بھاؤ کی لکیریں کھینچی جا سکتی ہیں، اور وہی ہوا۔ پورا ملک نفرت وعداوت کی چپیٹ میں آ گیا۔ بھائی چارگی کو نظر بد لگ گئی اور اتحاد و یکجہتی فسانہ بن گئی۔

ہمارے ملک بھارت میں جس رفتار سے نفرت، عداوت، بے روزگاری، لاقانونیت، شدت پسندی، اور خوف وہراس کا ماحول پیدا ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا ملک کس راستے پر چل پڑا ہے، اور اب تو حالات اس قدر سنگین ہو گئے ہیں کہ کب کس کے ساتھ کیا ہو جائے، کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ گھر سے باہر نکلنے والا شخص صحیح سلامتی سے واپسی کر پائے گا یا نہیں! کوئی گارنٹی نہیں۔

کرونا وائرس کی وجہ سے افراتفری کا ماحول ہے۔ یہ بھی کیسی بلا ہے کہ ہاسپٹل میں جانے والا مریض ہی زیادہ تر کرونا پازیٹو ہوتا ہے اور پھر چند روز میں اس کی نعش واپس آتی ہے۔ ایک طرف کرونا وبا ہے اور دوسری طرف ماب لنچنگ ہے جس نے ملک میں خوف و دہشت کی فضا قائم کر رکھی ہے۔ ان معاملات میں ایک طرف حکومت پیش پیش ہے اور دوسری طرف اکثریتی مذہب سے تعلق رکھنے والے کچھ شدت پسند دہشت گرد ہیں۔ ملک پوری طرح سے تباہی کے دہانے پر ہے۔ (GDP) مسلسل گرتی جا رہی ہے، معیشت تباہ ہو رہی ہے، لوگ بے روزگار ہو رہے ہیں، مہنگائی سر چڑھ گئی ہے، زندگی تنگ سے تنگ ہوتی جا رہی ہے اور خوف و دہشت بڑھتی جا رہی ہے، اور حکومت و انتظامیہ ہے کہ اسے حالات پر توجہ ہی نہیں ہے جیسے اس نے منہ موڑ رکھا ہو۔ کسی کی جان جائے تو جائے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ اسے تو صرف اپنے منصوبے اور پلاننگ کی تکمیل کی ذمہ داری ہے، اور بس!

اگر آپ 2014 سے اب تک کا سرسری طور پر جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ماب لنچنگ کے واقعات کا شکار زیادہ تر مسلمان ہی ہیں۔ دیگر اقلیتیں بھی اس میں شامل ہیں، لیکن ان کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ہجومی تشدد اور ماب لنچنگ کا سب سے پہلا واقعہ دادری میں محمد اخلاق کے ساتھ ہوا تھا جن کو اس لیے نشانہ بنایا گیا تھا کہ ان کی فریز میں گائے کا گوشت تھا۔ جھوٹا الزام لگا کر ہجوم نے ان کا قتل کر دیا اور جب سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طرح تقریباً اب تک ماب لنچنگ کے 250 واقعات ہو چکے ہیں۔

ماب لنچنگ کے واقعات میں زیادہ تر جو الزام عاید کئے جاتے ہیں، وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اکثر ''گئوکشی'' کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ چوری کے نام پر، گئوکشی کے نام پر، ریپ کے نام پر، لو جہاد کے نام پر ماب لنچنگ ہو رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ لنچرس جبراً ''جے شری رام'' کا نعرہ بھی لگواتے ہیں جو صرف ایک جماعت کی طرف اشارہ کرتا

ہے۔

ماب لنچنگ کے واقعات ان علاقوں میں ہوئے ہیں۔ جھارکھنڈ، بہار، اتر پردیش، راجستھان، مدھیہ پردیش، دہلی، تلنگانہ، کرناٹک، کیرل، مغربی بنگال، دادری، پونہ، الور، چتور گڑھ، راج سمند، بلب گڑھ، کُرکشیتر، ہاپوڑ، رام گڑھ، گریڈیہ، لتیہر، جموں، ستنا، بریلی، سہانپور وغیرہ۔ اگر صرف گورکشا کے نام پر رونما ہونے والے ماب لنچنگ کے واقعات کی بات کی جائے تو ان کے متعلق حکومتی اعداد وشمار ہوش ربا ہیں۔ 2018 تک کی رپورٹ درج ذیل ہے۔

سال 2014 میں گئو رکشا کے نام پر 3 واقعات ہوئے تھے جن میں 11 لوگ زخمی ہوئے تھے۔ سال 2015 میں اس کے نام پر 12 واقعات ہوئے تھے، جن میں 10 لوگ ہلاک اور 48 لوگ شدید طور پر زخمی ہوئے تھے۔

سال 2016 میں اس کے نام پر 24 واقعات ہوئے تھے، جن میں 8 لوگوں کی جانیں گئیں اور 58 لوگ شدید طور پر زخمی ہوئے تھے۔ سال 2017 میں اس کے نام پر 37 واقعات ہوئے تھے، جن میں 11 لوگ جاں بحق اور 152 لوگ شدید طور پر زخمی ہوئے تھے۔ سال 2018 میں اب تک 13 واقعات ہو چکے ہیں، جن میں تقریبا 10 افراد جاں بحق اور 30 زخمی ہوئے ہیں، مجموعی طور پر اب تک گئو رکشا کے نام پر ماب لنچنگ کے 85 واقعات ہو چکے ہیں، جن میں 34 لوگ جان بحق اور 289 لوگ نیم مردہ ہو چکے ہیں۔

(1) ''28 ستمبر 2015 کو اتر پردیش کے دادری میں محمد اخلاق اس کا شکار ہوا، کچھ شرپسندوں نے اس کے متعلق یہ افواہ پھیلا دی کہ محمد اخلاق نے اپنے گھر میں نہ صرف گائے کا گوشت ذخیرہ کر رکھا ہے، بلکہ اس کا خاندان گوشت کا استعمال بھی کر رہا ہے، چناں چہ ایک خونی ہجوم نے گئو رکشا کے نام پر اس کے گھر میں حملہ کر دیا اور تشدد کر کے خاندان کے سربراہ محمد اخلاق کو ہلاک کر دیا، جبکہ اس کے بیٹے دانش کو شدید زخمی کر دیا گیا۔ اس کی فوری اطلاع مقامی پولیس کو دی گئی، تاہم انہوں نے مجرمین کو گرفتار کیا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی طرح کا کوئی ایکشن لیا، بلکہ الٹا مہلوک شخص اور اس کے لواحقین ہی پر یہ الزام عائد کر دیا گیا کہ انہوں نے ذبیحہ پر پابندی لگنے کے باوجود بھی گائے ذبح کیا تھا اور اس کے گوشت کا استعمال بھی کیا تھا جو کہ سراسر آئین کے خلاف تھا''۔
(بصیرت آن لائن)

(2) 01: اپریل 2017 کو نوح (ہریانہ) کے رہنے والے پہلو خان جے پور سے گائے خرید کر لا رہے تھے، راجستھان میں گائے خریدنے کے بعد ہریانہ واپس جا رہے تھے۔ جب بہروڑ میں پہنچے تو کچھ گئو رکشکوں نے مبینہ گئو تسکری کے شبہ میں ان کی گاڑی کو روک لیا اور پھر بری طرح زدوکوب کرنے لگے۔ اس کے دو دن بعد ہی ہاسپٹل میں ہی پہلو خان کی موت ہوگئی۔

پولیس نے گئو رکشکوں پر ایکشن لینے کے بجائے الٹا پہلو خان کے دو بیٹوں ارشاد، عارف اور ٹرک ڈرائیور خان محمد کے خلاف جانچ کے لیے عرضی دے دی اور عدالت نے اس میں جانچ کی منظوری دے دی۔

تینوں کو راجستھان بووائن اینیمل ایکٹ 1995 کی مختلف دفعات کے تحت ملزم بنا دیا گیا۔ اس وقت (2017) میں بی جے پی کے وسوندرا راجے کی سرکار تھی۔

پہلو خان کے قتل کے الزام میں 9: لوگوں پر معاملہ درج ہوا جن میں دو نابالغ تھے۔ ان میں وپن یادو، رویندر کمار، کالو رام، دیا رام، یوگیش کمار اور بھیم راٹھی کو آئی پی سی (IPC) کی دفعہ 147, 323, 341, 302, 427, 379, 308 کے تحت گرفتار کیا گیا تھا۔ معاملے کی جانچ سی بی سی آئی ڈی نے کی، جس نے یکم ستمبر کو الور پولیس کو بھیجی گئی رپورٹ میں ان چھ لوگوں کے نام ملزموں کی فہرست سے ہٹانے کے لیے کہا تھا، اور چھ لوگوں کو کلین چٹ مل گئی۔ فیصلے پر پہلو خان کے بیٹے ارشاد نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس فیصلے سے خوش نہیں ہے اور آگے اس معاملے میں اپیل کریں گے۔

(3) جھارکھنڈ کے 24 سالہ تبریز انصاری کا قتل بھی ماب لنچنگ کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس دردناک حادثہ کے بعد ان کے چچا نے جو بیان دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ:

> ''تبریز انصاری ہمارا بھتیجا تھا۔ وہ سات آٹھ برس سے پونے مہاراشٹر میں رہتا تھا۔ 27 :اپریل 2019 کو اس کی شادی ہوئی تھی۔ 27: جون کو اسے واپس جانا تھا۔ 17: جون کو وہ اپنے کسی کام سے جمشید پور گیا تھا۔ رات میں 10 بجے اس نے اپنی اہلیہ شائستہ پروین کو کال کی کہ میں کچھ ہی دیر میں گھر پہنچ جاؤں گا۔ اہلیہ منتظر تھی، کئی بار فون کیا، مگر فون لگ نہیں سکا۔ تبریز انصاری موضع کدم ڈیہ، سرائے کیلا کا باشندہ تھا۔ صبح 5: بجے مرحوم تبریز انصاری کا اپنی اہلیہ کے پاس فون آیا کہ مجھے موضع دھتکی ڈیہ میں رات سے اب تک مسلسل پیٹا جا رہا ہے۔ آپ کچھ لوگوں کو لے کر آؤ، ورنہ جان سے مار دیں گے۔ اہلیہ نے اپنے شوہر کے چچاؤں اور دیگر چند لوگوں کو خبر دی۔ یہ لوگ گاؤں دھتکی ڈیہ پہنچے تو بقول مقصود عالم وہاں قرب و جوار کے ہندو جمع تھے، اور تبریز سے ''جے شری رام'' اور ''جے ہنومان'' کہلوایا جا رہا تھا اور اسے مسلسل مارا جا رہا تھا۔ ان ظالموں نے مارنے کے لیے بائک چوری کا الزام بھی گڑھ لیا تھا۔ دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ مسلسل پٹتے ہوئے ہندو شر پسندوں کی جے میں جے تو ملا رہا تھا۔ ان سب کے باوجود بائک چوری کا الزام ایک بار بھی اس نے قبول نہیں کیا''۔
>
> (ماہنامہ اشرفیہ- جولائی 2019 ص:3)

چوری کا الزام تو ایک بہانہ تھا۔ اصل جرم تو ان کا مسلمان ہونا تھا۔ اگر چوری کی بھی تھی جو کہ غلط ہے تو پولیس

اس پر کاروائی کرتی، لیکن یہاں تو اس کے ہاتھ باندھ کر ''جے شری رام'' اور ''جے ہنومان'' کے نعرے لگوائے جارہے تھے اور مسلسل بے دردی سے مارا جارہا تھا اور وہ بھی پولیس کی موجودگی میں جو خاموش تماشائی بنی دیکھ رہی تھی، اور مجرموں کو روکنے کے بجائے لطف اندوز ہورہی تھی۔ ایسے موقع پر اسے ہاسپٹل کی سخت ضرورت تھی اور پولیس کی یہ ذمہ داری تھی کہ اسے ایڈمیٹ کراتی لیکن:

''سر پیٹ لینے کا مقام یہ ہے کہ اسے پولیس نے تھانے میں لے جاکر لاک اپ میں بند کردیا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جب ہم تھانے پہنچے تو تبریز کے چچا جو دینی تعلیم یافتہ ہیں، انھیں ایس آئی او نے یہ کہہ کر باہر کردیا کہ تم چور کی مدد کرنے کے لیے آئے ہو، نکل جاؤ، ورنہ ٹانگیں توڑ کر تمھیں بھی بند کردوں گا''۔ (ماہنامہ اشرفیہ، جولائی 2019، ص:4)

''یہ حادثہ 17: جون 2019 کی شب میں پیش آیا۔ 22: جون کو ریلوے صدر ہاسپٹل قصبہ سینی میں ایڈمیٹ کیا گیا۔ اہل خانہ کو معلوم ہوا کہ تو وہ 7: بج کر 30: منٹ پر وہاں پہنچے، مگر ان کو ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی۔ 8: بج کر 30: منٹ پر ڈاکٹر نے صرف مقصود عالم کو اندر جانے کی اجازت دی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ تبریز اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ سب کو خبر دی، قریب 11 بجے کچھ صحافی بھی آگئے اور وہ ان لوگوں کو بھی لے کر اندر گئے۔ اس پر چادر پڑی تھی۔ ناک سے جھاگ اُبل رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر تھے، انھوں نے کہا کہ تبریز ابھی زندہ ہے۔ ابھی سانس جاری ہے۔ ای سی جی کرائی گئی تو اس میں سانسیں چل رہی تھیں۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم اسے ٹاٹا مین ہاسپٹل (ٹی ایم ایچ) شفٹ کریں گے۔ ڈاکٹرس لیت و لعل سے کام لیتے رہے، یہاں تک کہ 12: بجے سے زیادہ کا وقت ہوگیا۔ مقصود عالم کا کہنا ہے کہ ہاسپٹل میں دو بڑی ایمبولینس موجود تھیں، مگر ہمیں بمشکل تمام سومودی، جس میں مرحوم کے پیر موڑ کر کسی طرح لے کر چلے، ایمبولنس کے ڈرائیور نے ہزار کوشش کے باوجود بہت سست گاڑی چلائی اور ٹی ایم ایچ میں اس کی موت ہوگئی، حالاں کہ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ اس کی موت صدر ہاسپٹل میں ہی ہوگئی تھی''۔ (ماہنامہ اشرفیہ، جولائی 2019، ص:4)

''تبریز انصاری کی موت پولیس اور ڈاکٹروں کی لاپرواہی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ تین ممبروں کی ایک جانچ ٹیم نے اپنی رپورٹ میں یہ بات کہی ہے۔ معاملے کی جانچ کر رہی ٹیم نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ پولیس نے مستعدی نہیں دکھائی، جبکہ ڈاکٹر انصاری کی چوٹ کا پتہ نہیں لگا سکے''۔

''سب ڈویزنل افسر اور ضلع سول سرجن کے ممبروں والی ٹیم کا یہ بھی کہنا ہے کہ بھیڑ کے ذریعے تبریز انصاری کے ساتھ مار پیٹ کئے جانے کی اطلاع پولیس کو مل چکی تھی، لیکن پھر بھی پولیس دیر سے

موقع پر پہنچی تھی‘‘۔(دی وائر: اردوڈاٹ کام)

(11)’’تبریز انصاری ماب لنچنگ معاملے میں جھارکھنڈ پولیس نے چارج شیٹ میں تمام ملزمین پر سے قتل کا معاملہ واپس لے لیا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ اس معاملے میں ملزمین پر قتل کا معاملہ نہیں بنتا۔ پولیس کے مطابق، کیوں کہ جائے واردات پر موت نہیں ہوئی، اس لیے اس کو قتل کا معاملہ نہیں مانا جاسکتا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے پولیس نے دعویٰ کیا ہے کہ تبریز کی موت دل کا دورہ پڑنے سے ہوئی ہے‘‘۔(دی وائر: اردوڈاٹ کام)

کس قدر لاپرواہی اور کوتاہی کا برتاؤ کیا گیا ہے۔ پولیس خاموش تماشاہی بنی ہے۔ڈاکٹرس دھمکیاں دے رہے ہیں۔ سستی اور تساہلی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ ادھر ایمبولنس کا ڈرائیور بھی ان کی ہی طرف داری کررہا ہے، اور سب سے مقام افسوس یہ کہ زندہ کو مردہ بتارہے ہیں۔ ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یک طرفہ کاروائی ہورہی ہے۔ حکومت، پولیس اور ڈاکٹرس کی ملی بھگت ہے۔

ان کے دلوں میں ذرہ برابر انسانیت نہیں ہے۔ ڈاکٹرس جنھیں سماج میں اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے، وہ بھی خود کو درندگی اور حیوانیت کی نذر کررہے ہیں۔ اب ایسے میں کون ان پر اعتماد کرسکتا ہے۔ مصیبت کے وقت انسان کہاں جائے؟ جب خود طبیب ہی باعث ہلاکت ہوجائے۔

(4) تازہ معاملہ کچھ دن قبل ہی بریلی میں پیش آیا۔ اخباری رپورٹ کے مطابق 32: سالہ مسلم نوجوان باسط علی کو انتہا پسندوں کے ایک ہجوم نے کئی گھنٹے تک درخت سے باندھ کر رکھا اور چوری کے شک میں پٹائی کی۔ رپورٹ کے مطابق وہ کہیں جارہا تھا کہ اس پر چوکیدار کی نظر پڑ گئی اور اس نے اسے چور سمجھ کر شور مچایا جس کی وجہ سے ایک ہجوم جمع ہوگیا اور اسے خوب مارا۔ اس نے مدد کی گہار لگائی، لیکن وہاں موجود لوگ اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے، بلکہ مدد کرنے کے بجائے اس کا فوٹو اور ویڈیو نکال رہے تھے۔

پھر اسے پولیس تھانہ لے جایا گیا اور وہاں وہ لوگ بھی پہنچ گئے جن کے سامان کی چوری کا الزام لگا تھا۔ پولیس اسٹیشن میں ان لوگوں نے کہا کہ چوں کہ ہمارا سامان واپس مل گیا ہے اور باسط ہمارا پڑوسی ہے، لہٰذا ہم شکایت درج نہیں کرانا چاہتے ہیں۔ پولیس اسٹیشن میں ہی مبینہ سمجھوتے کے ایک گھنٹے بعد باسط نے دم توڑ دیا، اور زندگی کی جنگ ہار گیا۔ پولیس نے از راہ تسلی کہا کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد ملزمان کو گرفتار کیا جائے گا۔

مظلوم، پولیس اسٹیشن میں ہی دم توڑ گیا۔ اس کے علاج ومعالجہ کا بندوبست نہیں ہوپایا۔ اس کی جان کی کسی کو فکر نہیں تھی۔ تڑپ کر، سسک کر، زندگی کی آخری سانسیں لی، اور پولیس تسلی دے رہے ہیں کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد ملزمان کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ کیا یہ صرف ایک اتفاق ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کے پیچھے پوری منصوبہ بندی ہے۔

(روزنامہ سہارا: حیدرآباد، 6: ستمبر 2020)

(5) ایک واقعہ دہلی این سی آر میں پیش آیا۔ 6: ستمبر بروز اتوار کو محمد آفتاب گڑگاؤں سے بلند شہر اپنی کار سے کسی کو لے کر گیا۔ واپسی میں کچھ لوگوں نے لفٹ مانگا اور کہا کہ آگے چھوڑ دو۔ لفٹ دے دی۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے، مسلمانوں کے خلاف بولنے لگے۔ محمد آفتاب کو کچھ شک ہوا، اور اس نے اپنے بیٹے صابر کو فون لگایا، اور فون چالو رکھ دیا، صابر کو پوری آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ پانچ منٹ تک مسلمانوں کے خلاف بولنے کے بعد ان میں سے دو نے محمد آفتاب سے کہا: ''بولو! جے شری شرام'' جے شری شرام بولو۔ آفتاب نے بولنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: شراب پیو! آفتاب نے اسے پینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد شر پسندوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔

یہ ساری باتیں آفتاب کا بیٹا صابر سن رہا تھا اور ریکارڈ بھی کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد فون کٹ گیا۔ صابر نے پولیس اسٹیشن میں جا کر شکایت درج کرائی۔ پولیس نے لاسٹ لوکیشن کا پتہ لگایا۔ چتارونام کی جگہ آخری لوکیشن تھی۔ وہاں پہنچے اور گاڑی تلاش کی۔ بادل پور پولیس اسٹیشن سے چار کلومیٹر کی دوری پر کار کھڑی مل گئی، وہاں دو پولیس والے بھی موجود تھے۔ صابر نے پوچھا، میرے والد کہاں ہیں؟ پولیس نے کہا: آپ کو ہاسپٹل چلنا پڑے گا، جانے کے بعد معلوم ہوا کہ آفتاب کی موت ہو چکی ہے۔

(6) جلد ہی ایک واقعہ یوپی کے سہارنپور میں پیش آیا۔ اخلاق سلمانی نامی ایک نوجوان ہریانہ کے پانی پت کام کی تلاش میں گیا تھا۔ شام کو پارک میں بیٹھا تھا۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے سامنے ایک گھر سے پانی مانگنے گیا۔ وہیں کچھ لوگوں نے بے رحمی سے مارا پیٹا۔ یہاں تک کہ آرا مشین سے اس کا ایک ہاتھ بھی کاٹ دیا، پھر اسے مردہ سمجھ کر ریلوے پٹری پر چھوڑ دیا۔ اس کے رشتہ داروں نے پولیس اسٹیشن میں شکایت درج کرائی جس کی ایف آئی آر کاپی سوشل میڈیا پر موجود ہے۔

ماب لنچنگ جس بھی ہتھکنڈے کے ذریعے ہو۔ انسانیت سوز اور سماج دشمن ہے۔ ان واقعات پر نظر ثانی کرنے کے بعد یہ ضرور خیال آئے گا کہ حکومت اور عدلیہ اس کے سد باب کے لیے کس قدر کوشاں ہے؟ کس کس کو انصاف ملا؟ کون کیفر کردار تک پہنچا؟ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں کتنی سنجیدہ ہیں؟ یقیناً جو نتیجہ سامنے آئے گا، اس سے آپ کو صرف مایوسی ہی ہاتھ آئے گی۔ کف افسوس ملنے کو جی چاہے گا، کیوں کہ حالات بہتر نہیں ہیں۔ شدت پسندی پر مبنی واقعات تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں اور جو انصاف مل رہا ہے، اس کی شرح بہت کم ہے۔

یہ بات بہت دلچسپ ہے کہ گائے کو کبھی روحانی اور مذہبی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ہمیشہ سیاست کا مہرہ بنایا گیا ہے، ورنہ بیچاری گائیں گئو شالہ میں موت کے گھاٹ نہیں اترتیں، اور گئو رکشا کے نام پر کسی

معصوم کی جان سے کھلواڑ نہیں کیا جاتا۔

لنچ فائلز کے مصنف ''ضیاء السلام'' نے اس طرح کے واقعات کے پیش نظر گئوکشی کا سبب بیان کرتے ہوئے مشہور مؤرخ پروفیسر ڈی این جھا کے حوالے سے لکھا ہے کہ گائے کبھی روحانی مقصد براری کے لیے استعمال نہیں کی گئی اور 19 ویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی میں اس کا سیاسی استعمال شروع کیا گیا۔اس سلسلے میں پروفیسر جھا نے دیانند سرسوتی کا ذکر کیا ہے جنھوں نے گائے کو سیاسی مفادات کے سلسلے میں استعمال کیا۔(دی وائر: لنچ فائلز)

ماب لنچنگ کے خلاف 49: دانشوروں کا مودی کے نام خط:

''خط کے ذریعے دانشوران نے مطالبہ کیا ہے کہ مسلمانوں، دلتوں اور دیگر اقلیتوں کی لنچنگ پر فوری روک لگائی جائے۔خط میں نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے اعداد کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ یکم جنوری 2009 سے لے کر 29: اکتوبر 2018 کے درمیان مذہب کی بنیاد پر 254: جرائم درج کیے گئے۔ اس دوران 91: لوگوں کو قتل کیا گیا اور 579: افراد زخمی ہوئے۔ خط کے مطابق مسلمان جو ہندوستان کی آبادی کے 14: فیصد ہیں وہ 62 فیصد جرائم کا شکار بنے، جبکہ عیسائی جن کا آبادی میں حصہ محض 2: فیصد ہے وہ 14: فیصد جرائم کا شکار ہوئے۔ خط میں کہا گیا ہے کہ ایسے 90: فیصد واقعات مئی 2014 یعنی نریندر مودی کے اقتدار میں آنے کے بعد رونما ہوئے''۔(ملت ٹائمز اردو ڈاٹ کام)

''سال گزشتہ اتر پردیش کے لاکمیشن نے اس طرح کے بڑھتے واقعات پر از خود نوٹس لیتے ہوئے ایک مسودہ قانون تیار کیا تھا۔جس میں حملہ آوروں کو سات سال اور اپنی ڈیوٹی سے غفلت برتنے والے پولیس افسران کو تین سال قید کی سزا تجویز کی گئی تھی۔یہ مسودہ سی ایم یوگی کو پیش کر دیا گیا، اور اس مسودہ کا نام ''اتر پردیش ہجومی تشدد مخالف بل 2019'' رکھا گیا تھا۔

اس مسودہ میں کہا گیا تھا کہ ہجومی تشدد کو ایک الگ جرم سمجھا جائے، تاکہ شر پسندوں میں خوف پیدا ہو۔اس میں سفارش کی گئی تھی کہ ہجومی تشدد سے متاثر شخص کے زخمی ہونے کی صورت میں حملہ آوروں کو سات سال تک جیل اور ایک لاکھ روپئے تک جرمانہ، ہلاک ہونے کی صورت میں بامشقت عمر قید اور پانچ لاکھ روپے تک کا جرمانہ عائد کیا جائے، اور سزا سنائی جائے۔لاکمیشن کے چیرمین ریٹائرڈ جسٹس آدتیہ ناتھ متل کی رپورٹ کے مطابق موجودہ قوانین کو ناکافی قرار دیا گیا، اور اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ نہ صرف مجرموں کو سزا دی جائے بلکہ غفلت برتنے پر انتظامیہ کو بھی ذمہ ٹھہرایا جائے۔ان سب کے باوجود ہجومی دہشت گردی کا سلسلہ جاری ہے''۔(صحافت اردو)

سپریم کورٹ نے 17: جولائی 2018 کو تحسین پونہ والا بنام حکومت ہند مقدمہ میں اپنے فیصلے میں بھارت

میں 2014 کے بعد ہونے والے لنچنگ کے واقعات پر سخت نوٹس لیا تھا۔ مصنف (ضیاء السلام) کے مطابق 45 صفحات پر مشتمل سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ اس نوع کے واقعات پر قدغن لگانے میں ایک اہم موڑ ثابت ہوا ہے، اور سپریم کورٹ کی مداخلت سے اقلیتوں میں تحفظ کا بجا طور پر احساس ہوگا''۔ (دی وائر اردو ڈاٹ کام: لنچ فائلز)

بھارت میں بڑھتے ماب لنچنگ وحالیہ ہوئے دردناک سانحہ کے پیش نظر ایک کلام

ہاتھ میں ہاتھ لئے دوستو چلنا ہوگا	سر ہتھیلی پہ لئے گھر سے نکلنا ہوگا
اب تشدد سے دیا جائے تشدد کا جواب	سرِ ظالم کو بہر طور کچلنا ہوگا
اپنی بستی کے چراغوں کو بچانا ہے اگر	رخ تعصب کی ہواؤں کا بدلنا ہوگا
مسلے جاؤ گے اگر پھول کی مانند رہے	اس لیے پیکرِ فولاد میں ڈھلنا ہوگا
وقت کی مانگ ہے کہرام مچا دو ورنہ	ندگی بھر کفِ افسوس ہی ملنا ہوگا
یا تو یہ مان لیں بہتا ہے رگوں میں پانی	ہے اگر خون تو پھر خون ابلنا ہوگا
بیکسوں کا جو سرِ عام بہاتے ہیں لہو	ایک نہ اک روز انہیں خون اگلنا ہوگا

(خمار دہلوی)

مقالہ چہارم

فرقہ وارانہ فسادات اور جانچ ایجنسیوں کا غیر ذمہ دارانہ رویہ

مقالہ نگار کا تعارف

حضرت مولانا محمد تفضّل عالم مصباحی بن ماسٹر غلام شاہد رشیدی صاحب مقام تارا باڑی بائسی ضلع پورنیہ (بہار) کے متوطن ہیں۔ 16: نومبر 1895 کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں پائی۔ جامعہ اشرفیہ (مبارکپور: اعظم گڑھ) سے دستار فضیلت حاصل کی۔ ساتھ ہی پروانچل یونیورسٹی سے بی اے کی تعلیم مکمل کی۔ ڈپلومہ کمپیوٹر، ایم ایس سی آئی ٹی، گرافکس ڈیزائننگ وغیرہ کورسز کو مکمل کیا۔ فی الحال مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدر آباد) میں بی ایڈ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

موصوف مولانا آزاد یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ بہت سی تعلیمی وصحافتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ نوجوان قلم کار ہیں۔ حالات حاضرہ پسندیدہ موضوع ہے۔ صحافت کے پیچ وخم سے واقف ہیں۔

اس وقت ایک نیوز پورٹل "صحافت اردو" کے چیف ایڈیٹر بھی ہیں۔ نوخیز قلم کاروں کے لیے ایک بہترین پلیٹ فارم تیاری میں مصروف ہیں۔ درجنوں مقالات ومضامین ملک کے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

رابطہ نمبر: +919889916329

فرقہ وارانہ فسادات اور جانچ ایجنسیوں کی لا پرواہی

از: مولانا محمد تفضّل عالم مصباحی پورنوی
آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدرآباد)

روے زمین پر بھارت ایک ایسا ملک ہے جہاں کثیر تعداد میں مختلف فرقوں، مذہبوں اور مختلف تہذیبوں کے لوگ یکجہتی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اسی کو اس ملک کی بڑی خوبصورتی تسلیم کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی تنوع مذاہب، نسل و برادری اور اونچ نیچ کے نام پر سرکشی، فساد، چھیڑ چھاڑ اور ناروا معاملات رونما ہوتے رہتے ہیں، جس کی جانچ کے لیے جانچ ایجنسیاں اور مظلوموں کو انصاف دلانے کے لیے حکومتی کورٹ ہیں۔

اگر ہم انڈین تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ چھوٹی بڑی ہجومی تشدد کی وارداتیں عرصہ دراز سے ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ جن میں ہزاروں لوگوں کی جانیں گئی ہیں، ہزاروں بچے یتیمی کے نہ دھلنے والے داغ سے داغدار ہوئے ہیں، ماؤں بہنوں کے سہاگ اجڑے ہیں اور ان کی عزت وعظمت پر دست درازی کی گئی ہے۔ کروڑوں کی جائیدادیں تباہ ہوئی ہیں، کاروبار، دکانیں، مکانات اور اشیائے خورد ونوش آگ کے حوالے کیے گئے ہیں۔

وقوع فسادات کی وجوہات ہر دور میں مختلف رہی ہیں۔ کبھی مذہب وملت، ذات برادری، چھوت چھات تو کبھی اونچ نیچ کے نام پر سماج کا اعلیٰ طبقہ پسماندہ طبقوں کو ان کی معمولی لغزشوں کی بنا پر بے جا تشدد اور بربریت کا نشانہ بناتے ہیں، تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرقہ پرست ذہنیت کے افراد کا ہجوم راہ چلتے فرد کو بلا خطا مار مار کر دائمی نیند سلا دیتا ہے۔ ہجومی تشدد کی وجوہات مذہبی عداوت، سیاسی نظریات کی کرم فرمائی یا جدید آلات کے ذریعے سوشل میڈیا اور میڈیا پر پھیلائی گئی غلط خبریں اور افواہیں ہیں۔

منصوبہ بندی کے تحت سنگھی نظریات کے حامل اشخاص گئوکشی، گھر واپسی، لو جہاد اور مسلم مخالف نظریات کی وجہ سے ماب لنچنگ، ہجومی تشدد اور فرقہ وارانہ فسادات انجام دیتے ہیں۔ مسلم مخالف نظریات کی بنیاد پر سرائے کیلا میں 17: جون 2019ء کو تبریز انصاری پر بھیڑ نے حملہ کر انہیں دائمی نیند سلا دیا۔

ستمبر 2015 میں بساڑہ گاؤں میں ہندوؤں کے ایک مشتعل ہجوم نے گائے کے ذبیحے کے الزام میں محمد اخلاق کو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ یکم اپریل 2017 کو ہریانہ کے رہنے والے 55 سالہ پہلو خان کو راجستھان کے الور ضلع میں گئو رکشکوں نے اتنا مارا کہ وہ جاں بحق ہو گئے۔ 2018 میں اتر پردیش کے ایک ایماندار انصاف پرست

پولس افسر سبود کمار کو گئو رکشکوں نے نشانہ بنا کر مار ڈالا۔

ان کے علاوہ سیکڑوں ایسے واقعات ہیں جس میں سینکڑوں افراد اسی طرح کے ظلم وتشدد کے شکار ہوئے، مگر افسوس کہ لنچنگ وفسادات کے کلیدی ملزموں کو جانچ ایجنسیاں دولت کے لالچ میں اپنی جانچ سے خارج کر دیتی ہیں، اور غیر ملوث افراد کے نام کورٹ میں پیش کیے جاتے ہیں اور ثبوتوں کی عدم فراہمی کی وجہ سے انہیں بھی کلین چٹ مل جاتی ہے۔ یہی وہ اقدام ہیں جن سے ظالموں کے حوصلے بلند ہوتے جا رہے ہیں۔

قارئین کرام! آیئے درج ذیل سطور میں بھارت میں بڑے پیمانے پر ہوئے فرقہ وارانہ فسادات اور جانچ ایجنسیوں کے غیر منصفانہ رویہ کے تعلق سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔

جمشید پور فساد:

جمشید جی ٹاٹا نے سال 1919 میں بہار کے پتھریلی سنسان جنگلوں کے بیچ ایک صنعتی شہر آباد کیا۔ اس کا نام جمشید پور رکھا۔ یہ شہر بھارت کا پہلا منصوبہ بند صنعتی شہر ہے۔ اس شہر میں دو بڑی کمپنیاں ایک ٹاٹا اسٹیل اور دوسری کمپنی ٹاٹا موٹرز ہیں جو یہاں کے باشندوں کو مذہب وملت، ذات برادری کی تفریق کے بغیر اچھی تنخواہ اور مستحکم ملازمت کی سہولت فراہم کرتی ہیں۔ 1964 میں مشرقی پاکستان میں ہندوؤں پر مظالم ڈھائے گئے۔

مظلوموں کو واپس لانے کے لیے بھارتی سرکار نے متعدد ٹرین چلائی، اور اس کی مدد سے ہزاروں ہندو مہاجرین کو جمشید پور کے کئی علاقوں میں چھوڑا گیا۔ پاکستان میں ہندوؤں پر ہوئی ہولناکی اور مظالم کو دیکھ کر جمشید پور میں مسلم مخالف تشدد شروع ہوگیا۔ جس میں ہزاروں لوگ مارے گئے جس میں زیادہ تعداد میں مسلمان مارے گئے تھے۔

1964 کے فساد کو ہوا دینے اور کشیدگی کو بنائے رکھنے میں آر ایس ایس کے شدت پسند افراد نے نمایاں کردار پیش کیا، اور مستقبل میں سیاسی زمین ہموار کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی، اور اس میں کامیاب بھی رہے۔ دھیرے دھیرے مسلم مخالف نظریات کو لوگوں کے مابین پھیلاتا رہا، بالآخر 1979 میں دوبارہ فساد رونما ہوا۔

1979 کے فسادات:

1964 کے بعد اپریل 1979 میں پھر سے جمشید پور میں ہندو مسلم تشدد رونما ہوا۔ اس بار بھی بھگوا نظریات کارفرما تھے۔

1964 کے فساد کے بعد مظلوم اور بے گھر مسلمانوں کو جماعت اسلامی نے شہر کے کنارے آدی واسیوں کی زمین خرید کر کئی بستیوں میں آباد کیا۔ آدی واسیوں کے دمن بستی کے قریب صابر نگر نامی بستی کو قائم کیا۔ دمن بستی اور صابر نگر دو ایسی بستی تھی، جن دونوں بستیوں میں ایسی چنگاری لگائی گئی، جس نے 1979 میں جمشید پور کو آگ لگا دی۔ چنگاری اس طور پر لگی کہ آر ایس ایس کے لوگوں نے آدی واسیوں کو شامل کر کے 1978 میں دمن بستی سے

رام نومی جلوس نکالنے کی کوشش کی۔ یہ پہلا موقع تھا جب رام نومی جلوس کا آغاز دمن بستی سے ہونا تھا۔

منتظمین نے اصرار کیا کہ جلوس وہ راستہ اختیار کرے جو صابر نگر ہو کر جاتا ہے، مگر ضلعی انتظامیہ نے ان کی درخواست مسترد کردی اور ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ اگرچہ یہ سڑک عوامی سطح پر ہے اور ہر ایک کو اس تک رسائی حاصل کرنی چاہیئے، تاہم مقامی انتظامیہ کو اجازت سے انکار کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

معاملہ وہیں ختم نہیں ہوا۔ آر ایس ایس کو یہ مہم چلانے اور اس بات کو پھیلانے کے لیے پورا سال گزر گیا تھا کہ ان کے اپنے ملک میں ہندوؤں کو آزادانہ طور پر اپنے مذہبی جلوس کی آزادی نہیں ہے۔ 1979 میں انہوں نے دوبارہ اسی راستے سے جلوس نکالنے کی کوشش کی۔ ضلعی انتظامیہ اور مسلمانوں نے ایک متبادل راستہ تجویز کیا جس سے صابر نگر اور تصادم کا ایک ممکنہ ذریعہ بچ جاتا، تاہم رامنومی جلوس کے منتظمین نے اس تجویز کو مسترد کردیا، اور وہیں کھڑے رہنے کا فیصلہ کیا۔

اسی ہٹ دھرمی کی وجہ سے جمشید پور میں تناؤ بڑھ گیا۔ یکم اپریل کو آر ایس ایس کے سربراہ بالا دیوراس نے جمشید پور کا دورہ کیا اور نفرت انگیز تقریریں کی جس کی وجہ سے 11 : اپریل کو زبردست فساد رونما ہوا، جس میں بے شمار مسجدیں تباہ کی گئیں۔ دو ہزار سے زیادہ مکانات نذر آتش اور ہزاروں دکانیں خاکستر کی گئیں۔ تقریباً 50 : ہزار افراد اس فساد سے متاثر ہوئے، اور قریباً تین سو مسلمانوں کی جانیں گئیں۔ اس فساد کی سب سے اہم بات یہ رہی کہ اس میں مرنے والوں کی 90 : فیصد تعداد وہ ہے جو پولیس کی گولیوں کے شکار ہوئے۔

فسادات کی تحقیقات کے لیے جتیندر نارائن کمیشن آف انکوائری تشکیل دیا گیا۔ ایک چیز جس پر انہوں نے غور کیا، وہ جمشید پور میں دیوراس کی تقریر تھی۔ انہوں نے اسے اور آر ایس ایس کو ایسی آب و ہوا کی تخلیق کا ذمہ دار ٹھہرایا جس سے عام طور پر تشدد کا ماحول بنا۔

کمیشن نے ہندوانتہا پسندوں کو مسلم بستی سے گزرنے والے راستے پر اصرار کرنے کے لیے ہندوانتہا پسندوں کو راغب کرنے کا الزام عائد کیا۔ کانفرنس کے دوران لگائے گئے کیمپوں کے ساتھ تقریر سے عسکریت پسندوں کا ماحول پیدا کرنے میں مدد ملی۔

اگرچہ رام نومی جلوس کی دمن بستی سے نکلنے اور مسلم علاقے سے گزرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے، لیکن اس قصبے کے دیگر حصوں سے بھی اسی طرح کے جلوس نکالنے کا پلان تھا۔ ہندو رہنماؤں نے بتایا تھا کہ جب تک دمن بستی معاملہ حل نہیں ہوتا، اس وقت تک ہڑتال رکھی جائے۔

کسی معاہدے تک پہنچنے یا کسی معاہدے کو سامنے رکھنے کی کوششیں ہو رہی تھیں، جبکہ ہندوؤں نے انتظامیہ پر دباؤ ڈالنے کے لیے دکانیں بند کرنے پر مجبور کیا، کچھ رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ اپریل کو سری رام نومی کیندریا اکھاڑا

سمیتی کی طرف سے ایک پرچہ جاری کیا گیا تھا۔ جو نہ صرف فرقہ وارانہ تشدد کا اعلان تھا، بلکہ اس میں یہ بھی بتایا گیا کہ یہ کیسے اور کب ہوگا۔ ہندوؤں سے کہا گیا تھا کہ وہ 11: اپریل کی صبح 11: بجے دمن بستی پہنچیں اور جلوس کو اس راستے سے لے جائیں جو ایک مسلمان علاقے صابر نگر سے ہوتا تھا۔ ایک بار جلوس کامیابی کے ساتھ اس علاقے سے گزر چکا تھا، اس کے بعد دوسرے جلوس اسی دوپہر کے آخر میں شروع ہو جائیں گے۔ دریں اثنا ایک معاہدہ طے پایا اور 11: اپریل کو ایک جلوس صابر نگر سے کچھ مقامی مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ جلوس میں بہت کم لوگوں نے شرکت کی اور مرکزی سڑک پر بحفاظت پہنچ گئے، لیکن خطرہ بہت دور تھا۔

جلوس رینگے، صبح 11 بجے تک اس پیشرفت میں تاخیر کی کوشش کی گئی، کیوں کہ لوگوں کی بڑی تعداد اس میں شامل ہونے کی امید کی جارہی تھی۔ جلوس ایک مسجد کے سامنے مانگو کے علاقے میں رک گیا۔ اب جلوس میں تقریبا 15,000: افراد شریک ہو چکے تھے۔ مقامی ایم ایل اے دینا ناتھ پانڈے نے اعلان کیا کہ اس وقت تک جلوس آگے نہیں بڑھے گا، جب تک کہ ان تمام ہندوؤں کو رہا نہیں کیا جاتا جن کو پہلے گرفتار کیا گیا تھا۔ انتظامیہ نے سمجھانے کی کوشش کی، مگر سرکشی بڑھتی گئی۔

مسلمان بھی ان لوگوں کی ہٹ دھرمی اور تشدد سے لبریز تیور دیکھ کر اپنی حفاظت کی تیاری کر چکے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پتھراؤ کیا گیا اور تشدد شروع ہو گیا۔ چند ہی دنوں میں 108: افراد اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہزاروں گھر لوٹ لیے گئے۔ کمپنی کے کوارٹرز اور خاص طور پر ہندو علاقوں میں رہنے والے مسلمان خاص طور پر تشدد کا شکار ہوئے تھے۔

اگرچہ ضلعی انتظامیہ کی جانب سے اس تشدد کی روک تھام کے لیے پوری کوشش کرنے کی تعریف کی گئی، تاہم، جونیئر سطح کے پولیس اہلکاروں اور ملٹری پولیس کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا کہ وہ ہندو ہجوم کو مسلمانوں پر حملہ کرنے یا ان پر خود حملہ کرنے سے باز نہ رہے۔ پولیس کے حلقوں میں مرنے والے تمام افراد بنیادی طور پر مسلمان تھے۔

رانچی فساد:

موجودہ جھارکھنڈ کی راجدھانی رانچی میں جولائی 1967 سے ہی تشدد پسند جماعتیں اردو زبان کی مخالفت کے نام پر مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی تھیں۔ ہندتوا کے حامل افراد لوگوں کے سامنے مسلمان اور اردو زبان کو اپنے وجود کے لیے خطرہ بتا کر عام لوگوں کو مشتعل کر رہے تھے۔ اردو کے خلاف لگاتار جلسے اور میٹنگ منعقد ہو رہی تھی۔ اس میں مسلمانوں کے خلاف خوب زہر پھیلایا جاتا تھا۔ 17: اگست کو ایک نہایت اشتعال انگیز پمفلٹ بہت بڑی تعداد میں لوگوں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ جس میں بہار کے تقریباً دو لاکھ مسلمانوں کو پاکستانی قرار دے کر اور ان کو آستین کا سانپ بتا کر سر کچلنے کی دھمکی دی گئی۔ ان کارروائیوں سے شہر کی فضا خراب ہوئی، مگر مقامی حکام اور پولس نے اس

پر کوئی نوٹس نہیں لیا، اور نہ ہی کوئی احتیاطی کاروائی یا تدبیر عمل میں لائی، اور نہ سیاسی لیڈروں نے اس کی پرواہ کی۔
بالآخر 22: اگست 1967 کو رانچی میں اردو کی مخالفت میں بڑی ریلی نکالی گئی۔ جس میں کثیر تعداد میں طلبہ و طالبات کو شامل کیا گیا۔ جلوس آگے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ طلبا کے جلوس میں فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑا، اور ظلم و تشدد کی بنیاد رکھ دی گئی۔ یہ سلسلہ دراز ہوا۔ ایک ہفتے تک شہر میں فرقہ وارانہ تشدد کا ننگا ناچ ہوتا رہتا رہا۔ صرف ہٹیا میں پانچ سو افراد کو قتل کر دیئے گئے۔ چاروں طرف قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ سات ہزار سے زائد لوگ اس فساد سے متاثر ہوئے۔ تین ہزار کے قریب لوگ بے گھر ہوئے۔ سو سے زیادہ مکان و دکان برباد ہوئے۔ ہفتے بھر بعد انتظامیہ حرکت میں آئی جس سے کچھ لوگوں کی جان محفوظ ہوئی۔
اردو مخالف جلوس میں جو ہوا، وہ تو ایک منصوبہ بند سازش کا حصہ تھا ہی، ساتھ ہی اطراف کے علاقوں میں یہ افواہ پھیلائی گئی کہ مسلمانوں کے پاس پاکستانی ہتھیار ہیں جس سے وہاں کے ہندوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ اس افواہ سے اطراف و اکناف کی آب و ہوا خراب ہوگئی۔ مسلمانوں کے روزگار چھن گئے، بے تحاشہ مظالم ڈھائے گئے جس کی گونج آج بھی سنائی دے رہی ہے۔

مرادآباد کا فساد:

مرادآباد (یوپی) میں 31: اگست 1980ء کو جو فساد رونما ہوا، اور اس میں پولس والوں نے جس درندگی، حیوانیت اور بربریت کا مظاہرہ کیا، اس سے انگریزی حکومت میں ہوئے ''جلیان والا باغ قتل عام'' کا بھیانک منظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتا ہے، بلکہ یوں کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ مرادآباد کا فساد جلیان والا باغ حادثہ سے زیادہ خون چکاں تھا، اس لیے کہ انگریزی فوجوں کی گولی کا نشانہ معصوم بچے اور بوڑھے نہیں بنے تھے، لیکن اس فساد میں بچوں، جوانوں اور بوڑھوں بھی کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔
اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں فساد کے موقع پر ہندوؤں اور پولیس دونوں کا کردار انگریزوں سے بدتر ہوتا ہے۔ یہ سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت پولس کا بے گناہ اور نہتے مسلمانوں پر انتہائی وحشیانہ حملہ تھا۔
مرادآباد میں آئینی انتخاب کے بعد ہی سے فضا گرم ہوگئی تھی، جس کی خبر اعلیٰ حکام کو تھی۔ عید کے دو ہفتہ قبل، اکثریتی فرقہ کے کچھ افراد نے ڈھول تاشہ کے ساتھ نماز کے وقت آکر دھمکی دی کہ اس کا بدلہ عید کے دن لیا جائے گا، چوں کہ عیدگاہ سے قریب ہی اس طبقہ کی آبادی تھی، اور وہ لوگ سور پالتے تھے، مسلمانوں پر قیامت صغریٰ ڈھانے اور ناپاک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سور کو بطور حیلہ استعمال کیا۔ فرقہ پرستوں کی شہہ پر سور ٹھیک عید کی نماز کے وقت عیدگاہ میں گھس آئے جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوئی، انہوں نے پولس پر ناراضگی ظاہر کرتے

ہوئے دریافت کیا کہ خنزیر کس طرح سے عیدگاہ میں آ گئے، اس پر پولس والوں نے بغیر کسی معذرت کے تلخ کلامی شروع کر دی۔ پہلے دونوں طبقہ کے مابین نوک جھونک ہوئی اور پھر وہ بھیانک اور دردناک منظر سامنے آیا جس کی دوسرے فرقہ کے لوگوں نے تیاری کر رکھی تھی۔

عیدگاہ میں تقریباً 5000 ہزار نمازی تھے جن میں مرد، بچے، بچیاں شامل ہیں۔ یہ تمام لوگ خوش وخرم عید کی نماز ادا کرنے آئے تھے اور بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز تھے، عین اسی حالت میں نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلائی گئیں، بہت سے لوگ اسی وقت مارے گئے، اور باقی لوگوں نے جان بچانے کے لیے بھگدڑ مچائی جس میں سینکڑوں بچے اور بوڑھے کچل دیئے گئے۔ پولیس کی دیوانگی اور جوش انتقام کا عالم یہ تھا کہ جو لوگ جان بچانے کے لیے مسجد میں گھس گئے، انہیں بھی پولیس والوں نے گھس کر مارا۔ پولیس کی درندگی سے مسجد کی صفیں خون سے لت پت ہو گئیں۔

اس فساد میں سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے۔ عورتوں اور بچیوں کے ساتھ نازیبا سلوک کیا گیا۔ مکانات اور دکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ کروڑوں کی املاک کی تباہی ہوئی۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق عیدگاہ میں مارے گئے لوگوں کی تعداد 52 تھی، جن میں 23 بچے سولہ لڑکے، سات لڑکیاں شامل تھیں۔ اس حادثہ کے بعد حکمران جماعت اور بعض غیر حکمران جماعت کے لیڈروں نے طرح طرح سے الزام تراشی کی۔

پولیس کی ناکامی اور اس کے ناروا اور جانب دارانہ سلوک اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی، اور یہ کہا گیا کہ پولس پر پہلی گولی مسلمانوں نے ہی چلائی، اور اس ایک نکتے کو بنیاد بنا کر ساری ذمہ داری مظلوم مسلمانوں کے کندھوں پر ڈال دی گئی۔ ان کی یہ دلیل بے بنیاد تھی، کیوں کہ پورے بھارت میں کوئی بھی مسلمان ہتھیار بند ہو کر عیدگاہ نہیں جاتا اور جہاں اتنا بڑا مجمع ہو جس میں ہزاروں کی تعداد میں معصوم بچے اور بوڑھے بزرگ اکٹھے ہوتے ہوں تو کوئی بھی مسلمان گولی چلا کر سبھوں کو خطرہ میں ڈالنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ افسران اور سیاسی چال بازوں کی مکمل فریب دہی اور انسانوں کے قتل کو جائز ٹھہرانے کی شیطانی دلیل تھی۔

دہلی سکھ مخالف فسادات:

بھارت کی پہلی خاتون وزیراعظم اندرا گاندھی کی اپنے ہی دو سکھ سکیورٹی گارڈ کے ہاتھوں 31: اکتوبر 1984 کو ہلاکت کے بعد ہی دہلی میں سکھ مخالف آندھی تیز چلنے لگی، جس میں تقریبا3: ہزار سکھ مارے گئے۔ 1984 میں زیادہ تر حملہ آور نوجوان تلواروں، خنجروں، نیزوں، آہنی تریشول سے لیس سڑکوں پر گھوم رہے تھے۔

سنجے سوری 1984 میں انگریزی روزنامہ ''دی انڈین ایکسپریس'' میں بطور کرائم رپورٹر کام کرتے تھے۔ انہوں نے 1984 کے فسادات کو تفصیلی طور پر رپورٹ کیا تھا اور ان فسادات کے چشم دید گواہ بھی رہے۔ سوری بتاتے ہیں کہ ''ہر فساد مختلف ہوتا ہے۔ دو فسادات کا ایک دوسرے سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہر فساد

میں قانون اور انتظامیہ ناکام نظر آتی ہے''۔

پولیس وانتظامیہ کی ناکامی کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور کرائم رپورٹر سنجے سوری اپنی کتاب ''1984: دی اینٹی سکھ رائٹس اینڈ آفٹر'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں: ''سکھ مخالف فساد کے وقت تو جیسے نظام قانون کا نام ونشان مٹ گیا ہو۔ پولیس اپنا کام بھول گئی ہو، یا یوں کہیں کہ پولیس بھی فسادیوں کے ساتھ مل کر تشدد کر رہی ہو''۔ وہ مزید کہتے ہیں: ''میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پولیس کس طرح سے تشدد میں شامل تھی۔ اگر میں نے یہ بات کسی اور کے منہ سے سنی ہوتی تو شاید مجھے کبھی یقین نہیں آتا، لیکن جو میں نے خود ہوتے ہوئے دیکھا، کیسے بھلا دوں یا جھوٹا قرار دے دوں''۔

2019 میں ہائی کورٹ کے حکم کے خلاف 34: لوگوں کی اپیلوں پر سپریم کورٹ نے افسروں کو نوٹس جاری کیا تھا۔ ان میں سے ایک اپیل کنندہ کی حال ہی میں جیل میں موت ہوگئی تھی۔ وکیل وشنو جین کے ذریعے اپنی اپیلوں کو دائر کرنے والے مجرم ٹھہرائے گئے لوگوں نے مختلف بنیادوں پر خود کو رہا کیے جانے کی گزارش کی ہے۔

اس سے پہلے ہائی کورٹ نے 89: لوگوں میں سے 70 لوگوں کی سزا کو برقرار رکھا تھا، جن کو فساد، گھروں میں آگ لگانے اور کرفیو کی خلاف ورزی کے لیے پانچ سال جیل کی سزا سنائی گئی تھی۔ 27: اگست 1996 کی نچلی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کے زیر التوا رہنے کے دوران باقی 19: لوگوں میں سے 16: کی موت ہو چکی ہے۔

دہلی ہائی کورٹ نے دسمبر 2018 میں کانگریس رہنما سجن کمار کو 1984 سکھ مخالف فسادات سے متعلق ایک معاملے میں مجرم ٹھہراتے ہوئے عمر قید کی سزا سنائی تھی۔ جسٹس ایس مرلی دھر اور جسٹس ونود گویل کی بنچ نے سجن کمار کو فسادات پھیلانے اور سازش رچنے کا مجرم قرار دیا تھا۔ 2015 میں مرکزی حکومت نے 1984 فسادات میں 220 سے زیادہ بند معاملوں کی جانچ کے لیے ایک ایس آئی ٹی کی تشکیل کا فیصلہ کیا تھا۔ جس کا ذکر مرکزی وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ نے ''قتل عام'' کے طور پر کیا تھا۔

جسٹس (ریٹائرڈ) جی پی ماتھر کی صدارت والی پینل رپورٹ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان معاملوں میں تازہ جانچ کی جاسکتی ہے جہاں ثبوت ہونے کے باوجود پولیس نے معاملے بند کر دیے ہیں۔ کمیٹی نے کہا کہ 225: ایسے معاملے تھے اور ان میں کانگریس رہنما سجن کمار اور جگدیش ٹائٹلر کے خلاف معاملے بھی شامل تھے۔

میرٹھ کا فساد:

22: مئی 1987 کو میرٹھ کی سرزمین پر جو فساد ہوا، وہ انتظامیہ اور پولس کی ملی بھگت کا نتیجہ تھا۔ انتظامیہ کی لاپرواہی کی وجہ پورے شہر میرٹھ میں ایسا قہر برپا ہوا جس کی مثال بھارت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

بابری مسجد کے مسئلہ کی وجہ سے میرٹھ فسادات کے ایک سال قبل سے ہی دونوں فرقوں کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی، بابری مسجد کا تالا کھولنے کے خلاف احتجاج کے طور پر میرٹھ کے مسلمانوں نے 21: فروری 1986 کو ''یوم

احتجاج'' منایا تھا، اپنے گھروں اور دوکانوں پر سیاہ پرچم لہرائے تھے۔اس کے جواب میں ہندؤں نے بھی اپنی دوکانوں پر زعفرانی جھنڈے لہرائے۔ وشو ہندو پریشد نے بابری مسجد کو رام جنم بھومی کا نام دے کر اس کو آزاد کرانے کے لیے مہم شروع کی۔ ملک کے مخصوص حصوں میں رتھ یاترائیں نکلیں۔جس سے ہندوؤں میں نیا جوش آیا اور آہستہ آہستہ دونوں فرقوں کے درمیان کشیدگی بڑھتی گئی۔ بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے قیام کے نتیجہ میں بھی ہندوؤں نے ریاست کے تمام بڑے شہروں میں بجرنگ دل اور بلیدان جتھے قائم کیے۔

میرٹھ فساد پر تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ میں ہے:

''یہ ایک ایسا انتہائی منصوبہ بند اور بڑے پیمانے پر ہونے والا فرقہ وارانہ فساد تھا۔ چوں کہ رام جنم بھومی، بابری مسجد تنازعہ کے سلسلے میں دونوں فرقوں کی جانب سے تقریروں کے نتیجے میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوئی تھی، اور لوگوں کو فساد ہونے کا اندیشہ تھا، اس لیے انھوں نے پتھر وغیرہ جمع کر کے اس کی پوری تیاری بھی کر لی تھی۔ انٹلی جنس اور دوسری رپورٹوں اور گواہوں کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مئی کے فساد سے قبل کافی سرگرمیاں چل رہی تھی۔ یہ تیاریاں فسادی فوری طور پر اور یکا یک نہیں کر سکتے تھے''۔

چناں چہ ایک سال سے جاری سرگرمیاں 19: مئی 1987 کو بڑے پیمانے پر فساد کی شکل اختیار کر گئیں۔ جس میں سو سے زائد افراد قتل کیے گئے۔مخصوص لوگوں کو ایک لاری پر گرفتار کر کے سوار کیا گیا۔ان کو میرٹھ کے ایک نہر کے کنارے لایا گیا۔گرفتاروں نے جان بچانے کی کوشش کی تو انہیں لاری کے اندر ہی گولیوں سے چھلنی کر دیا، پھر اس کے ہاتھ پاؤں کو رسیوں میں جکڑ کر بہتی نہر میں پھینک دیا گیا۔

شہر کے تقریباً ساٹھ محلے فساد سے متاثر ہوئے۔مساجد و مدارس، مکانات اور دوکانوں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ کروڑوں روپے کی املاک کو تباہ و برباد کیا گیا۔ 159: افراد شدید زخمی ہوئے۔ 433 مکانوں، 223 دکانوں اور 21 فیکٹریوں کو نیست و نابود کیا گیا،کل ملا کر دس کروڑ روپے سے زیادہ مالی نقصان کا اندازہ ہوا۔

اس فساد میں خاص طور سے اقلیتوں کو نشانہ بنایا گیا، پولیس کی موجودگی میں جارح عناصر نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، پھر بعد میں مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر پولیس چوکیوں اور یہاں تک کہ جیلوں میں بھی درندگی اور بربریت کا نشانہ بنایا گیا۔سابق کمپٹر ولر اینڈ آڈیٹر جنرل آف انڈیا مسٹر گیانا پرکاش کی زیر قیادت کمیٹی نے بھی پولیس کے رویہ پر سخت تنقید کی اور 30: اگست 1987 کو رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

''میرٹھ کا فساس منصوبہ بند اور منظّم تھا۔صورت حال سے نمٹنے میں پولیس نے کوتاہی برتی۔ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس نے زیادہ تر ہوا میں فائرنگ کی اور اس میں کوئی ہلاک یا زخمی نہیں ہوا، اور فساد روکنے کے بجائے اور بھی زیادہ پھیلتا چلا گیا۔ میرٹھ میں جو صورت حال تھی، اس میں قوت کا استعمال اور سخت اقدام ضروری تھا''۔

بھاگلپور فساد:

1989 میں بھاگلپور کی سرزمین پر ظلم وتشدد، قتل وغارت گری کا تقریباً دو ماہ تک کھیل کھیلا گیا۔ جس میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ فساد کے بعد متاثرین کے مکانات، دوکانیں، کھیت اور دوسری جائیدادوں پر دیگر لوگوں نے جبری قبضہ کرلیا، یا انہیں خوفزدہ کرکے کم قیمتوں میں خرید لیا۔

ایک سماجی تنظیم ''مسلم یونائیٹڈ فرنٹ'' نے اس معاملہ میں پیش رفت کرتے ہوئے فساد میں بری طرح متاثر چمپانگر، مدنی نگر، نورپور، شاہ کنڈ، سبور، بانکا، عمرپور، رسول پور، ہرنان بررگ، مکرمہ ڈیہہ اور اسلام نگر وغیرہ قصبوں اور گاؤں کے تقریبا ایک سوایسے لوگوں کو کمیشن کے سامنے پیش کیا جن کی جائیدادوں اور کھیتوں پر جبری قبضہ کیا گیا تھا۔

نئی کمیشن کی رپورٹ کے بعد بہار سرکار نے دوبارہ ایک کمیشن تشکیل دی جواز سرنو تمام کمیشنوں کی رپورٹ کا جائزہ لے اور دیکھے کہ سابقہ کمیشنوں نے کیا کیا شفارش کی ہیں، خاص طور پر اس معاملہ کو دیکھیں گے کہ کمیشن نے کن کن افسران پر فساد کے سلسلہ میں انگلی اٹھائی تھی، یا کن کن کے خلاف کاروائی کی سفارش کی تھی۔

کمیشن کی رپورٹ میں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ کیا واقعی گزشتہ لالو پرساد یادو کی حکومت نے ان افسران کے خلاف کوئی کاروائی کی تھی یا نہیں۔ محکمہ داخلہ اب یہ تحقیق کررہا ہے کہ کمیشن نے انیس سو پنچانوے میں جن افسران کے خلاف کارروائی کی سفارش کی تھی، ان پر کارراوئی ہوئی یا نہیں؟ یا فی الحال وہ افسران کہاں ہیں؟

کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اہم عہد یداروں کے بارے میں کہا تھا کہ وہ عوام کے محافظ کے بجائے قاتل بن گئے تھے۔ وزارت داخلہ کے جنرل سکریٹری افضل امان اللہ نے بتایا کہ کمیشن نے جن افسران کو ملزم قرار دیا تھا، ان میں نو آئی اے ایس اور آئی پی ایس افسران شامل ہیں۔ ان کے علاوہ گزیٹیڈ اور نان گزیٹیڈ افسران کی ایک بڑی تعداد ہے جن میں زیادہ تر پولیس کے ملازم ہیں۔

1995 میں لالو پرساد نے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے فساد کی جانچ رپورٹ دونوں ایوان میں پیش کی تھی۔ 2005 میں جب نتیش کمار وزیر اعلیٰ بنے تو ان پر لالو مخالفت کا بھوت سوار تھا اور بھگوا رنگ کا اثر غالب تھا۔ انہوں نے بھاگلپور فساد کی از سرنو جانچ کرا کر لالو پرساد کو طشت از بام کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اسی منصوبے کے تحت بہت بڑی سازش رچی گئی، اور ساتھ ہی اس میں شک نہیں کہ تین ججوں کی رپورٹ میں جسٹس آر این پرساد اور دیگر دو ججوں کی فائنڈنگ میں بنیادی اختلاف تھا۔ رام نندن پرساد بھاجپا اور اس کی ذیلی تنظیموں کے کرتوتوں پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے، لیکن باقی دو جج صاحبان حقائق کو سامنے لانا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دو رپورٹ پیش کی گئی تھیں۔

جسٹس این پی سنگھ نے فساد میں تباہ وبرباد ہوئے مظلوموں کی جانچ میں 9: سال کی طویل مدت صرف کر دی،

اور 9: سال کے دوران صرف 2: مرتبہ بھاگلپور پہنچے۔ سرکار نے 11: کروڑ روپے مدد کے طور پر دینے کے لیے کمیشن کو دیا تھا، مگر کمیشن نے پوری رقم ڈکار لی۔ 15: ہزار سے زیادہ مظلوموں نے درخواست پر درخواست دے کر کمیشن کا دھیان اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی اور ان کے سامنے اپنا دکھ درد اور بربادی کا ماجرا سنایا، لیکن افسوس کہ کمیشن نے انہیں دیکھنے کی تکلیف تک گوارا نہ کی۔ شرم کی بات ہے کہ جس رپورٹ کو 4: ماہ میں پیش کرنا تھا، اسے 9: سال میں پیش کیا گیا، اور 9: سالہ عیاشی کا نتیجہ صفر رہا۔

سابق وزیر اعلیٰ ڈاکٹر جگن ناتھ مشرا نے اپنے تحریری بیان میں این پی سنگھ کمیشن رپورٹ کو مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا بھونڈا انداق بتایا ہے۔ بنیادی نکتہ یہ تھا کہ فسادیوں کی نشاندہی کر کے انہیں سزا دلوانی تھی اور مسلمانوں کی زمینوں، گھروں اور عبادت گاہوں کو ناجائز قبضے سے آزاد کرا کے مسلمانوں کے حوالے کرنا تھا، لیکن کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔ بھارت کی تاریخ میں پہلا حادثہ تھا کہ جب ایک ہی جرم کی تحقیق کے لیے دو دو کمیشن بنائے گئے۔

ڈاکٹر مشرا نے بیان میں کہا ہے کہ تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کی سفارش پر حکومت نے کوئی کاروائی نہیں کی، نہ ہی مظلوموں کو کوئی معاوضہ دیا۔ ڈاکٹر مشرا کا کمیشن پر یہ بھی الزام ہے کہ ثبوتوں کی عدم فراہمی کے نام پر کئی مقدموں کو بند کروا دیا گیا۔

ایودھیا فساد:

ایودھیا صوبہ یوپی کی مشہور و معروف جگہ ہے جو رام کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے ہندوؤں کی عقیدت و محبت کا بے مثال مرکز ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جو بابری مسجد اور رام مندر کے تنازع کا محور ہے۔ تاریخ کچھ یوں ہے کہ 1528 میں بابری مسجد کے قیام کے تقریباً 3: سو سال بعد 1853 میں رام جنم بھومی کا جھگڑا شروع ہوا۔ 1859 میں انگریز حکمراں نے دونوں کے مابین صلح کراتے ہوئے مسلمانوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کا حق دیا اور ہندوؤں کو پوجا ارچنا کے لیے مسجد کے باہر کی جگہ سپرد کی۔

آزادی کے فوراً بعد پھر سے نوک جھوک شروع ہوئی، اور کورٹ میں مقدمات بھی دائر ہوئے۔ قانونی طور پر اس نزاع کو سلجھانے کے قواعد چل ہی رہے تھے کہ سوچی سمجھی سازش کے تحت آر ایس ایس اور بی جے پی نے اس نزاع کو ہوا دے کر مرکز کی کرسی حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ لوگوں کو بھڑکانے لگے، لوگوں کو دو گروپ میں باٹنا شروع کیا۔ بھارتی گنگا جمنی تہذیب کو مٹانے لگے۔ رام کے نام پر نفرت کی آگ بھڑکاتے ہوئے 25: ستمبر 1990 کو بی جے پی نے لال کرشن ایڈوانی کی قیادت میں گجرات کے مشہور سومناتھ مندر سے ایودھیا تک رتھ یاترا نکالا، پھر 6: دسمبر 1992 کو وشو ہندو پریشد اور بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنے ڈیڑھ لاکھ رضا کاروں کو ریلی کی خاطر جمع کیا۔ ریلی میں شامل افراد کو مسجد کے انہدام پر اکسایا۔ دھیرے دھیرے ریلی نے تشدد کا رخ اختیار کیا اور حفاظتی

حصار کو توڑ کر مسجد کو شہید کر دیا۔

مسجد کی شہادت کی خبریں جیسے جیسے پھیلتی گئیں ، ویسے ویسے جگہ جگہ پر فسادات شروع ہوتے گئے۔ فسادات میں دونوں مذاہب کے پیروکاروں نے ایک دوسرے پر جان لیوا حملے کیے۔ علاوہ ازیں گھروں اور دکانوں کی لوٹ مار اور عبادت گاہوں کو منہدم کیا۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ کئی ماہ تک ہندو مسلم فسادات ہوتے رہے جن میں کم از کم 2,000: افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، ان میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔

16: دسمبر 1992 کو یونین ہوم منسٹری نے لبرہان کمیشن بنایا، تاکہ مسجد کی شہادت کی تفتیش کی جا سکے۔ اس کی سربراہی ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج ایم ایس لبرہان کو سونپی گئی۔ اگلے 16: برس میں 399: نشستوں کے بعد کمیشن نے 30: جون 2009 کو 1,029 صفحات پر مشتمل طویل رپورٹ وزیر اعظم منموہن سنگھ کو پیش کی۔ اس رپورٹ کے مطابق 6: دسمبر 1992 کو ایودھیا کے واقعات "نہ تو اچانک اور نہ ہی منصوبہ بندی کے بغیر ہوئے۔"

2009 میں جسٹس منموہن سنگھ لبرہان نے اپنی رپورٹ میں 68: افراد کو بابری مسجد کی شہادت کا ملزم قرار دیا۔ ان میں زیادہ تر بی جے پی کے لیڈر تھے۔ ان میں واجپائی، ایڈوانی، منوہر جوشی وغیرہ شامل تھے۔ اُس وقت کے اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ پر بھی تنقید کی گئی کہ انہوں نے ایسے سرکاری افسران اور پولیس اہلکاروں کو وہاں تعینات کیا جن کے متعلق یقین تھا کہ مسجد کے انہدام کے وقت وہ خاموش رہیں گے۔

6: دسمبر 1992 کو بابری مسجد کی تباہی کی تحقیقات کرنے والے کمیشن کی رپورٹ کے مطابق مسجد کو ایک گہری سازش کے تحت گرایا گیا۔

گجرات فساد:

گجرات بھارت کا ایک ایسا صوبہ ہے جہاں آزادی کے کچھ ہی سالوں بعد سے نفرت، تشدد اور سیاسی رہنماؤں کی پشت پناہی میں فساد رونما ہوتے آرہے ہیں۔ 2002 کا فساد انہیں میں سے ایک ہے۔ جس کی داغ بیل منظّم منصوبہ بندی کے تحت 25: ستمبر 1990 سے رکھی جارہی تھی۔ آئیں قدرے تفصیل سمجھ لیں۔

اس فساد کی جڑ ظاہری طور پر گودھرا اسٹیشن پر آگ لگنے کی وجہ سے ہے، مگر اس کی اصل سر بابری مسجد، رام جنم بھومی، رام مندر جیسے معاملات سے جڑتی ہیں۔ 1989 میں وزیر اعظم راجیو گاندھی نے ہندو مسلم یکجہتی کو مد نظر رکھتے ہوئے بابری مسجد کے قریب رام مندر بنانے کی اجازت دی تھی، مگر راجیو گاندھی کے اس فیصلے سے بھاجپا کو لوگوں کے جذبات سے کھیل کر مرکز کی کرسی حاصل کرنے کا سرنگ مل گیا تھا، اسی لیے رام مندر کے مدعا کو مضبوطی سے تھام لیا اور دیرینہ خواہشات کی تکمیل کے لیے 25: ستمبر 1990 کو گجرات کے سومنات مندر سے یو پی کے ایودھیا تک

لال کرشن اڈوانی کی قیادت میں رتھ یاترا نکالا گیا، جس میں موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی بھی شامل تھے۔

بہر کیف جیسے جیسے اڈوانی کا قافلہ آگے بڑھتا گیا، بھارت کی سماجی تہذیب وثقافت اور ملی یکجہتی میں دراڑیں اور گہری ہوتی گئیں۔ یہ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ اگر اس بار بھارت بکھرا تو اس کا سمیٹنا مشکل ہو جائے گا۔ اسی کا ایک مخفی چہرہ 2002 کا فساد ہے۔

2002 کے فسادات کی کء وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ پہلی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ 27: فروری 2002 کو ایودھیا سے واپس آنے والے ہندتوا سے وابستہ 59: ہندوؤں کو گودھرا اسٹیشن پر سابرمتی ٹرین کے ایک کوچ میں آگ لگا کر ہلاک کردیا جانا ہے۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ اسٹیشن پر کار میں حاضر افراد اور ایک مسلمان راہ چلنے والے کے مابین جھگڑے کے بعد پیش آیا ہے۔ تیسری وجہ یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے ٹرین کے ایک خاص ڈبے کو آگ کے حوالے کردیا۔ اسی سبب آر ایس ایس کے لوگوں نے گاڑی میں جلے ہوئے افراد کی نعشوں کو گودھرا، ہمت نگر، میگھر تیج اور احمد آباد کی سڑکوں پر گھما کر مسلمانوں کے خلاف یک طرفہ تشدد کی فضا پیدا کردی۔ کچھ ہی گھنٹوں میں خون کی ہولی شروع ہوگئی۔

مبصرین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ پُرتشدد حملے بے ساختہ نہیں تھے، بلکہ منصوبہ بند اور اچھی طرح سے مربوط تھے اور ٹرین کی کوچ میں آگ لگنے سے تشدد کے رقص تک سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا تھا۔ اس میں 790: مسلمان اور 254: ہندو ہلاک ہوئے۔ بہت ساری مسلم خواتین کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ ہزاروں مسلمان بے گھر اور بے روزگار ہوگئے۔ نفرت کے شعلے کے نشانات اور تشدد و بربریت کا عکس آج بھی نمایاں ہے۔

ناقدین یہ الزام لگاتے ہیں کہ مذکورہ فسادات کو ہوا دینے میں نریندر مودی بھی ملوث تھے، کیوں کہ فسادات کے دوران اُنہوں نے بلوائیوں کو روکنے کے لیے موثر اقدامات نہیں کیے تھے، اور نریندر مودی ان الزام کو سرے سے خارج کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ریاست گجرات کی پولیس پر بھی تنقید کی جاتی رہی ہے، تاہم نریندر مودی اپنے اوپر عائد ہونے والے الزامات کی تردید کرتے رہے ہیں۔

اس واقعے کے بعد بھارت کی ریاست گجرات میں ہونے والے ہندو مسلم فساد میں ڈھائی ہزار افراد مارے گئے تھے جن کی اکثریت مسلمان تھی۔ تحقیقات کرنے والے کمیشن کی تفصیلی رپورٹ منظر عام پر آگئی ہے۔ تحقیقاتی کمیشن نے 1500: صفحات پر مشتمل اپنی رپورٹ میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ اور بھارت کے موجودہ وزیرِ اعظم نریندر مودی کو بری الذمہ قرار دیتے ہوئے پولیس کو ہجوم کو کنٹرول نہ کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

تحقیقاتی رپورٹ تیار کرنے والوں کو ایسے کوئی شواہد نہیں ملے کہ کسی وزیر کی جانب سے اقلیتوں پر حملوں کے

لیے ہجوم کو اکسایا یا بھڑکایا گیا ہو۔تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق بعض مقامات پر پولیس ہجوم پر قابو پانے میں ناکام رہی۔ پولیس کی خامیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ فسادات کے مقامات پرتعینات پولیس اہلکاروں کی تعداد کم تھی اور وہ مناسب طریقے سے مسلح بھی نہیں تھے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ فسادات سے متاثرہ شہر احمد آباد میں پولیس نے اپنی پیشہ وارانہ کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا اور ہجوم سے نمٹنے کے لیے وہ سنجیدگی نہیں دکھائی جس کی ضرورت تھی۔تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں پولیس افسران کے خلاف تحقیقات کرنے کی بھی تجویز دی ہے۔

وٹولی فرقہ وارانہ تشدد:

بھارت کی موجودہ ریاست تلنگانہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں وٹولی عادل آباد میں 2008 کو ہندو واہنی کے شدت پسند دہشت گردوں نے ایک مسلم خاندان کے سبھی افراد کو بے رحمی سے زندہ آگ میں جلا کر مار ڈالا۔

اس وقت کی آندھرا پردیش حکومت نے اس واقعہ کی تفتیش کے لیے مجسٹریٹ سطح کی تحقیقات کا حکم دیا تھا، تا کہ جلانے والے ظالموں پر قانونی کارروائی کی جاسکے۔تحقیقاتی کمیشن کی ضمیر فروشی، غیر دیانتداری اور غیر مخلصانہ رویہ کی وجہ سے اس ضمن میں کوئی قابل ذکر پیش رفت دیکھنے میں نہیں آئی، پھر بھی کچھ لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا، مگر عادل آباد ضلع کے سیشن کورٹ کی جج ارونا ساریکا نے نو ملزمین کے خلاف مقدمے کو خارج کر دیا جنہیں اس سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا۔ یہ سبھی ارکان کا تعلق ہندو واہنی سے تھا۔مقدمہ کے اخراج کا سبب بھارتی تحقیقاتی ایجنسی سی بی سی آئی ڈی کی جانب سے مناسب تکنیکی اور سائنسی شواہد کا پیش نہیں کیا جانا تھا۔

دادری اتر پردیش تشدد:

بیسارا گاؤں دادری: اتر پردیش 28: ستمبر 2015 کی لنچنگ کی وجہ سے بھارتی تاریخ میں سیاہ دھبہ کے طور پر شامل ہو گیا ہے۔ 200: افراد کے ہجوم نے ایک مسلمان خاندان کو 28 ستمبر کی رات حملے کا نشانہ بنایا۔حملہ آوروں نے 52: سالہ محمد اخلاق کا بہیمانہ قتل کیا اور ان کے 22: سالہ بیٹے دانش کو بری طرح زخمی کر دیا۔اس حملے کی اصل وجہ ایک جھوٹی خبر تھی، جسے مقامی علاقے کے مندر کے لاؤڈ اسپیکر سے پھیلایا گیا تھا کہ محمد اخلاق کے گھر میں ایک گائے ذبح کی گئی ہے، اور اس کے گوشت کو عید الاضحیٰ کے موقع پر استعمال کیا جائے گا۔ اعلان سنتے ہی شر پسند افراد کی جماعت ہتھیاروں سے لیس ہو کر محمد اخلاق کے گھر ساڑھے دس بجے رات پہنچے۔ہجوم نے محمد اخلاق پر گائے کے گوشت کھانے کا الزام عائد کیا۔فریج میں کچھ گوشت ملا جسے ضبط کر لیا۔

خاندان والوں کا کہنا ہے کہ وہ بکرے کا گوشت ہے، پھر بھی ہجوم نے اخلاق اور دانش کو مسلسل لاتوں اور

اینٹوں سے مارا، اور چاقو سے حملہ کیا۔ اخلاق کی بوڑھی ماں اور بیوی پر بھی حملہ کیا گیا اور اس کی بیٹی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی گئی۔ اخلاق کے ہندو پڑوسیوں نے اس ہجوم کو روکنے کی کوشش کی، مگر وہ ناکام رہے۔ پولیس کو بلایا گیا، لیکن وہ ایک گھنٹے بعد پہنچی۔ اس وقت تک اخلاق دم توڑ چکے تھے اور دانش بری طرح زخمی تھے۔

پولیس نے مندر کے پجاری اور اس کے معاون کو تفتیش کے لیے گرفتار کر لیا۔ ایک ایف آئی آر بھی درج کیا گیا جس میں خاندان والوں کی گواہی کی بنا پر دس لوگوں کی حملہ آوروں کے طور پر شناخت کی گئی تھی اور تعزیرات ہند کی مختلف دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ یکم اکتوبر کو آٹھ افراد گرفتار ہوئے تھے۔ مقامی ہندوؤں نے ان گرفتاریوں کے خلاف احتجاج بھی کیا۔

مشتعل افراد کے ذریعہ محمد اخلاق کو قتل کرنے کے دس ماہ بعد سورج پور کے ضلع کورٹ میں سیکشن 3-156 کے تحت بیسارا گاؤں کے رہنے والے ایک شخص نے 9: جون کو گائے کے قتل اور جانوروں پر ظلم سے متعلق قوانین کے تحت ایف آئی آر کی مانگ کی تھی۔ جوڈیشل مجسٹریٹ وجئے کمار نے اس کی معلومات دی تھی۔ اخلاق کے قتل کے الزام میں جتنے لوگوں کی گرفتاری ہوئی تھی ،ثبوت کی عدم فراہمی کی وجہ سے ضلع کورٹ نے سب کو بری کر دیا۔

دہلی فساد 2020:

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دہلی کا فرقہ وارانہ فساد ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا۔ جس کے ذریعے ملک گیر سطح پر شہریت ترمیم قانون اور این آر سی (CAA.& NRC) کے خلاف چلنے والی تحریک میں شامل ہونے والے افراد کو خوف زدہ کیا جانا تھا۔ شہریت کے نئے اور متنازعہ قانون کے خلاف احتجاج کے بدلے دہلی میں خونریز فساد شروع ہوا۔ جس میں مسلمانوں کی منظّم نسل کشی کی کوشش کی گئی۔ فساد کے دوران مسلمانوں کو قتل کرنے کے علاوہ ان کی دکانوں، مکانوں اور گاڑیوں کو چن چن کر نشانہ بنایا گیا۔ اس میں 53: افراد ہلاک اور 200 سے زیادہ زخمی ہوئے جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ اقلیتی کمیشن کی رپورٹ کا یہ اعتراف ہے۔

ان فسادات میں 11: مساجد، 5: مدارس، ایک درگاہ اور مسلمانوں کے ایک قبرستان کو تباہ کیا گیا۔ تجزیہ کار حسام صدیقی کا کہنا کہ: "دراصل دہلی میں فساد اس لیے کروائے گئے، کیوں نکہ دہلی والوں نے حال کے اسمبلی الیکشن میں بی جے پی کو ہرایا تھا۔ یہ فسادات بھی ان ہی علاقوں میں ہوئے، جہاں سے بی جے پی کو پانچ سیٹیں ملی ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ووٹ سے منتخب دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کیجریوال اور ان کی ٹیم نے بھی سڑک پر اتر کر امن وامان قائم کروانے کی کوئی کوشش تک نہیں کی۔ دہلی کے پولیس کمشنر امولیہ پٹنائک دنگوں کے دوران تقریباً پوری طرح غائب رہے۔

جس وقت تباہی و بربادی کی داستان دہلی کی غریب آبادیوں میں رقم کی جارہی تھی تو امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ

راجدھانی میں ہی موجود تھے۔ بی جے پی کے نئے لیڈر کپل مشرا نے دہلی پولیس کے ڈی سی پی کے سامنے دھمکی دی کہ اگر آپ شہریت قانون کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں سے روڈ خالی نہیں کرائے تو ہم خود کرا دیں گے اور پولیس کی بھی نہیں سنیں گے۔ ساتھ ہی افسوس کی بات یہ کہ پتھروں سے بھری کپل مشرا کی ٹرالیوں کو پولیس نے اس کے بتائے ہوئے ٹھکانے تک پہنچنے دیا۔

مشہور و معروف صحافی معصوم مرادآبادی کے مطابق یہ ملک کا پہلا فساد ہے جس کی تیاری اعلانیہ طور پر کی گئی تھی۔ گزشتہ دو ماہ سے حکمراں جماعت کے لوگ کھلے عام مسلمانوں کے خلاف انتہائی زہریلی اور دھمکی آمیز زبان استعمال کر رہے تھے اور پولیس خاموش تماشائی کے کردار میں نظر آ رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک حکمت عملی کا حصہ تھا، تاکہ ملک گیر سطح پر شہریت ترمیم قانون کے خلاف تحریک چلانے والوں کو خوف زدہ کیا جائے۔ اس فساد کی جانچ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

دہلی ہائی کورٹ کے ایک جج جسٹس مرلی دھرن نے جب پولیس کو 24: گھنٹے کے اندر کپل مشرا کے خلاف کیس دائر کرنے کا حکم دیا تو آدھی رات کو جج کا تبادلہ کر دیا گیا، اور دہلی پولیس کی ایمانداری دیکھیں کپل مشرا کو حراست میں لینے کے بجائے عام آدمی کے کونسلر طاہر حسین کو موردالزام ٹھہرا کر گرفتاری کی تیاری شروع کر دی۔ ساتھ ہی ان پر آئی بی افسر انکت شرما کے قتل کا مقدمہ بھی درج کر لیا گیا۔ ان کا گھر اور فیکٹری سیل کر دی گئی ہے۔

اروند کیجریوال کو چاہیے تھا کہ حق پر ہونے کے سبب اپنے کونسلر طاہر حسین کا دفاع کرتے، مگر ستم یہ کہ انھیں ہی پارٹی سے برخاست کر دیا، اور ان کے لیے دوگنی سزا کا مطالبہ کیا، حالاں کہ طاہر حسین بار بار کہہ رہے تھے کہ ان کے خلاف الزامات بے بنیاد ہیں۔

دہلی فسادات پر ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپورٹ میں دہلی پولیس پر سنگین سوالات اٹھائے، اور ساتھ ہی اپنی رپورٹ میں کئی سفارشیں کی ہیں۔ رپورٹ میں فسادات کے دوران حقوق انسانی کی پامالی کی جانچ پر زور دیا گیا ہے۔ وہیں قانون نافذ کرنے والے افسروں کے کردار کو بھی جانچ کے دائرے میں لانے کی بات کہی گئی ہے۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دہلی پولیس کے کردار کی غیر جانبدارانہ جانچ ہونی چاہئے، کیوں کہ دہلی کے فسادات میں دہلی پولیس کافی سرگرم تھی۔ رپورٹ میں یہ بھی ہے کہ اشتعال انگیز تقریر کرنے والے کسی بھی لیڈر سے پوچھ تاچھ نہیں ہوئی ہے۔

دہلی فساد کے سلسلے میں جانچ رپورٹ فیکٹ فائنڈنگ کمیٹی نے 20: سے زیادہ صفحات کی رپورٹ میں کہا ہے کہ انسانی حقوق کی پامالیوں اور فسادات میں قانون نافذ کرنے والوں کے کردار کی آزادانہ تحقیقات ہونی چاہئے۔ ساتھ ہی ساتھ دہلی کے فسادات میں پولیس کے کردار پر سنگین سوالات اٹھائے، اور کہا ہے کہ فسادات میں دہلی

پولیس کے کردار کی منصفانہ تفتیش ہونی چاہیے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دہلی پولیس ،فساد اور تشدد کے واقعات میں ملوث تھی ۔فساد کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ،لیکن 6 :ماہ گزرنے کے بعد بھی حقوق انسانی کی پامالی کے معاملے میں کوئی کیس درج نہیں ہوا۔شہریت قانون کے خلاف احتجاج کرنے والے سماجی کارکن اور طلبہ کے خلاف کیس درج کیے گئے ۔ان کے خلاف یو اے پی اے (UAPA) قانون کی دفعات لگائی گئیں ،لیکن اشتعال انگیزی کرنے والے والے لیڈروں سے پوچھ تاچھ اور تفتیش تک نہیں کی گئی۔

رپورٹ میں اشتعال انگیزی کرنے والوں میں وزیر داخلہ امت شاہ ،مرکزی وزیر انوراگ ٹھاکر ،ممبر پارلیمنٹ پرویش ورما ،بی جے پی لیڈر کپل مشرا کے نام بھی ہیں ۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دہلی پولیس فسادات کے دوران پوری طرح ناکام رہی ۔انہیں 23: فروری سے 29: فروری کے بیچ ہوئے فساد میں ریلوے پولیس کے تیرہ سو سے زیادہ فون کال آئے ۔جس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مرکزی وزیر داخلہ نے پہلے پولیس کو کلین چٹ دیتے ہوئے فسادات کے دوران بہتر کام کرنے کے لیے شاباشی دی تھی ،تاہم ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ دہلی پولیس کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور عدم جوابدہی پر سزا نہ ملنا ایک نمونہ ہے۔

رپورٹ میں میں بھارتی پارلیمنٹ سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ ریاست اور مرکز کی سطح پر پولیس کو کنٹرول کرنے والے قوانین میں ترمیم کرے۔ان قوانین ،شرائط اور بنیادوں کو مزید سخت کیا جائے جن کے تحت پولیس فرقہ وارانہ فساد یا جانچ کے نام پر لوگوں کو گرفتار یا حراست میں لے سکتی ہے۔ بھارت کے دارالحکومت نئی دہلی میں ہونے والے حالیہ فساد سے متعلق ایک رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ دہلی پولیس نے جان بوجھ کر مسلمانوں کو ہدف بنایا۔

امریکی اخبار نیویارک ٹائمز نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں انہوں نے دہلی میں ہوئے فساد کا ذکر کیا۔اپنی رپورٹ میں اخبار نے لکھا کہ حالیہ ثبوت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہلاکت خیز فساد کے دوران مسلمانوں اور ان کے گھروں کو نشانہ بنانے میں نئی دہلی پولیس اجتماعی طور پر مسلمانوں کے خلاف گئی ،اور متحرک طریقے سے ہندو ہجوم کی مدد کی۔

بھارت کی سرزمین پر مذکورہ بالا فسادات کے علاوہ اور بھی سیکڑوں دل سوز واقعات رونما ہوئے ہیں ،جس سے زیست انسانی مضمحل ہو جاتی ہے۔ ہندو مسلم فسادات میں تباہی و بربادی ،ظلم و ستم ،تشدد و بربریت منظّم طور پر مسلمانوں کے ناتواں کندھوں پر ہوتی ہیں ،کیوں کہ داخلی محافظتی دستے (پولیس) ظالموں کو روکنے ،بگڑتے حالات کو کنٹرول کرنے کے بجائے خود ظالموں کا ساتھ دے کر ظلم و ستم کو دوبالا کرتے ہیں ۔فسادات کی جانچ کے لیے جتنے

بھی کمیشن بنائے گئے ہیں، سب نے پولیس اور سیاسی افراد کے کردار پر سوال اٹھاتے ہوئے فسادات کو ہوا دینے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

حد تو یہ ہے کہ کچھ جانچ ایجنسیوں نے مظلوموں کے دکھ درد تکلیف کو نہیں سمجھا، بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے اپنے ضمیر کا سودا کر مظلوموں کو انصاف سے دور اور قاتلوں کو آسائش کا سامان فراہم کیا۔ ہاں، کچھ کمیشن ایسے بھی ہو ئےجس نے حق پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحیح طور پر تفتیش کی ہے، جس کے نتیجے میں کچھ شدت پسندوں کو کورٹ نے سزا سنائی ہے، مگر اکثر مجرمین ثبوت کی عدم فراہمی کی وجہ سے باعزت بری ہو جاتے ہیں۔

اگر ہم بھارت کے آئین ساز اداروں کی بات کریں تو آج تک سیکڑوں لنچنگ کے مذموم اور دلسوز واقعات رونما ہونے کے باوجود انہوں نے کوئی سخت ایکشن نہیں لیا اور نہ ہی اس کی روک تھام میں اچھی پیش رفت کی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ تعزیرات ہند میں لنچنگ کا ذکر تک نہیں ملتا ہے۔ نہ ہی سرکاریں اس جرم پر قدغن لگانے کے لیے ٹھوس قدم اٹھا رہی ہیں۔

''انڈیا ٹوڈے'' نے 25: جون 2017 کو لکھا تھا کہ ہجوم سے ہونے والے تشدد یا اونچ نیچ سے نمٹنے کے لیے ایک مصدقہ قانون کی عدم موجودگی کی وجہ سے فسادات کے معاملات میں مظلوموں کو انصاف کی فراہمی مشکل ہو جاتی ہے، تاہم ضابطہ فوجداری، 1973 کی دفعہ: 223 (اے) کا کہنا ہے کہ اسی ایکٹ میں ایک ہی جرم میں ملوث افراد یا ہجوم پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے، اور سب کو ملزم ٹھہرایا جا سکتا ہے، مگر حالات اس کے قدرے برعکس ہے۔ آئین ساز اداروں کو چاہیے کہ جرم پیشہ جماعتوں، جھوٹی خبر پھیلانے والی میڈیا و سوشل میڈیا اور نفرت انگیز بیانات دینے والے افراد پر قدغن لگائیں، اور پولیس فورس، جانچ ایجنسیوں کو عملی طور پر ایمانداری سے کام کرنے کی تلقین کریں، تاکہ مسلم مخالف نظریات فروغ نہ پا سکیں۔ ہندو مسلم اتحاد و یکجہتی بنی رہے اور ملک خانہ جنگیوں سے بالاتر ہو کر آئینہ عالم میں نمایاں مقام حاصل کرے۔

آہ خاموشی

یہ وہ گھڑی ہے، کہ جب ہے گناہ خاموشی	امیرِ قوم کے لب پر ہے آہ خاموشی

اُدھر ستم پہ ستم، زد پہ زد، جفا پہ جفا	اِدھر سُکوت،، اِدھر بے پناہ خاموشی

یہ بے زبانی ہے ذلت کی آخری منزل	عدوبھی ہنس کیہ کہتیہیں واہ خاموشی

یہ چاپلوسوں کے گھیرے نہ کام آئیں گے	عدو کی فوج کو دیتی ہیراہ، خاموشی

شعور کب یہ بھلا رہبروں کو آ گا	کبھی سفید، کبھی ہے سیاہ، خاموشی

دہکتی لو بھی بھڑکتی ہے بجھنے سے پہلے	ہیوقتِ مرگ بھی ہم پر اَتھاہ خاموشی

سنو! شکست کے اسباب ڈھونڈنے والو	جہاں میں کر گئے ہم کو تباہ خاموشی

بُجھا دیا گیا ملت کے کتنے تاروں کو	ہیں اختیار کئے، مہر و ماہ خاموشی

کبھی مسائلِ امت سُلجھ نہیں سکتے	رکھیں گییونہی جوتاج و کُلاہ خاموشی

سلام قوم کے اُن چند خیر خواہوں کو	اٹھی ہے توڑ کے جنکی نگاہ، خاموشی

لہو کو جوش، لبوں کو صدا عطا فرما	جدا ہو قوم سے اب یا الٰہ، خاموشی

بھروسہ ٹوٹ رہا ہے فریدی اب اُن پر	بنا بیٹھے	ہیں جو سربراہ، خاموشی

فریدی صدیقی مصباحی

مسقط عمان +96899633908